سیرۃ الرسول

جلد سوم

یعنی

حضور انور رسول خدا امی نبی ہاشمی و مطلبی شافع روز محشر محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم
کی سوانح عمری

مصنفہ میرزا حیرت دہلوی

مترجم قرآن مجید و صحیح بخاری شریف و مصنف مقدمہ تفسیر القرآن
حیات حمیدیہ خلافت
شیخین وغیرہ وغیرہ

مصنف کے اہتمام سے کرزن پریس دہلی میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک دردناک منظر ہے کہ حضور انور اپنے عزیز اور مقدس وطن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑتے ہین اگرچہ آپ ایک آدھ بار بصورت فاتح یا حاجیون کی صورت مین ہنگامی طور پر ضرور تشریف لائین گے لیکن مقدس وطن مین مستقل طور پر آپ کی بود و باش کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اہل مکہ کی جور و تعدی کا اس سے زیادہ ثبوت اور نہین ہو سکتا کہ ایک مقدس اور معصوم نفس اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑتا ہے زمانہ کی نیرنگیان اور اُس کے گوناگوں حالات اس قسم کے ہیں جن کا راز سمجھ میں نہیں آتا کیا وہ زمانہ تھا کہ حضور انور نے اسی سرزمین میں پرورش پائی تھی مکہ کی شاہراہون مین آپ پھرتے تھے یہین آپ پر سب سے پہلے وحی نازل ہوئی یہین آپ نے اس بات کا اعلان کیا سوائے خدا کے کوئی معبود نہین ہے اور دنیا کے کل نیک و بد امور مین حلال و حرام یا اچھے برے کی تمیز کر کے بتا دی تھی مگر قوم ان باتوں سے ایسی برانگیختہ ہوئی کہ اُس نے نہ صرف شفیق ناصح یا ہادی کی ہدایت سننے سے انکار کیا بلکہ یہ بھی گوارا نہ کیا کہ اُن کا شفیق ناصح اپنے وطن مین بھی رہے۔

غرض جب غار ثور مین تیسری شب ہوئی تو حسب وعدہ عبد بن اربط دیلمی اونٹوں کو غار کے پاس لے آئے اور عامر بن فہیرہ اس موضع مین موجود تھے۔ حضور انور اور حضرت ابوبکر ایک اونٹ

پر سوار ہوئے اور دوسرے اونٹ پر عبداللہ و عامر بیٹھے اور بہت جلدی ساحل آب کے راستہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور جب تک شدت کی دھوپ نہ ہوگئی کسی جگہ قیام نہ کیا آخر سخت گرمی میں ایک مقام پر اُترے اور ایک پتھر کے سایہ میں تکیہ لگا کے بیٹھ گئے حضرت ابوبکر صدیق نے حضور انور کے لئے مختصر سا بچھونا زمین پر کردیا اور آپ علیحدہ بیٹھ گئے۔ حضور انور نے تھوڑی دیر آرام فرمایا اور آپ کو نیند آگئی۔ اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبر نے ایک گوالے سے تھوڑا سا دودھ مول لیا اور دودھ کا قدح اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے رہے۔ جب حضور انور نیند سے جاگے تو آپ نے دودھ کا پیالہ حضور کی خدمت میں پیش کردیا۔ حضور نے نہایت خوشی سے اپنے صدیق کے ہاتھ سے پیالہ لے کے دودھ پی لیا۔ پھر حضرت صدیق نے عرض کیا کہ سفر کا وقت قریب آگیا ہے حضور تیار ہو جائیں۔ معصوم پیغمبر اٹھ بیٹھے اور پھر اونٹوں پر سوار ہو کے آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

اس مختصر مگر ہولناک سفر میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جو اکثر معتبر مورخوں نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے اور وہ واقعہ سراقہ بن مالک کا ہے۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے۔ سراقہ کا بیان ہے کہ قریشیوں کے قاصد ہمارے قبیلہ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ مکہ کے سردار یہ کہتے ہیں کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا اُن کے صاحب یعنی ابوبکر صدیق کو قتل کر ڈالے اُسے سو اونٹ انعام میں دئے جائیں گے میں اس وقت اپنے قبیلہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس بات کو کان لگا کے سنا کہ اتنے میں ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ میں نے ساحل آب کی طرف چند آدمیوں کو اونٹوں پر جاتے ہوئے دیکھا ہے غالباً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب ہوں گے۔ یہ سنتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا اور مجھے یقین ہوگیا کہ ہو نہ ہو ضرور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب ہوں گے مگر میں نے محض مغالطہ دہی کے طور پر اُن سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے رفیق نہ ہوں گے بلکہ یقیناً فلاں فلاں لوگ ہوں گے جو میرے آگے سے گزر کے گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے اپنی قوم میں ذرا دیر کی اور میں کچھ عرصہ تک بیٹھا رہا۔ پھر میں وہاں سے اُٹھ کر اپنے گھر پر آیا اور میں نے حکم کیا کہ میرے گھوڑے پر زین کس دیں۔ فوراً گھوڑا تیار کردیا گیا۔ میں زمین سے نیزہ کو اکھیڑ کے گھوڑا

دوڑاتا ہوا اس طرف روانہ ہوا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو یک بیک میرا گھوڑا چراغ پا ہوا
اور میں دھڑام سے نیچے آپڑا۔ اتفاق سے میرے چوٹ نہیں لگی اس لئے میں جلدی سے
اٹھ بیٹھا اور پھر گھوڑے پر سوار ہوگیا۔
زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی پہلی مہم میں ناکام ہوجاتا تھا تو وہ سہ شاخہ تیر
لے کے ان پر کچھ عبارت لکھ دیتا تھا۔ پہلے تیر پر تو یہ عبارت ہوتی تھی امرنی ربی۔ اور
دوسرے تیر پر یہ لکھا ہوتا تھا نہانی ربی۔ اور تیسرے تیر پر اسی طرح سے ایک دوسرا جملہ لکھ
دیتا تھا اور تیروں کو جعبہ میں رکھ کے ایک ایک تیر علیحدہ علیحدہ نکالا جاتا تھا۔ اگر اس تیر
سے کوئی کام بن جاتا تو دوسرا تیر نکالا جاتا ورنہ پھر کوئی ہمت جدید مہم کے لئے نہیں کیجاتی۔
غرض میں گھوڑا دوڑاتا ہوا حضور انور کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ آپ کی آواز میرے کان میں
آنے لگی۔ اسوقت آپ حضرت ابوبکر صدیق سے باتیں کر رہے تھے ہرچند آپ کو میرے
گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں پہنچ گئی تھیں مگر آپ نے مطلق میری طرف التفات نہیں کیا
اور حضرت ابوبکر صدیق سے باتیں کرتے رہے۔ میں نے موقع غنیمت جان کے پہلا تیر
جعبہ سے نکالا اور میں اسے مارنا چاہتا تھا کہ فوراً میرے گھوڑے کے دو آگے کے پیر
زمین میں دھس گئے اور مجھے کچھ ایسا جھٹکا لگا کہ میں چاروں خانے چت آرہا۔ اب بھی میں
ضرب شدید سے بچ گیا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو سنبھل کے ہنٹر مارا کہ وہ اٹھ کھڑا ہوتا
پھر میں اس پر سوار ہوکے حملہ کروں مگر گھوڑے نے جنبش نہ کھائی آخر میں نے پاپیادہ
دوسرے تیر کو نکالا اور حضور انور کی طرف مارا مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ اتنے میں مجھے حضرت ابوبکر صدیق
کی آواز آئی۔ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کر رہے تھے کہ جب ہم غار
ثور سے روانہ ہوئے تو ہماری قوم میں سے ہمیں کسی نے بھی نہ دیکھا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ
سراقہ بن مالک نے ہمیں دیکھ لیا تھا جو اب گھوڑا کداتا ہوا بالکل ہمارے لگ بھگ ہوگیا
اور اب وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ حضور انور نے بڑے استقلال سے فرمایا کہ کچھ خوف کی
بات نہیں ہے خداوند تعالیٰ مددگار موجود ہے جو ہمیں مخالف کے حملے سے بچائے گا یہ ایسے
پر اثر جملے تھے جنہوں نے ادھر صدیق اکبر کے دل کو تسکین دی اور ادھر حملہ آور کے چھکے چھوٹ

وادئے معمولی دل وگردہ کے آدمی کا کام نہیں ہے کہ جس نے ایسی پریشان حالت میں
وطن چھوڑا ہو اور محض غربت میں بے سروسامانی کی حالت میں صحرانوردی کر رہا ہو اور پھر ایک
مخالف تعقب سے حملہ کرے اور ایسی نازک حالت میں بھی محض خدا کے بھروسہ کی قوت سے
انتہا درجہ کا دلیر ہو۔ اس کے بعد سراقہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتنے قریب
پہنچ گیا کہ صرف ایک دو نیزے کا فرق رہ گیا۔ حضرت صدیق اکبر نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ
حملہ آور بالکل قریب آگیا ہے یہ کہہ کے آپ زار زار رونے لگے۔ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم)
نے ارشاد کیا میرے صدیق تم کیوں روتے ہو۔ حضرت صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ
خدا کی قسم میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ حضور کے لئے رو رہا ہوں آپ نے فرمایا رونے
کی کچھ بات نہیں ہے اسے اپنی پڑ جائے گی اور یہ ہماری بھول جائے گا۔ ادھر یہ لفظ حضور
انور کی زبان مبارک سے نکلے اور ادھر سراقہ کے گھوڑے کے دونوں پیر زمین میں دھنس گئے
ہر چند سراقہ نے مہمیزیں ماریں اور بہتیری کوشش کی لیکن گھوڑے نے جنبش نہ کھائی۔ آخر
سخت مایوس اور پریشان ہو کے سراقہ نے غل مچایا کہ جو کچھ مجھ پر مصیبت آئی ہے یہ صرف یا
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر حملہ کرنے کی وجہ سے آئی ہے آپ دعا فرمائیں۔ کہ میں اس مصیبت
سے خلاصی پاؤں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو شخص آپ کے تعاقب میں آرہا ہوگا
اسے میں واپس کر دوں گا اور میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ میرے جتنے اونٹ اور بھیڑ بکریاں
آپ کو راستے میں ملیں آپ ان پر قبضہ کریں اس پر حضور انور نے التفات نہ فرمایا پھر سراقہ
نے غل مچایا اور کہا مجھ پر اور میرے بے زبان جانور پر رحم کیجئے۔ بس میں اپنی سزا کو پہنچ چکا۔
آپ نے اس وقت اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ ارشاد کیا۔ "اللھم ان کان صادقاً
فاطلق فرسہ" فوراً گھوڑے کے پیر زمین سے نکل آئے سراقہ کا بیان ہے کہ جب مجھے اس
مصیبت سے نجات مل گئی تو جو کچھ میرا مال ومتاع تھا میں نے حضور انور کے آگے پیش کیا کہ
یہ چیزیں میں رکھتا ہوں اگر حضور قبول فرمالیں گے تو حضور کی خدمت میں پہنچادوں گا حضور
انور نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ تو کسی سے ذکر نہ کیجو جو کچھ تجھ پر گزری ہے۔ پھر میں نے عرض
کیا کہ آپ ایک امان نامہ مجھے لکھ کے دیدیں۔ حضور انور نے عامر بن فہیرہ سے اشارہ کیا کہ

کہ اسے نامہ لکھ کے دیدے چنانچہ عامر نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر مجھے امان نامہ کے چند لفظ لکھ دئے میں اسے لے کے واپس چلا آیا راستہ میں جو شخص مجھے ملتا تھا میں اُس کہدیتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں میں خود سرگردان ہو کے آیا ہوں یہ دور دور آپ کا پتہ نہیں لگا ہر شخص کو میں راستہ ہی میں سے واپس کر دیتا تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سراقہ حنین کی لڑائی کے بعد اپنے قبیلہ سے نکل کر حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور منزل جعرانہ میں وہی امان نامہ جو حضور انور نے دیا تھا اپنے ہاتھ میں لیکے عرض کیا یا رسول اللہ یہ امان نامہ وہی ہے جو مجھے بخشا گیا ہے اس کے بعد سراقہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے علاوہ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ راستہ میں حضور انور کو ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعی کے خیمہ کے پاس سے گزرے یہ ایک بڑھیا عورت تھی اور اکثر خیمہ میں رہا کرتی تھی اور اس کا قاعدہ تھا کہ آنے جانے والے مسافروں کو کھانا کھلایا کرتی تھی اور جہاں تک اُس سے ممکن ہوتا تھا مسافروں کی خاطر داری کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتی تھی جب حضور انور اس کے خیمہ میں پہنچے تو اس سے کہا کہ تمہارے پاس کچھ خرمے اور گوشت ہے اس نے نہایت افسردہ دلی سے جواب دیا کہ اب کے بارش نہ ہونے سے کچھ ایسا قحط پڑا ہے کہ میں بالکل مفلس ہو گئی اور میرے پاس کچھ نہ رہا اس کے خیمہ کے ایک کونے میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی حضور انور نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بکری تو موجود ہے کیا تو ہمیں نہیں دی سکتی اس نے جواب دیا کہ یہ بیچاری بکری بہت ہی کمزور ہے اور محض کمزوری کی وجہ سے یہ گلہ کے ساتھ چرنے بھی نہیں جا سکتی۔ پھر حضور انور نے ارشاد کیا کہ تیری پاس کچھ دودھ بھی ہے اس عورت نے عرض کیا کہ جب بکری کی یہ کیفیت ہے تو دودھ کہاں سے آیا حضور انور نے فرمایا کہ اگر تو اجازت دے تو میں اس کا دودھ دوہ لوں اس عورت نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میری طرف سے اجازت ہے چنانچہ حضور انور اس بکری کے پاس تشریف لیگئے اور اس کے تھنوں سے دودھ دوہنا شروع کیا خدا کی شان ہے دودھ پیدا ہو گیا جو حضور نے خود بھی پیا اپنے اصحاب کو بھی پلایا اور اس عورت کو بھی پلایا اور جو کچھ بچ رہا وہ اس کے برتن میں بھر کے رکھدیا اور پھر آپ اس عورت سے رخصت ہو کے

آگے کی طرف روانہ ہوگئے یہ بات اگرچہ موجودہ مذاق کے بموجب ایک تعجب انگیز معلوم ہوگی
لیکن درحقیقت اس میں تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں ہے جو لوگ روحانیت اور اس کی
قوت اور فطرت انسانی کی عظمت کو جانتے ہیں وہ ہرگز ایسی باتوں کے قبول کرنے میں پس
وپیش نہیں کرنے کے۔ ایک کمزور بکری کے تھنوں سے دودھ نکال لینا درحقیقت ایک بلکا
نبوت کے مقابلہ میں کوئی بڑی بات نہیں ہے اس کی شہادت بلکہ عینی شہادت ہم خود دیکھ چکے ہیں کہ ایک شخص
نے جس کو مسمریزم کے علم میں کمال مہارت تھی ہمارے سامنے پانی کو دودھ بنا دیا تھا اور سب
حاضرین کو پلا دیا تھا۔ اگرچہ مسمریزم کی بنیاد محض قوت نظری پر ہے جس سے ایسے ایسے افعال
کا صدور ہو جاتا ہے تو پھر ملکہ نبوت یا اعلیٰ درجہ کی قوت روحانی سے اگر ایسے افعال صادر
ہو جائیں تو کوئی تعجب نہ کرنا چاہئے تیسرا واقعہ بریدہ بن الخنیب الاسلمی کا ہے اس کی نسبت
یہ بیان ہوا ہے کہ یہ شخص مکہ سے ساٹھ ستر آدمیوں کو لیکے حضور انور کی تلاش میں نکلا تھا۔ اور تلاش
کرتے کرتے اس نے ایک مقام پر حضور انور کو جا لیا جب یہ قریب پہنچا تو حضور انور نے دریافت
کیا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ میں بریدہ بن الخنیب ہوں۔ حضور نے اس پر حضرت صدیق اکبر کی طرف خطاب
کرکے ارشاد کیا کہ ہمارا کام بن گیا۔ اس کے بعد حضور انور نے فرمایا کہ تو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جواب
دیا اسلم سے حضور ارشاد کیا کہ سلمنا یعنی ہم سلامت رہے۔ پھر دریافت کیا کہ تو کس قوم کا ہے جواب دیا
کہ بنی سہم میں سے آپ نے فرمایا خرج سہمک حضور انور کی اس جلادت نطق اور حسن مقال سے بریدہ
سخت متعجب ہوا اور عرض کیا آپ کون ہیں حضور نے ارشاد کیا میں محمد بن عبد اللہ خدا کا رسول ہوں
یہ سنتے ہی بریدہ کو غیر معمولی جوش آگیا اور آواز سے پکار کے کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد
ان محمد رسول اللہ۔ نہ صرف بریدہ پر بلکہ بریدہ کے ساتھیوں پر کچھ ایسی حالت طاری ہوگئی کہ سب
زور زور سے کلمہ پڑھنے لگے اور مسلمان ہوگئے پھر بریدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کہاں تشریف
لیجاتے ہیں آپ نے فرمایا یثرب۔ بریدہ نے عرض کیا کہ ایک جھنڈا اور جھنڈے بردار حضور کے ساتھ
ضرور ہونا چاہئے۔ چنانچہ میں اس فرض کے انجام دینے کے لئے تیار ہوں یہ کہتے ہی بریدہ نے اپنا عمامہ
کھولا اور اسے نیزہ پر باندھ لیا اور حضرت مقدس نبی کے آگے آگے ہو لئے۔

یہ تین واقعے جو ہم نے اوپر ذکر کئے ہیں ان میں سے پہلے دو مستند روایتوں سے ثابت نہیں ہوتے مگر

ہاں تیسرے اخیر واقعہ کی نسبت اکثر مورخوں کا اتفاق ہے مگر ہم نے محض اس خیال سے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹے سے چھوٹا واقعہ آپ کے حالات زندگی میں نہ رہ جائے کہیں تفصیل اور کہیں اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے مگر یہاں ہم یہ ضرور کریں گے کہ ہر روایت کی نسبت تحقیق کر کے اس کا معتبر اور غیر معتبر ہونا لکھ دیں گے۔

حضور انور نے وہ عام راستہ اختیار کیا تھا جو بحر احمر کے ساحل کے قریب شام کی طرف جاتا ہے۔ تیسرے دن صبح کو ایک چوتھا واقعہ اور پیش آیا جس پر کل مورخوں کا اتفاق ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ دور سے آپ کو ایک کاروان آتا ہوا معلوم ہوا۔ جب وہ قافلہ نزدیک آیا تو حضرت ابوبکر صدیق نے دیکھا کہ ان کا قرابتی طلحہ اس قافلہ کا سردار ہے۔ جو تجارت کا مال لیکے شام سے آرہے تھے باہم بہت شوق سے ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے کو مبارک باد دی۔ طلحہ نے اپنا سامان کھولا اور شام کے بنے ہوئے سفید کپڑے حضور انور اور حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے وہ کپڑے بہت خوشی سے قبول کر لئے کیونکہ ایسے شدید اور ماندہ سفر کے لئے وہ کپڑے بہت موزوں تھے۔ اور جب طلحہ نے یہ کہا کہ مدینہ کے لوگ بہت شوق سے آپ کے منتظر ہیں تو حضور انور اور حضرت صدیق اکبر بہت خوش ہوئے۔ کہتے ہیں کہ طلحہ نے حضور انور کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی مدینہ ساتھ چلوں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم پہلے مکہ چلے جاؤ اور پھر وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آنا تاکہ مہاجر کا معزز لقب تمہیں حاصل ہو جائے۔

اس ملاقات کے بعد حضور انور آگے کی طرف روانہ ہوئے پہاڑیوں کو طے کرتے ہوئے گڑھوں اور غاروں کو پھلانگتے ہوئے حضور انور جب مدینہ سے دو دن کے راستہ پر پہنچے تو آپ کا اونٹ بالکل بیکار ہو گیا قبیلہ اسلم کے ایک سردار نے آپ کی خدمت میں ایک تازہ دم اونٹ پیش کیا آپ اس پر سوار ہو کے آگے روانہ ہوئے۔ گرمی کی انتہا درجہ شدت تھی کیونکہ آفتاب بالکل نصف النہار پر آگیا تھا۔ لوئیں اور باد صرصر کے طوفان غضب برپا کر رہے تھے اور جب وہ ایک پہاڑ پر سے نیچے اترے تو برہنہ چٹانوں پر سے ایک ایسا طوفان اٹھا جس نے بالکل گرد آلود کر دیا۔ کئی گھنٹے تک آپ اس طوفان میں سخت پریشان رہے۔ طوفان سے نکلنے کے بعد مضافات مدینہ سامنے نظر آنے لگے سبز باغ اور خوشنما پودے اور خرمے کے بار آور درخت آنکھوں میں تازگی

پیدا کرنے لگے۔ حضور انور اور حضرت صدیق اکبر اس خوشنما نظارہ سے بہت ہی محظوظ ہوئے یہ نظارہ
ایک ایسے مسافر کے لئے جو باد صرصر کے طوفان برہنہ اور تپتے ہوئے چٹانوں اور چٹیل میدانوں
سے آیا ہو بہت ہی جاں فزا ہو سکتا ہے۔ نجد کا وسیع میدان جانب جنوب پھیلا ہوا نظر آیا ادہر
جانب شرق تاریک پہاڑیوں کی نیچی نیچی قطار معلوم ہوئی۔ جانب شمال تین یا چار میل کے فاصلہ پر
احد کی گھاٹی دکھائی دی جس کو ایک بہت بڑا وسطی پہاڑی سلسلہ کہنا چاہیے اور شہر کے بہت ہی قریب
جنوب مشرق کی طرف بہتا ہوا پانی نظر آیا جس نے ساری تکان اور پریشانی کو دور کر دیا۔ اور جوں
جوں جانب جنوب بڑہتے گئے خرمے کے سرسبز درختوں کا جھنڈ نظر آتا گیا اس کے علاوہ وہ ہرے
بھرے کھیت اور اُن میں یہودیوں کے چھوٹے چھوٹے مکانات ایسے بھلے معلوم ہوئے کہ دل کو
تازگی سی ہو گئی۔ حضور انور کے دل میں سب سے پہلا خیال یہ آیا تھا کہ میں اس مقام کو دیکھو جہاں
میں صغیر سنی میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ میں آیا اور وہاں ٹہیرا تھا اور پھر آپ کو یہ بھی خیال تھا
کہ دیکھئے مدینہ کے لوگ کلام خدا کے سننے کے شائق ہیں یا نہیں اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں آیا
اُن میں اتنی طاقت ہے کہ دین خدا کی پوری حمایت کر سکیں گے۔

دوسرا باب

حضور انور کی یثرب میں تشریف آوری

جب سے اہل یثرب نے یہ خبر سنی تھی کہ حضور انور نے مکہ چھوڑ دیا ہے اور مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی
ہے تو وہ روزمرہ مدینہ سے نکل کے مکہ کی سڑک پر ایک میل کی دوری پر بیٹھ جاتے تھے اور بڑے
بڑے پتھروں کے سایہ میں ٹہر کے حضور انور کے تشریف لانے کا انتظار کرتے تھے اور جب آفتاب
زیادہ چڑھ جاتا تھا اور گرمی کی شدت ہونے لگتی تھی تو با دل ناخواستہ اپنے گھروں کو واپس چلے
آتے تھے۔ ایک دن وہ حسب معمول مدینہ سے نکل کے مکہ کی سڑک کی طرف جا کے بیٹھ گئے سامنے
بلند ٹیلہ پر ایک یہودی کھڑا ہوا تھا۔ ناگہاں اُس کی نظر حضور انور اور آپ کے اصحاب پر پڑ گئی
اُس نے زور سے غل مچایا کہ اے جماعت جس کا تم انتظار کر رہے ہو وہ قریب آگیا ہے جب لوگوں کو
خیر الانام کے آنے کی خبر ہوئی اپنے ہتیار اٹھا کے استقبال کے لئے دوڑے اور پہاڑ کی چوٹی پر

حضور انور کا استقبال کیا ایک روایت میں آیا ہے کہ سب لوگ دف بجاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا

ما دعی اللہ داع وایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اور بچے اور لونڈی غلام بھی ان کے ساتھ دف بجاتے تھے اور کہتے تھے اللہ اکبر محمد رسول اللہ آگئے اور جب قبیلہ عمرو بن عوف بخاری کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگوں کا غول کا غول یہ گانے لگا تھا نحن جواری من بنی النجار ی۔ ومن حبذ محمد دمن جاد۔ حضور انور اُن کے جواب میں یہ فرماتے جاتے تھے کہ خدا جانتا ہے میں تمہارا دوست ہوں۔

غرض حضور کی تشریف آوری سے بچے بڑے بوڑھے سب کے سب اس قدر خوش ہوئے کہ بیان نہیں کیا جاتا کل مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور دوشنبہ کے روز اور ربیع الاول کے مہینہ میں مدینہ میں داخل ہوئے تھے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کی کون سی تاریخ تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل یثرب نے باہم یہ مشورہ کیا کہ کون سا مقام حضور کے فروکش ہونے کے لئے موزوں ہوگا کوئی کچھ مقام تجویز کرتا تھا اور کوئی کچھ اس پر حضور نے فرمایا کہ آج رات تو میں بنی النجار میں رہوں گا کیونکہ میرے دادا کے اس قبیلہ کے لوگ ماموں ہیں اس لئے ہاشم بن عبد مناف کی شادی اس قبیلہ کی ایک خاتون سے ہوئی تھی جس کا نام سلمی تھا اور اسی سے عبد المطلب پیدا ہوئے تھے۔ غرض حضور انور نے بعض انصار کو اپنی قدم بوسی کا شرف عنایت فرما کے قوم بنی عمرو بن عوف کی طرف رخ کیا اور کلثوم ابن الہدمی کے مکان میں فروکش ہوئے۔ یہ شخص عرب کے رئیسوں میں تھا اور مسلمان ہو گیا تھا مگر بعض مورخوں کا بیان ہے کہ پہلے آپ نے کچھ دیر ابوسعد بن خثیمہ کے مکان میں قیام فرمایا تھا اور بعضے متاخرین نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ روایتوں کے اس اختلاف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل قیام تو آپ کا ابن کلثوم بن الہدمی کے مکان میں ہوا تھا مگر جب لوگوں کا کثرت سے ہجوم ہونے لگا اور آنا جانا زیادہ ہوا تو حضور انور نے عام جلسہ کے لئے ابوسعد بن خثیمہ کا مکان تجویز کیا تھا کیونکہ یہ مجرد تھے اور ان کی شادی نہیں ہوئی تھی اس لئے ان کے گھر میں زنانہ نہ تھا بلکہ وہ گھر سارا مردانہ بن رہا تھا اور یہ مکان محلہ قبا میں تعمیر تھا اسی

محلہ میں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جس کا نام مسجد قبا رکھا گیا تھی وہ مسجد ہے جس کی نسبت خداوند تعالٰی نے فرمایا ہے۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ بُنِیَالہ عَلَى التَّقْوٰی الآیہ۔ غرض سب سے پہلی مسجد بھی مسجد قبا ہے جس میں اوّل اوّل نماز پڑھی گئی۔ کہتے ہیں کہ تین دن کے بعد حضرت علی بن ابی طالب بھی محلہ قبا میں حضور انور کے ساتھ آکے مل گئے تھے اور آپ مکہ سے مدینہ تک پاپیادہ آئے تھے اور آپ کے پیروں میں آبلے پڑ گئے تھے مورخوں کا بیان ہے کہ آپ چار روز تک قبا کے محلہ میں رہ کے پھر مدینہ تشریف لے گئے تھے۔ لیکن بعض مورخوں کا یہ بیان ہے کہ چودہ یا پندرہ روز کے بعد آپ نے مدینہ کا رخ کیا تھا اور بعض بیس روز بتاتے ہیں اور ان کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن آپ تن تنہا قبا سے مدینہ تشریف لے گئے تھے یہ مقام جہاں قبا واقع تھا بلندیٔ مدینہ کہلاتا تھا۔ اس بلندیٔ مدینہ پر تین قبائل آباد تھے ایک قبیلہ خیثمہ اور دوسرا یہودیوں کا قبیلہ قریظہ اور نضیر معہ اور چھوٹے چھوٹے قبایل کے آباد تھے۔

(کاتب الواقدی صفحات ۱۰۱۔ اور ۲۸۲)

روایت ہے کہ جب حضور انور مدینہ کے قریب پہنچے ہیں اور لوگوں نے آپ کو دیکھا ہو تو پہلے وہ یہ نہ پہچان سکے کہ ان دونوں میں رسول خدا کون سے ہیں مگر جب آفتاب کی کرنیں آپ پر چمکیں تو حضرت صدیق اکبر نے آپ کو ایک سایہ کی جگہ میں کر دیا اس وقت لوگوں نے رسول خدا کو پہچانا اس لئے کہ آپ کا سایہ نہیں تھا۔

کاتب الواقدی اپنی تاریخ کے صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو لوگ پہلے سے پہچانتے تھے کیونکہ آپ تجارت کی غرض سے کئی بار شام میں جا چکے تھے غرض مکہ سے مدینہ کا سفر معمولی طور پر گیارہ روز میں طے ہوتا ہے حضور انور نے آٹھ روز میں طے کیا اور آپ سنہ ۱ھ مطابق ۲۸ جون سنہ ۶۲۲ء میں مدینہ میں داخل ہوئے۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق دوسرے مقام میں فروکش ہوئے تھے۔ غرض آپ نے بہرحال خواہ دس دن یا آٹھ روز یا پندرہ روز یا بیس روز قبا میں قیام فرما کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور بنی سالم بن عوف کے مکان میں قیام فرما کے نماز جمعہ ادا کی اور ایک خطبہ پڑھا اور خطبہ میں آپ نے یہ بیان فرمایا۔

حمد ہے اس خالق ارض و سما کی جو تمام کائنات کا مالک ہے۔ میں اسی سے مدد چاہتا ہوں اور اُسی کی آمرزش طلب کرتا ہوں اور اُسی پر میرا ایمان ہے۔ میں اُس کا دشمن ہوں۔ جو ناسپاس ہو اور شکر نعمت نہیں کرتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور سب سے بے نیاز ہے اور میں اس کا رسول ہوں اُس نے مجھے روشنائی بخشی اور مجھے اپنا کلام دیا۔ کیوں کہ انبیا کو گزرے ہوئے ایک زمانہ ہو گیا لوگوں میں عقل کم ہو گئی اور گمراہی پھیل گئی تھی۔ قیامت قریب آگئی ہے جو شخص خدا و رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہی راہ راست پر سمجھا جائے گا اور جو اُن کی نافرمانی کریگا وہی گمراہ ہوگا۔ پس میں تمہیں خدا پرستی کی وصیت کرتا ہوں جس سے بہتر اسلام میں کوئی اور چیز نہیں ہے ہر ایک کو چاہئے کہ سلامتی جان اور فیروزی مال کا جویاں رہے تمہیں نیکی کرنا چاہئے جیسا کہ خداوند تعالےٰ نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے تم اپنے خالق کے اعدا کو اپنا دشمن سمجھو اور جو راستہ اس نے بتایا ہے اُسی پر قدم رکھو کہ اُس نے تمہیں اپنے کام کے لئے چن لیا ہے اور تمہیں مسلمان بنایا ہے۔ قوت وہی قوت ہے جو خداوند تعالےٰ نے تمہیں بخشی ہے اس کو ہر وقت یاد رکھو اور سمجھ لو کہ دنیا اور آخرت کی خیر اسی میں ہے اور ایسا کام اختیار کرو کہ تمہیں میرے بعد نفع دے اور خدائے تعالےٰ کی توفیق طلب کرو اور جان لو کہ توفیق اسی سے ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ قبا سے یثرب میں تشریف لائے تو اشراف اور رؤسا قبائل نے حضور انور کی اونٹ کی نکیل پکڑلی اور ہر ایک سردار نے علیحدہ علیحدہ استدعا کی کہ حضور ہمارے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائیں حضور نے فرمایا کہ تم میرے اونٹ کی نکیل چھوڑ دو جہاں اسے حکم ہوگا وہ خود چلا جائے گا چنانچہ سب نے نکیل چھوڑ دی وہ اونٹ اُس مقام پر پہنچا جہاں آج کے دن مسجد نبی ہوئی ہے اور خود بخود وہاں جا کے بیٹھ گیا وہ جگہ دو یتیموں کے قبضہ میں تھی ایک کا نام سہل تھا اور دوسرے کا نام سہیل تھا اور یہ دونوں یتیم بچے اسعد بن زرارہ کی سرپرستی میں پرورش پاتے تھے حضور انور نے فرمایا کہ ہماری تو یہی منزل ہے مگر جنید انصار نے یک زبان ہو کے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمارے مکان میں کیوں نہیں تشریف لے چلتے۔ اس واقعہ پر سر ولیم میور نے عجیب بے تکی ہانکی ہے اُن کا بیان ہے کہ رسول خدا نے اس لئے کسی کے مکان میں قیام کرنا بہتر نہیں سمجھا تا کہ اُن کا قیام بھی آسمانی حکم سے معلوم ہو۔ اونٹ کا ایک جگہ ٹھہرنا اسی لئے مسلمانوں کو جتایا کہ

وہ یہ سمجھ جائیں کہ آسمانی مرضی پر یہ بات ہوئی ہے اس قسم کے شبہات سر ولیم جیسے محقق مورخ کے شایاں نہیں ہیں کیونکہ اگر اسی طرح کے ہر نبی کے ہر قول و فعل پر نکتہ چینی کیجائے گی تو سب سے زیادہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات مورد طعن و تشنیع بن جائے گی۔

غرض تھوڑی دیر اونٹ وہاں بیٹھ کے پھر آگے بڑھا اور دو تین قدم آگے چل کے پھر وہ بڑا ہو کر بیٹھ گیا اس پر ابوایوب انصاری نے حضور انور ختمی پناہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جگہ سے ہماری منزل بہت ہی قریب ہے اگر حضور اجازت دیں تو میں حضور کو اپنے گھر کی طرف لیجاؤں۔ حضور انور نے اپنی مرضی ظاہر فرمائی اور پھر ابوایوب اس مبارک خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار ہو گئے اسی اثنا میں انصار میں سے بعض آدمیوں نے یہ درخواست کی کہ اب حضور کا قیام تو ابوایوب کے مکان میں قرار پایا ہے اگر حضور انور صرف اتنا کریں کہ چلتے ہوئے صرف تھوڑی دیر ہمارے غریب خانہ میں قیام فرمائیں تو ہم پر بڑا احسان کریں۔ حضور نے اس پر ارشاد کیا۔ المرء مع رحلہ"۔

روایت ہے کہ آپ سات مہینے تک ابوایوب انصاری کے گھر میں مہمان رہے اور اسی عرصہ میں حضور انور نے اس زمین کو جہاں اونٹنی بیٹھ گئی تھی یتیموں سے خرید لیا چونکہ وہ زمین ناہموار تھی آپ نے حکم دیا کہ اس کو ہموار بنا دیا جائے۔ اس کے بعد ایک مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ مسجد نبی شروع ہوئی منجملہ انصار اور مہاجرین کے خود بھی اینٹیں اور گارا بھر بھر کے ٹوکریوں میں لاتے تھے۔ اور یہ فرماتے جاتے تھے۔ "اللھم لاخیر الا خیر الاٰخرۃ فارحم الانصار والمہاجرۃ"

حضور انور ابوایوب کے مکان کے نیچے کے حصہ میں قیام پذیر تھے بالاخانہ پر ابوایوب کے بال بچے رہتے تھے۔ ابوایوب نے ہر چند عرض کیا کہ حضور بالاخانہ پر تشریف رکھیں لیکن حضور نے نہ مانا اور حضور نے مکان کے نیچے ہی کا حصہ پسند فرمایا یہاں لوگ کثرت سے آنے لگے اور مسلمانوں کے ہر گھر سے حضور انور کے لئے گوشت۔ مکھن۔ روٹی اور دودھ بکثرت آنے لگا اور جب تک حضور انور ابوایوب کے مکان میں قیام پذیر رہے یہ مہمانداری روز بروز بڑھتی گئی۔

جس زمین کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں جو حضور انور نے یتیموں سے خریدی اور وہاں مسجد بنائی۔ اس کی جغرافیائی حالت یہ ہے یہ زمین گویا بالکل ایک بے وارثی حالت میں پڑی ہوئی تھی اس کے ایک طرف کھجور کے درخت لگے ہوئے تھے اور دوسری جانب جنگلی پودے۔ یہاں کیا تو مردے

دفن ہوتے تھے یا اونٹ باندھ دئے جاتے تھے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ دو یتیم بچے اسعد کی سرپرستی میں اس کے مالک تھے۔ اسعد نے حضور انور کے نزول اجلال سے پہلے یہاں ایک چھوٹا سا عبادت خانہ بنا رکھا تھا جہاں وہ وقتاً فوقتاً آ کے ان کھلی ہوئی دیواروں کے نیچے عبادت کیا کرتے تھے حضور انور نے ان یتیم بچوں کو اپنے پاس بلایا اور اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ تم اپنی یہ زمین میرے ہاتھ فروخت کر ڈالو انہوں نے نہایت ادب سے نیچی نگاہیں کرکے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ ہم اس کی قیمت نہیں لیتے بلکہ بلاقیمت اسے حضور انور کی خدمت میں نذر گزرانتے ہیں حضور انور نے ارشاد کیا کہ ہم بلاقیمت نہیں لینے کے۔ چنانچہ اس کی دس دینار ٹھہرے جس پر حضور انور کے حکم سے حضرت صدیق اکبر نے یتیموں کو دس دینار دیدئے۔

جو مسجد یہاں تعمیر کی گئی اس کے علاوہ دو چھوٹے چھوٹے مکان مسجد کے متصل اور بھی بنائے گئے ایک حضرت بی بی سودہ کے لئے اور ایک حضرت بی بی عائشہ کے لئے۔ تمام جھاڑیاں اور کھجور کے بیکار درخت کاٹ ڈالے گئے۔

جس زمانہ میں حضور انور ابوایوب کے مکان میں قیام پذیر تھے آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید کو ایک اور غلام کے ساتھ مکہ روانہ کیا تاکہ وہ حضور کی بیوی اور بچوں کو لے آئیں۔ دو اونٹ اور پانسو دینار حضور انور نے زید کو دئے جب زید مکہ میں پہنچے تو ان کی بہت سخت مخالفت کی گئی تو بھی وہ اپنے ارادہ پر قائم رہے اور بالآخر حضرت بی بی سودہ آپ کی محترم بیوی اور آپ کی صاجزادیوں ام کلثوم اور بی بی فاطمہ کو ساتھ لے کے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے ام کلثوم ابولہب کے خاندان میں بیاہی ہوئی تھیں مگر ایک عرصہ سے وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہو کے اپنے باپ کے گھر میں رہتی تھیں۔ زینب دوسری صاجزادی اپنے خاوند کے ساتھ مکہ میں قیام پذیر تھیں ان کے خاوند کا نام ابوالعاص تھا۔ اور بی بی رقیہ اپنے خاوند حضرت عثمان کے ساتھ مدینہ ہجرت کرکے چلی آئی تھیں۔ زید چلتے وقت اپنی ام ایمن اور اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے آئے۔

حضرت زید کے ساتھ حضرت صدیق اکبر کی صاجزادی حضرت بی بی عائشہ معہ حضرت صدیق کی محترم بیوی کے اور کل خاندانی مستورات کے مدینہ روانہ ہوگئیں۔ ان خاتونوں کے ہمراہ حضرت ابوبکر کے صاجزادے عبداللہ چلے آئے تھے۔

حضرت صدیق اکبر کے بال بچے مدینہ پہنچ کے منزل ابو ایوب کے قریب ہی مقام میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت بی بی سودا حضور انور اپنے شوہر کے ساتھ ابو ایوب کے مکان میں رہیں۔ یہ وہی بی بی ہیں جو اپنے پہلے خاوند کے ہمراہ مکہ سے حبش ہجرت فرما گئی تھیں اور بہ نسبت اور خواتین کے یہ اسلام سے ایک فدائیانہ عشق رکھتی تھیں۔ حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بعد آپ صرف ایک ہی بی بی تین چار سال تک حضور انور کی رہیں۔

مدینہ کا موسم مکہ کی نسبت بہت مختلف تھا۔ گرمیاں اس شدت کی پڑتی تھیں کہ الامان والحفیظ اور لطف یہ ہے کہ شب کو خوب خنکی ہو جاتی تھی۔ اسی طرح جاڑا بہت شدید پڑتا تھا اور گاہ بگاہ بارش بھی ہوا کرتی تھی اور جاڑے میں مینھ برسنے کے بعد جب کھلتا تھا اور ہوا چلتی تھی تو برفستان کا مزا آنے لگتا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ مدینہ کے قرب و جوار میں اکثر بارش ہوتی رہتی تھی جس سے ہر طرف ایک سیرابی نظر آتی تھی۔

مدینہ میں کوئی باقاعدہ نالہ یا ندی نہیں تھی جب بارش زور سے ہوتی تھی تو پانی ایک بڑی جھیل کی صورت شہر کے وسط کھلے میدان میں جنوبی حصہ کی طرف بہنے لگتا تھا۔ اور اس پانی سے مدینہ کے قرب و جوار میں دلدل پیدا ہو جاتی تھی جس کی سیرابی سے چارہ گھانس تو بکثرت پیدا ہوتا تھا مگر خاص موسم میں بخار بہت پھیل جاتا تھا اور اس بخار کا خاصہ یہ تھا کہ اخیر میں ہاتھ منہ پر ورم آ جاتی تھی اور بعض اوقات یہ ورم مہلک ثابت ہوتی تھی۔ غرض کہ یہ موسم صحت کیلئے اچھا نہ تھا۔ مہاجرین چونکہ مکہ کی خشک ہوا اور خشک زمین کے پرورش پائے ہوئے تھے انہیں مدینہ کی سخت گرمی برسات کی دلدل اور جاڑے کی شدت سے بہت سخت تکلیف پہنچی۔ حضور انور کو تو بخار نہیں آیا لیکن اور صاحبوں کو بخار آنے لگا۔ حضرت صدیق اکبر اور ان کے سارے بال بچے شدید تپ میں مبتلا ہو گئے۔ اور اسی گھبراہٹ اور بخار کی شدت میں اکثر مہاجرین یہ پکارنے لگے کہ مکہ کی خشک ہوا ہماری زندگی کا باعث ہے کیا ہم پھر مکہ واپس جائیں گے۔ جب حضور انور نے اپنے صحابہ کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ بہت متاثر ہوئے اور قاضی الحاجات کی عالی بارگاہ میں یہ دعا کی الٰہ اے رب الافواج اور مختلف موسموں اور مرز و بوم کے مالک تو اپنے مہاجرین کے مدینہ ہی میں مکہ کی سی خشک ہوا پیدا کر دے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور کل مہاجر تندرست۔

ہوگئے۔ جب بخار جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی دعا قبول فرمائی تو اب حضور انور نے یہ چاہا کہ مہاجر اور انصار میں بھائی چارہ قائم ہو اور سب اخوت کی ایک زنجیر میں بندھ جائیں۔ آپ اپنے اس عالی ارادہ میں کامیاب ہوئے اور آپ نے ایک جدید اتحاد مکیوں اور مدنیوں میں قائم کر دیا۔ آپ نے اس اتحاد کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے یہ فرمایا کہ تم میں سے دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو اپنے سگے بھائی کے برابر قرار دے لے چنانچہ میں عثمان کو اپنا بھائی بناتا ہوں یہ دیکھتے ہی ہر شخص نے مہاجرین میں سے ایک ایک انصار کو اپنا بھائی نامزد کر لیا اس سے ان دونوں کے مقاصد حیات وابستہ ہوگئے۔ اور ہر ایک اپنے بھائی کے مال و متاع کا مالک بن گیا اور یہ بھی قرار پایا کہ مرنے کے بعد بھی ایک بھائی دوسرے بھائی کے مال کا وارث ہو سکتا ہے۔ یہ ایک بے نظیر کامیابی حضور کو ہوئی جو کسی نبی کو آدم علیہ السلام سے لیکے عیسےٰ تک نصیب نہ ہوئی تھی۔ بظاہر تو یہ معمولی بات معلوم ہوگی لیکن غور سے دیکھنے کے بعد کیفیت کھلے گی کہ دو لفظوں نے غیر آدمیوں کو کس طرح دو قالب اور ایک جان کر دیا ان الفاظ میں تو برق سے زیادہ تیزی اور شعلہ سے زیادہ چمک تھی جس نے دو خونوں کو کس طرح مختلف آب و ہوا ہونے پر بھی باہم ملا دیا۔ شان تیری قدرت۔ پینتالیس سے پچاس مہاجروں تک انصار سے یہ اتحاد پیدا ہوگیا۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۱۴۰ ہشامی صفحہ ۱۷۹)

واقدی دوسری روایت میں مہاجرین کی تعداد پچاس اور انصار کی تعداد ایک سو پچاس بیان کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ مہاجر مہاجروں کے بھائی بنے تھے اور انصار انصار کے۔ مگر فاضل ہشامی اس سے انکار کرتا ہے اس نے ان جدید بھائیوں کی ایک طولانی فہرست ہم وار بتائی ہے۔ ڈیڑھ سال تک یہ معاہدہ اخوت قائم رہا مگر فتح بدر کے بعد اس معاہدہ اخوت میں صرف اتنی ترمیم کر دی گئی کہ وراثت کا ذکر اڑا دیا گیا۔ باقی حقوق تو ایک دوسرے پر بھائی پنے کے قائم رہے لیکن ایک بھائی دوسرے بھائی کے مال کا وارث قرار نہیں دیا گیا۔

حضور انور کی سکونت مدینہ پر سب سے پہلی خواہش یہ ہوئی کہ کسی طرح ایک بڑی مسجد تعمیر ہو جائے چنانچہ چھ ہی مہینے میں یہ آرزو پوری ہوئی اور اس زمانہ کے قابل ایک بڑی مسجد بنائی گئی جو چار

نسرلی تھی اور جس کے ہر حصہ کی وسعت سو ہاتھ بھی چاہیے۔ تین ہاتھ تک تو بنیاد پتھر سے اٹھائی گئی اور باقی دیوار اینٹوں کی تعمیر کی گئی۔

کڑیاں کھجور کے درخت کی ڈالی گئیں اور چھت کو کھجوروں کے پتوں اور ٹہنیوں سے پاٹ دیا گیا۔ اور قبلہ جانب شمال مقرر کیا گیا۔ نماز کے وقت حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شمالی دیوار کی طرف کھڑے ہوتے تھے اور آپ کا رخ بیت المقدس کی طرف ہوتا تھا۔ جانب جنوب قبلہ کے سامنے مسجد کا دروازہ تھا جہاں سے لوگ مسجد کے اندر آتے تھے۔ جب مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف یعنی جانب جنوب بدل گیا تو قبلہ کا رخ اس مسجد کا موقوف کر دیا گیا تھا۔ دوسرا دروازہ جانب غرب بنایا گیا تھا اور اس دروازہ کا نام باب الرحم رکھا گیا تھا یہی نام اب تک اس دروازہ کا چلا آتا ہے۔ جانب شرق تیسرا دروازہ خاص حضور انور کے لئے مخصوص تھا اس دروازہ کے جانب جنوب اور مسجد کی شرقی دیواروں کے قریب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے حجرے بنے ہوئے تھے۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ کا حجرہ بالکل جنوب شرقی گوشہ میں تھا اور اس حجرے کے پیچھے سے مسجد میں راستہ جاتا تھا۔ دوسرا حجرہ حضرت بی بی سودا کا تھا اور اس کے برے حضرت بی بی رقیہ اور آپ کے شوہر حضرت عثمان اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کے حجرے تھے۔ آخر دنوں میں چونکہ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کی تعداد زیادہ ہو گئی تھی اس لئے بعد ازاں حسب ضرورت اسی سیدھ میں برابر حجرے بنتے چلے گئے۔ ہر حجرے میں ایک دروازہ رکھا گیا جس سے حضور انور مسجد میں آسکتے تھے اور یہ دروازہ خاص آپ ہی کے استعمال کے لئے مخصوص تھا۔ اس دروازہ کا نام باب النساء ہے ابھی تک یہ نام دروازہ کا باقی ہے۔ کہتے ہیں کہ یوں تو ہر دروازہ سے عورتیں مسجد میں داخل ہوتی تھیں مگر اس دروازہ کا نام باب النساء اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس میں سے حضور انور کی ازواج پاک کے حجروں میں جانے کا راستہ تھا۔ جانب شمال زمین بالکل کھلی ہوئی تھی وہاں حضور انور کے غریب صحابہ کے لئے جو گھر سے تھے جھونپڑے ڈال دئے جاتے تھے اور وہ وہاں رہتے تھے۔ وہ شب کو مسجد میں آ کے سو رہتے تھے۔ ان لوگوں کا نام اہل صفہ تھا۔ ان کی تعداد چھیاسی بیان کی گئی ہے۔ یہ بہت ہی غریب اور بے بضاعت تھے۔ حضور

[illegible] کچھ حصہ انہیں بھیجا کرتے تھے اور اسی طرح خوشحال مہاجرین اور انصار بھی انہیں کھانا بھیجا کرتے تھے۔ بعد میں جب مسلمانوں نے ترقی کی اور اسلام کی فتوحات ہوئیں تو یہ پریشانی اور مصیبت ساری جاتی رہی اور پھر اہل صُفّہ کا نام ہی نام رہ گیا۔

چند روز کے بعد آپ کے بعض صحابہ نے مسجد کے قریب اپنے لئے مکان بنانے شروع کئے بعض مکانوں میں مسجد میں آنے کے دروازے بھی بنائے گئے جیسا کہ روایت ہے۔ حضور انور نے وصال باری تعالےٰ کے وقت سوائے صدیق اکبر کے سب صحابہ کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیدیا تھا مسجد کے جانب شمال جو عمارتیں بڑھائی گئیں وہ حضور انور کے وصال کے بعد تعمیر ہوئی تھیں۔ [illegible] یعنی حضور انور کا روضہ مبارک اس زمانہ کی نسبت تین یا چار ایکڑ زمین پر بنا ہوا ہے حضور انور کی مسجد اگرچہ موجودہ لحاظ سے ایک بہت ہی معمولی درجہ کی عمارت تھی لیکن اپنی عظمت میں وہ تمام دنیا کے شاہی محلات سے زیادہ سمجھی جاتی تھی اس زمانہ میں حضور انور کی کل ضروریات کے لئے بہت کافی تھی۔ مذہبی اور سیاسی کل معاملات یہیں طے ہوتے تھے اور یہیں تمام صحابہؓ اور تمام سفیر جمع ہوتے تھے یہاں حضور انور اور آپ کے صحابہ اپنے وقت کا بہت بڑا حصہ صرف کرتے تھے۔ سب سے پہلے علی الاعلان خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کی گئی تھی۔ یہاں اٹھویں روز یعنی جمعہ کو بہت بڑا مجمع ہوتا تھا۔ اور آسمانی احکام سامعین کو سنائے جاتے تھے اسی جگہ سے حضور انور نے اپنے سفیر مشرقی شاہوں اور شہنشاہوں کے پاس بھیجے۔ اور اُن کی دعوت اسلام کی یہیں حضور انور نو مسلم قبایل کے سرداروں سے ملا کرتے تھے اور یہیں سے جزیرہ نما کی آخری حدود تک حضور انور کے فرمان پر احکام جاری ہوتے تھے اور یہیں حضرت بی بی عائشہ صدیقہ کے مبارک حجرہ میں آپ مدفون ہوئے۔

مدینہ پہنچنے کے سات مہینے کے بعد حضرت بی بی عائشہ صدیقہ اور حضرت بی بی سودا کے حجرے تیار ہوئے تھے۔ جاڑے کے وسط میں حضور انور ابو ایوب کے مکان سے حضرت بی بی سودا کو لے کے اس نئی عمارت میں چلے آئے تھے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت بی بی عائشہ آپ کی ازواج پاک میں داخل ہو کے یہاں تشریف لے آئی تھیں۔

طبری اپنی کتاب (صفحہ ۱۲۲) میں لکھتا ہے کہ حضرت بی بی عائشہ سے حضور انور نے مدینہ

پہنچنے سے آٹھ مہینے کے بعد شادی کی تھی دوا ۶ حضرت صدیق [illegible]
غرض ترپن یا چون برس کی عمر میں حضور انور کی زندگی کا ایک نیا [illegible]
بیان ہے کہ حضور انور نے اس زمانہ میں کثرت ازدواجی میں قدم رکھا اس [illegible]
کتاب کے دوسرے حصہ میں لکھ چکے ہیں اور یہ دکھا چکے ہیں کہ حضرت بی بی عائشہ یا اور بی
بیبیوں سے شادی کرنے کے کیا اسباب تھے عیسائیوں کا یہ اعتراض کہ [illegible]
بہت کم عمر تھیں محض غلط اور لغو ہے کسی آسمانی کتاب کا کوئی قانون اس کی شہادت نہیں
دیتا کہ چھوٹی عمر میں شادی کرنا ناجائز ہے آپ اگرچہ کچھ نہیں لیکن اوّل درجہ کی قابل۔ روشن ضمیر
اور عقلمند تھیں سمجھ میں نہیں آتا کہ فاضل مصنف ویل اور سر ولیم میور نے کیوں اس شادی پر
اعتراض کیا ہے اگر وہ حضرت مسیح کا نمونہ پیش کریں کہ انہوں نے ایک بھی شادی نہ کی تھی
تو یہ اُن کی بڑی بھاری غلطی ہے۔ انجیل کی شہادت کے بموجب تو اُن پر سر منڈاتے ہی اولے
پڑے ادھر انہوں نے آسمانی بادشاہت کا وعظ کہنا شروع کیا اور اُدھر اُن کی زندگی کا
پر آشوب زمانہ شروع ہوا اور وہ پر آشوب زمانہ دو ڈہائی سال کے بعد ختم ہو گیا یعنی یہودیوں
نے انہیں پکڑ کے صلیب پر چڑہا دیا اور بیچارے بتیس تینتیس برس کی نوجوان عمر میں دنیا سے رخصت
ہو گئے۔ اگر وہ ستر اسی تک زندہ رہتے تو اس وقت معلوم ہوتا کہ آیا وہ سابق کی الہامی قوانین کو
توڑتے یا نہیں غالباً ہرگز نہ توڑتے کیونکہ اُن کا یہ دعوےٰ تھا کہ آسمان کا ٹل جانا آسان ہے لیکن توریت
کے ایک شوشے کا ٹلنا ناممکن ہے اگرچہ یہ قول یہودیوں کی خوشامد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ
نے اپنی عمر میں توریت نہیں دیکھی تھی صرف حضرت یحیےٰ کی وعظوں سے کچھ باتیں یاد کر لی تھیں اور
جب وعظ کہنے لگے تو وہی باتیں الٹ پلٹ کے یہودیوں کے آگے بیان کر دیں۔
سر ولیم میور فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے دوسری شادی کر کے عیسائیت یا نصرانیت کے اصول کو
توڑ ڈالا ہے جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے انجیل میں کوئی قول حضرت مسیح کا کثرت ازدواجی کی ممانعت
کے بارہ میں نہیں دیکھا۔ بنی اسرائیل کے اکثر پیغمبر اس رسم کو [illegible] سمجھتے تھے بہت سے پیغمبروں کا
پتہ لگتا ہے جن کی بی بیوں کی تعداد درجنوں سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی اس کا تو خدا کو علم ہے کہ
اُن پیغمبروں نے ملک کے رواج کے مطابق یا کسی مصلحت سے اتنی شادیاں کی تھیں [illegible]

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نکاح کی ایک خاص مصلحت اور غایت ہوتی تھی آپ کے متعدد نکاحوں سے بڑے بڑے دشمن قبیلے جن میں خاندانی عداوت چلی آتی تھی آپس میں شیر و شکر ہو گئے تھے غرض اس پر مفصل بحث ہم اپنے مقدمہ تفسیر الفرقان میں کر چکے ہیں اور اس مسئلہ کو ایسا صاف کر کے دکھا دیا ہے کہ اس میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عیسائیوں کی تو عادت ہے کہ جو اعتراض اول دن سے کیا گیا ہے اگرچہ اس کے جواب صدہا ہو چکے مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ کئے جاتے ہیں اور جب اُن کا جوش مخالفت ابھرتا ہے اور ولولہ اُٹھتا ہے تو وہ اُسی پرانے اعتراض کو پیش کر دیتے ہیں اور گزشتہ جوابات کو نہیں دیکھتے اور نہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

معترضین اسلام کا کوئی اعتراض ایسا نہیں ہے جس کے صدہا جوابات نہ ہو چکے ہوں مگر عیسائیوں نے اُن جوابات سے عمداً چشم پوشی کی ہے اور شل کولہو کے بیل کے اپنے مرکز کو نہیں چھوڑتے تو بھی ہر قرن میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں کہ ہر ہر پہلو سے جوابات دیتے اور عیسائیوں کو ساکت کرتے رہتے ہیں۔ فقط
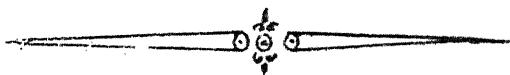
تیسرا باب ۳

ہجرت کے بعد دو سال

حضور انور کے مدینہ میں داخل ہونے اور یہاں قیام کرنے سے چند گروہوں میں ایک سمجھوتہ ہوگیا اور سب باطمینان اپنا کام کرنے لگے وہ لوگ جو حضور انور کے ساتھ مکہ سے مدینہ آئے تھے یا جنھوں نے محض آپ کی خاطر پہلے ہی اپنا وطن چھوڑ دیا تھا انہیں مہاجرین کے معزز لقب سے پکارا گیا ان مہاجرین کی تعریف خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں بھی کی ہے۔ یہ مہاجرین حضور انور کے دل دادہ اور سچے عاشق تھے جنھوں نے اپنے عزیز گھر اور اپنا مال وطن صرف حضور انور کے لئے چھوڑ دیا تھا وہ حضور انور کو نہ صرف روحانی پیشوا یا نجات دہندہ سمجھتے تھے بلکہ اپنا اصلی بادشاہ اور حقیقی آقا جانتے تھے جو لوگ مکہ سے وقتاً فوقتاً مدینہ میں داخل ہوتے گئے ان کے لئے مہاجر کا لقب برابر چسپاں ہوتا گیا مگر جب مشرکوں کی عملداری کا خاتمہ ہوگیا ہجرت کا زمانہ بھی ختم ہوگیا اب ان لوگوں کو دیکھنا چاہئے جو مدینہ میں حضور انور پر ایمان لائے انھوں نے حضور انور سے ایسا معاہدہ کر لیا اور اپنے معاہدہ پر ایسے قائم رہے گویا کہ بالکل ایک خون ہوگئے۔ انھوں نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم پر اگر کوئی حملہ ہوا تو حضور انور کی مدد کریں گے اس عہد پر وہ قائم رہے اور حملہ کے وقت مہاجرین کے ساتھ مل کے خوب مردانگی کی داد دیتے رہے۔ اسی لئے ان کا لقب انصار یا مدد دینے والا رکھا گیا۔ اوس اور خزرج کے دیرینہ تعلقات کو انھوں نے بالکل بھلا دیا اور انھوں نے اس بات کو بخوبی سمجھ لیا کہ حضور انور ہمارے روحانی پیشوا ہیں اور جو قوانین حضور انور کی طرف سے نافذ ہوں انہیں کی پابندی ہم پر لازم ہے وہ بالکلیہ حضور انور کی مرضی کے تابع ہوگئے اور دیرینہ قضیوں۔ جھگڑوں اور دشمنی کو بھلا دیا اگرچہ ابتدا میں بعض اوقات صدیوں کی دشمنی کا رنگ ان میں ظاہر ہوتا رہتا تھا لیکن یہ بات تعجب سے دیکھی جائے گی کہ چند روز میں جا کر وہ قدیمی دشمن کس طرح آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے۔ ٹھیک تعداد انصار کی ہمیں نہیں معلوم لیکن جن لوگوں نے سب سے پہلے حضور انور سے بیعت کی ہے ان کی تعداد بہتر تھی ممکن ہے یہ بہتر آدمی ایک بہت بڑے قبیلے کے وکیل ہوں مگر مدینہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی اس بات

[illegible] دیکھی لیکن خاص ایک قوت جاذبہ سے نوجوانان دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے

[illegible] کو [illegible] نہیں ہوتا کہ عربوں کے تمدن اور معاشرت کے مطابق

ہر قبیلہ اپنی جداگانہ زندگی بسر کرتا تھا اور ایک کو دوسرے سے کچھ سروکار نہ تھا اور نہ ابتدا میں کوئی

بات ایسی ہوئی تھی کہ مدینہ قبائل نے مسلمانوں کے دشمن ہو جاتے اور انھیں تکلیفیں دیتے جن

لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ حضور انور کے احکام کی فرمانبرداری کرتے تھے اور جو لوگ

مسلمان نہیں تھے وہ اپنے کاروبار اور اپنے مذہبی عقاید میں سرگردان تھے اور اپنے دوسرے

بھائی سے یا دوسرے قبیلے سے زیادہ سروکار نہ رکھتے تھے مگر تو بھی ان میں ناراضگی پیدا ہوتی چلی

تھی اور عام طور پر مخالفت [illegible] لگ چکی تھی کیونکہ عبداللہ ابن اُبی جو قبیلہ خزرج

کا سردار تھا اور مدینہ کا بہت بڑا رئیس تھا وہ حضور انور کی روز افزوں ترقی سے چوکنا ہو گیا تھا

[illegible] پاس لوگ آ کے حضور انور کے حالات بیان کرتے تھے کہ آج حضور انور نے یہ

فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے اور آج اتنے آدمیوں نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُسے جتایا

جاتا تھا کہ اگر کوئی انتظام نہ ہوا تو سارا مدینہ ایک دن مسلمان ہو جائے گا۔

ہشامی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۵ میں لکھتا ہے کہ ایک دن حضور انور نے گھوڑے کو کسوایا اور سعد

ابن عبیدہ کی عیادت کے لئے اس پر سوار ہو کے روانہ ہوئے اور راستے میں آپ نے دیکھا کہ

عبداللہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہوا ہے اور اپنی قوم کے بہت سے آدمیوں سے باتیں کر رہا ہے

جب آپ ادھر سے گزرے تو آپ کے اخلاق کریمانہ نے یہ بات نامناسب خیال کی کہ اس کے پاس سے

گزر جائیں اور اس سے کچھ بات چیت نہ کریں۔ چنانچہ آپ نے گھوڑے کو ٹھہرایا اور اُتر پڑے۔ عبداللہ

کے پاس جا کے اُسے سلام کیا اور اُس کے قریب بیٹھ گئے۔ اور آپ نے چند آیتیں قرآن مجید کی اُس

اُس کے آگے پڑھیں اور اُسے مسلمان ہونے کی ترغیب دی جب تک آپ قرآن مجید کی آیتیں پڑھتے

رہے عبداللہ نہایت خاموشی سے قرآن مجید کو سنتا رہا جب آپ ختم کر چکے تو اس نے کہا کہ اے محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تمہاری یہ باتیں سچی ہوں تو اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے مگر آپ کیلئے

یہی بہتر ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھ کے اس قسم کی باتیں کیا کیجئے جو آپ کے پاس آئے اُسے قرآن

سنائیے اور مسلمان ہونے کی ترغیب دیجئے مگر جو شخص آپ کے پاس نہیں آتا نہ آپ کو بلانے کا کوئی

پیغام بھیجا ہے آپ کو مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کے پاس آکے اس کو پریشان کریں۔ اس کو تکلیف دیں اور اس کا وقت ضائع کریں۔ ایک شخص آپ کی باتوں کو ناپسند کرتا ہے پھر آپ کیوں اُسکو ایسی باتیں سناتے ہیں۔ حضور انور یہ دل آزار جملے اور یہ خلاف تہذیب جواب سن کے خاموش اُٹھ بیٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو کے سعد ابن [illegible] کے پاس آئے جہاں آپ کا تشریف لیجانے کا ارادہ تھا اور عبداللہ کی باتوں کی ساری کیفیت بیان کی۔ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کوئی بات نہیں ہے جو وہ کہتا ہے اُسے بکنے دیجئے آپ جب خدا کی طرف سے عالم کی رحمت بنا کے بھیجے گئے ہیں اور صرف ہماری ہدایت کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں تو پھر ایسی باتوں کا خیال کرنا نہ چاہئے۔ آپ تلقین اسلام کئے جائے چاہے کوئی سنے یا نہ سنے۔

سر ولیم میور صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی خفت مٹانے کے لئے ایک نیا الزام ہے مسلمانوں پر یہ رکھا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں چونکہ روزمرہ لوگ بکثرت مسلمان ہو رہے تھے اس لئے قدرتاً اُن کا سچا ایمان حضور انور یا اسلام پر نہیں تھا وہ بظاہر تو مسلمان ہو جاتے تھے لیکن دل میں حضور انور سے نفرت کرتے تھے اور جب وہ حضور انور سے علحدہ ہو جاتے تھے تو آزادی سے اپنے اصلی عقاید کا اظہار کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ایک غیر ملک کے شخص پر کیوں ایمان لانے لگے اور ہم کیوں اپنی آزادی اس شخص کے ہاتھ بیچنے لگے۔ ان لوگوں کا نام منافقین رکھا گیا ہے یہ سر ولیم میور اور اُن کے ہمخیالوں کا [illegible] اتہام ہے کوئی شخص مثل حضرت مسیح کے حواریوں کے مسلمان ہو کے اسلام کی طرف سے مشتبہ کبھی نہیں ہوا یہ صفت تو حضرت مسیح کے حواریوں میں ہی تھی کہ جو شخص زبانی حضرت مسیح پر ایمان لے آئے تھے مگر دل سے اُن پر یقین نہ رکھتے تھے روزمرہ مختلف سوال کر کر کے انھیں پریشان کر دیا تھا۔ کبھی کہتے تھے کہ ہمیں یہ معجزہ دکھاؤ۔ کبھی کہتے تھے۔ معجزہ دکھاؤ جب ان لوگوں کے سوالات کی بھرمار ہوئی اور ہر وقت معجزے طلب ہونے لگے تو آخر کار حضرت عیسےٰ نے جل کے یہ کہدیا تھا کہ اس زمانہ کے حرامکار اور بدکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں اسی طرح سر ولیم میور صاحب نے حضرت مسیح کی یہ کمزوری تقسیم کرلے کے لئے حضور انور پر یہ الزام لگایا ہے کہ بہت سے آدمی جو آپ پر ایمان [illegible] تھے [illegible] ایمان [illegible] سے آپ پر ایمان نہیں رکھتے تھے قرآن مجید اور صحیح حدیثیں اس بات کا [illegible] یہ لوگ جو منصوبہ

ہوئے آتے کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے اور اپنے دوستوں کے مجمع میں آکے اسلام کا انکار اور اپنے
عقاید کا اصرار کرتے تھے یہ کیا تو یہودیوں کے مخبر تھے جو مسلمانوں کا اندرونی حال دریافت کرواتے
تھے یا قوم کے اوباش اور بدمعاش لوگ تھے جو محض مذاق اڑانے کے لئے مسلمانوں میں آکے مل
جاتے تھے اور پھر اپنے دوستوں میں جاکے مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے پھرتے تھے ان کا ذکر قرآن مجید
میں بھی آیا ہے اور ان کی شرارت۔ بے ایمانی۔ بددیانتی اور شیطنت کے متعلق خداوند تعالےٰ
نے تہدید آمیز احکام نافذ فرمائے ہیں ایسے لوگوں کو سر ولیم میور کا مسلمان کہنا عامۂ خلائق کو سخت دہوکا
دہی اور ابلہ فریبی ہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان منافقوں کا قرآن مجید میں جو کچھہ ذکر آیا ہے اسے نقل کریں
تاکہ ناظرین اس بات کو سمجھیں کہ یہ لوگ چند منٹ کے لئے بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے انھیں مسلمان
سمجھنا خواہ مخواہ ایک غلط واقعہ کی تصدیق کرنا ہے چنانچہ قرآن مجید میں خداوند تعالےٰ فرماتا ہے
جو الٓمٓ کے شروع ہی میں بیان ہوا ہے جس کا صرف ترجمہ کر دینا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔

(ترجمہ) اور لوگوں میں سے بعض ایسے (بھی) ہیں جو (فقط زبان ہی سے) کہتے ہیں (کہ) ہم اللہ پر
اور قیامت پر ایمان لائے حالانکہ (درحقیقت) وہ مومن نہیں ہیں بلکہ اللہ کو اور ان لوگوں کو جو
ایمان لائے دہوکا دیتے ہیں۔ اور نہیں دہوکا دیتے مگر اپنے نفسوں کو اور نہیں سمجھتے۔ ان کے دلون
میں مرض ہے پھر اللہ نے ان کا (اور) مرض بڑہا دیا اور اس سبب سے (کہ وہ) جھوٹ بولتے
تھے۔ ان کے لئے تکلیف دہ عذاب ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت
ڈالو (تو) کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرتے ہیں۔ خبردار ہو (کہ) بیشک وہی ہیں جو فساد ڈالتے
ہیں ولیکن سمجھتے نہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا (کہ اور) لوگ ایمان
لائے ہیں (تو) کہتے ہیں کیا ہم (اس طرح) ایمان لائیں جیسا کہ بیوقوف ایمان لائے ہیں۔
خبردار ہو (کہ) بیشک وہی ہیں (جو) احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔ اور یہ لوگ جب ایمانداروں
سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے سرداروں کے ساتھ اکیلے ہوتے ہیں
(تو) کہتے ہیں بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف (مسلمانوں سے) مسخراپن کرتے ہیں اللہ
ہنسی اڑاتا ہے ان کی اور مہلت دے رکھی ہے انھیں (کہ) اپنے کفر میں غلطاں و پیچاں رہیں
یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی سو نہ ان کی (اس تجارت نے

(اُن کو) نفع دیا اور نہ راہ (ہدایت) پر رہے۔ اُن کی مثال اُس شخص کی مانند ہے جس نے (مجمع میں) تیز آگ جلائی۔ پس جب (آگ نے) اُس کے آس پاس کی چیزوں کو خوب روشن کر دیا تو خداوند (تعالیٰ) نے اُن روشنی بجھادی اور انھیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا (اب انھیں کچھ) نہیں سوجھتا۔ (یہی لوگ) بہرے (ہیں کہ حق بات سُن نہیں سکتے) گونگے (ہیں کہ زبان سے کلمہ خیر نکال نہیں سکتے)۔ اندھے ہیں (ہیں کہ راہ ہدایت نہیں دیکھ سکتے) کہ وہ (کسی صورت سے بھی اپنی گمراہی اور نفاق سے) نہیں باز آتے۔ یا (اُن کی مثال اُن لوگوں کی سی ہے جن پر) آسمان سے مینھ (برسا کہ) جس میں (طرح طرح کی) تاریکیاں اور گرج اور بجلی ہے موت کے خوف سے بجلی کی کڑک کے مارے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں دے لیتے ہیں۔ اور اللہ منکروں کو (اس طرح) گھیرے ہوئے ہے (کہ اس کی گرفت سے ذرا بھی نہیں کھسک سکتے) قریب ہے کہ بجلی اُن کی بینائیوں کو اُڑا لے جائے۔ جب اُن کے آگے (بجلی) چمکتی تو اُس (کی روشنی) میں ٹھٹک ٹھٹک کے چلنے لگتے اور جب اُن پر اندھیرا چھا جاتا تو کھڑے (کے کھڑے) رہ جاتے اور اگر اللہ چاہے (یوں بھی) اُن کی سماعت اور اُن کی بصارت کو سلب کر لے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہشامی اپنی تاریخ صفحہ ۱۸۳ میں ابن اسحٰق کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ یہودی علماء کو بڑی بھاری دشمنی حضورِ انور سے صرف اس بنا پر تھی کہ پیغمبر ہم میں سے کیوں نہ پیدا ہوا اور اہل عرب میں پیغمبر کا کیوں ظہور ہوا۔ ایسے لوگ زیادہ تر اوس اور قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے باپ دادا کی طرح سے بت پرستی پر مائل تھے اور سچے ایمان سے نفرت کرتے تھے وہ سچا ایمان جو اسلام نے تلقین کیا تھا یہ لوگ اسلام کو صدمہ پہنچانے کی طرح طرح کی ترکیبیں کرتے تھے منجملہ اُن کی اور ترکیبوں اور تدبیروں کے یہ بھی تھی کہ وہ بظاہر مسلمان ہو جاتے تھے لیکن دل میں حضورِ انور کے دشمن تھے اور الٹی سیدھی باتیں بنا کے آپ کو اور دین خدا کو بدنام کرتے تھے۔

مدینہ کے نواح میں یہودیوں کے قبائل زیادہ تر آباد تھے اور اُن سب کی بالکل مختلف حالت تھی۔ سر ولیم میور صاحب در پردہ حضورِ انور پر نکتہ چینی کرتے ہیں چونکہ یہودیوں کا زور بہت تھا اس لئے حضورِ انور خصوصیت سے اِن کی طرف رجوع تھے۔ اُن کا سا روزہ رکھتے تھے اور بہت سی رسمیں یہودیوں کی لے لی تھیں یہاں تک کہ یہودیوں کے قبلہ کو اپنا قبلہ بنا لیا تھا اور مع حضورِ انور کے آپ کے کل صحا

اپنی پانچ وقت کی نماز یہودیوں کے قبلہ کی طرف مونہ کرکے ادا کرتے تھے۔ کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں یہودیوں سے اختلاف ہوتا ہاں صرف اگر تھی تو یہ بات تھی کہ آپ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا ورنہ یہ باتیں کرکے انھیں اپنا بنانا چاہتے تھے اور آپ کا دلی منشا یہ تھا کہ یہودیوں سے کامل اتحاد پیدا ہو جائے۔ مدینہ میں پہنچتے ہی چند روز کے بعد آپ نے اُن کے کل طریقے اختیار کرلئے تھے کیونکہ آپ نے باہمی رضامندی کا اُن سے معاہدہ کرلیا تھا اور اُن کے مذہب اور ملکیت کے برقرار رکھنے پر مہر کردی تھی میور صاحب کی میٹھے لفظوں میں یہ نکتہ چینی قابل التفات نہیں ہے یہودیوں کا مذہب یا اُن کتابیں صرف حضور انور نے آسمانی تسلیم نہیں کیں بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے تو بڑے جوش سے یہ فرمایا تھا کہ زمین و آسمان کا ٹل جانا آسان ہے مگر توریت کا ایک شوشہ بھی نہیں ٹلنے کا ہمارے خیال میں اس سے زیادہ اتحاد قائم کرنے کی ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی جبکہ وہ بعض موقعہ پر صریح طور پر توریت کے احکام کی مخالفت کر چکے تھے مگر پھر بھی یہودیوں کے غلبہ سے مغلوب ہوکے انھوں نے مذکورہ بالا قول یہ فرما دیا تھا تو اب ہمارے مسیح مورخ کی یہ نکتہ چینی کہ حضور انور نے یہودیوں کو قوی دیکھ کے اُن کے کل طریقوں پر عمل کرنا شروع کردیا تھا محض غلط اور لغو ہے۔ یہودیوں کا مذہب آسمانی تھا یہودیوں کو جو کتاب ملی تھی آسمانی تھی اور ابھی تک اس کتاب میں جو یہودیوں کے پاس تھی کچھ نہ کچھ آسمانی احکام باقی تھے مثلاً روزے رکھنا قربانی کرنا ختنہ کرنا اور یہ وہ احکام تھے جو سب ہی یکے بعد دیگرے اِن پر عمل کرتے چلے آئے تھے۔ جو عیب کہ سر ولیم ہمارے ہادی برحق آقائے نامدار کے سر تھوپتے ہیں وہی الزام اُن کے خداوند مسیح پر بھی عاید ہوتا ہے۔ حضرت مسیح نے کیوں اقرار کیا تھا کہ آسمان کا ٹل جانا آسان ہے مگر توریت کا ایک شوشہ نہیں ٹلنے کا محض اسی لئے کہ وہ آسمانی کتاب مانتے تھے اسی طرح اگر حضور انور نے بھی اِن احکام الٰہی کی پابندی کی۔ جن میں خداوند تعالےٰ نے کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ نہیں کی تو اس سے کونسا الزام عاید ہو سکتا ہے حضرت مسیح نے سر ولیم میور جیسے خواہ مخواہ عیب لگانے والوں کی نسبت کیا اچھا کہا ہے جیسا کہ متی باب سات آیت ایک لغایت پانچ میں لکھا ہوا ہے۔

۱۔ عیب نہ لگاؤ کہ تم بھی عیب نہ لگایا جاوے۔ ۲۔ کیونکہ جس طرح تم عیب لگاتے ہو اسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جائے گا اور جس پیمانہ سے

تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔ ۳۔ اور کیوں اُس
تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے دیکھتا ہے پر اُس کانڑی پر جو تیری
آنکھ میں ہے نظر نہیں کرتا ہے۔ ۴۔ یا کیونکر تو اپنے بھائی کو کہتا اُس تنکے کو جو
تیری آنکھ میں ہے نکال دوں اور دیکھ خود تیری آنکھ میں کانڑی ہے
۵۔ اے ریاکار پہلے کانڑی کو اپنی آنکھ سے نکال تب اُس تنکے کو اپنے
بھائی کی آنکھ سے اچھی طرح دیکھ کے نکال سکے گا۔

ابن اسحٰق نے وہ معاہدہ نقل کیا ہے جو حضور انور سے اور یہودیوں سے ہوا تھا جس سے مطلق یہ
نہیں پایا جاتا کہ حضور انور یہودیوں کی قوت دیکھ کے آپ اُن سے زیادہ متحد ہونا چاہتے تھے غرض
وہ معاہدہ یہ ہے جو ہم ذیل میں ابن اسحٰق سے نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عہدنامہ ہے مسلمان قریشیوں اور یثرب کے رہنے والوں کے درمیان اور اس شخص کے درمیان جو
جب کبھی اس معاہدہ کی شرطوں کا پابند ہونا چاہے کیونکہ ایمان کے لحاظ سے یقیناً وہ بہ نسبت اور مخلوق
خدا کے خاص لوگ ہیں۔ مہاجرین اپنے مختلف گروہوں کے مطابق اگر ان میں کوئی خون ہو جائے گا
تو وہ اس کا خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کو عزت کے ساتھ فدیہ دے کے رہائی دلوائیں
گے۔ بنی عوف کے لوگ اپنی ذات اور قوم کے مطابق اسی طرح اس شرط کے پابند ہوں گے جو شخص
سرکش ہوگا یا دشمنی یا جھوٹی خبریں مسلمانوں میں مشہور کرے گا تو ہر شخص کا فرض منصبی ہوگا کہ اس کے
خلاف ہو جائے خواہ ان میں سے وہ کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو کوئی مسلمان ایک کافر کے قتل پر قتل
نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی کافر کی ایک مسلمان کے مقابلہ میں تائید کی جائے گی یہودی کا حق ہوگا
کہ وہ مسلمانوں کو مدد دے پھر انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے گی اور نہ کسی بیرونی حملہ آور
کی ان خلاف مدد کی جائے گی کوئی بھی غیر مسلم مکہ کے کسی قریش کو اپنے ہاں پناہ نہیں دینے گا اور نہ
اپنے مال سے اس کو مدد دے گا جو شخص ایک مسلمان کو بلا وجہ قتل کر ڈالے گا اس سے قصاص
لیا جائے گا اور کل مسلمان قاتل کے خلاف مثل ایک شخص کے سمجھے جائیں گے خدا کی لعنت اور

روز انصاف میں خدا کا غضب اس پر نازل ہوگا جو اس قاتل کو مدد دے گا یا اُسے اپنے ہاں پناہ دے گا۔ اور جب مسلمان کسی قوم سے جنگ کریں گے تو یہودیوں کا فرض ہوگا کہ انھیں مدد دیں اور وہ یہودی جو بنی عوف۔ بنی نضیر اور بنی اوس وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں گویا وہ مسلمانوں کے ساتھ قوم واحد سمجھے جائیں گے۔ اگر یہودیوں میں سے کوئی یہودی اس معاہدہ کے خلاف کوئی کاروائی کرے گا تو نہ صرف اُسے بلکہ اس کے خاندان کو بھی سزا دی جائے گی۔ کوئی شخص بغیر حضور انور کی اجازت کے باہر نہیں جا سکے گا (مطلب صرف یہ ہے کہ مدینہ سے باہر جاتے اطلاع کر دے کہ میں فلاں مقام پر فلاں کام کے لئے جاتا ہوں) یہودی اپنے اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔ اگر کسی شخص پر حملہ ہوگا تو دوسرے پر اس کی مدد فرض ہوگی جو لوگ اس معاہدہ کے پابند ہوں گے اُن کے لئے مدینہ ایک پاک مقام اور امن کی جگہ سمجھا جائے گا۔ باہر کے لوگ جو شہر والوں کی حفاظت میں ہوں گے ان سے مثل اُن کے محافظوں کے برتاؤ کیا جائے گا۔ نئے سوالات اور شکوک جن سے امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہوگا وہ سب خدا اور اُس کے رسول کے آگے فیصلہ کے لئے پیش ہوں گے۔

جو شخص اس عہدنامہ کی شرطوں میں کچھ ترمیم کرے گا وہ ظالم اور بدکار متصور ہوگا۔ فقط

ہشامی نے جو یہ معاہدہ ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کامل نہیں ہے کیونکہ خود ہشامی لکھتے ہیں کہ میں نے محض اختصار کے طور پر اسے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے۔ میور صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ ابن اسحٰق نے اصلی تحریری معاہدہ سے نقل نہیں کیا بلکہ یادداشت کے طور پر شرطوں کی ترتیب دی ہے ہم اس بات کو قبول کرتے ہیں مگر صرف اپنے فاضل مسیحی مورخ سے اتنا دریافت کرتے ہیں کہ موجودہ چار انجیلیں کس دستاویز کی نقل ہیں اگر یہ ایک زمانہ دراز کے بعد صرف یادداشت پر نہیں لکھی گئیں تو حضرت مسیح کی عبری انجیل کہاں سے آئی جس سے چار حواریوں نے یہ چار ٹکڑے ترتیب دے لئے۔ ابن اسحٰق نے جب معاہدہ کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے تو مثل اناجیل کے یہودیوں نے اس معاہدہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اور نہ اس کی کسی شرط کو مصنوعی بتایا تھا لھٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور انور اور یہودیوں کا یہ عہدنامہ نہایت ایمانداری سے ابن اسحٰق نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اگرچہ یہ معاہدہ حضور انور اور یہودیوں میں ہو گیا تھا مگر یہودیوں کی دشمنی

پے در پے بڑتی گئی جبکہ صاف طور پر اعلان دیا گیا کہ جس طرح یہ لوگ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں اسی طرح حضور انور کی شان اور عظمت کو جانتے ہیں مگر تعصب۔ حسد اور دشمنی سے انکار کرتے ہیں قرآن مجید میں صاف طور پر بنی اسرائیل کی بدوضعی اور بد افعالی کا ذکر آیا تو اُن لوگوں کو اور بھی برا معلوم ہوا اور یہ سمجھے کہ ہمارے باپ دادا کو علانیہ گالیاں دی جاتی ہیں وہ حضور انور کی خدمت میں آتے تھے اور محض پریشان کرنے کے لئے الٹے سیدھے سوالات کرتے تھے مگر حضور انور نہایت اخلاق سے اُن کے مذاق اور اُن کی عقل کے مطابق اِن سوالوں کا جواب دیدیتے تھے مثلاً حضور انور کے پاس چند یہودی آئے اور سوال کیا اے ابو القاسم ہم آپ سے چار باتیں دریافت کرتے ہیں اگر آپ نے ان کا ٹھیک جواب دیدیا تو جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم اس میں آپ کی تصدیق کریں گے حضور انور نے ارشاد کیا کہ جو کچھ تم پوچھوگے میں بتاؤں گا۔ پہلا سوال یہودیوں نے یہ کیا کہ نطفہ تو باپ کا ہوتا ہے بچے ماں کی ہم شکل کیوں پیدا ہوتے ہیں حضور انور نے ارشاد کیا کہ میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تمہیں دیتا ہوں کہ تمھیں اس بات کا علم ہے کہ مرد کا نطفہ سفید اور غلیظ ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ سرخ اور اور رقیق ہوتا ہے اگر مرد کا نطفہ عورت پر غالب ہوگیا تو بچہ باپ کی شکل ہوگا ورنہ اس کے برعکس سمجھ لو۔ یہودیوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر یہودیوں نے یہ سوال کیا کہ توریت کے نزول سے پہلے اسرائیل نے کون سی چیز اپنے اوپر حرام کرلی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ اسرائیل کی رغبت زیادہ تر شراب اونٹ کا گوشت اور اونٹ کے دودھ پر تھی جب وہ کھاتے کھاتے بیمار ہوگیا اور پھر اس مرض سے نجات پائی تو توریت کے نزول سے پہلے یہ چیزیں اپنے اوپر حرام کرلیں۔ یہودیوں نے کہا بیشک آپ درست فرماتے ہیں۔ پھر یہودیوں نے سوال کیا کہ آپ اپنے خواب کی کچھ کیفیت بیان کیجئے۔ حضور نے ارشاد کیا کہ تم اس مرد کی کیونکر تحقیق کرسکتے ہو جس کی نسبت تمہارا یہ گمان ہو کہ دعوے کرنیوالا وہ شخص نہیں ہے میرے خواب کی یہ حالت ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ یہودیوں نے کہا اچھا پھر انھوں نے دریافت کیا آپ کچھ روح الامین کی خبر ہمیں دیں آپ نے فرمایا کہ روح الامین جبرئیل کو کہتے ہیں۔ یہودیوں نے کہا بیشک یہی شخص ہے جو آپ کے پاس خبریں لاتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے اگر جبرئیل کا واسطہ بیچ میں نہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی متابعت کرتے اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے اور خود خداوند تعالےٰ نے یہودیوں کے اس بیہودہ سوال کا جواب دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

قل من کان عدو الجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ وھدی و بشری للمؤمنین۔ من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکٰل فان اللہ عدو للکفرین ولقد انزلنا الیک اٰیٰت بینٰت وما یکفر بھا الا الفاسقون۔

یہودیوں کی طرف سے سوال کرنے والا عبداللہ بن صوریہ تھا اور یہی یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ جب یہودیوں کو یہ جواب دیا گیا تو اُن تن بدن میں مرچیں لگ گئیں اور عبداللہ بن صوریہ مع اپنے ساتھیوں کے خفا ہوکے چلا گیا۔ ان یہودیوں میں بعض ایسے بھی لوگ تھے حضور انور پر سچے دل ایمان لے آئے تھے اور آخیر تک حضور کے جان و مال سے مدد و معاون رہے چنانچہ ان میں سے سب سے بڑے عبداللہ بن سلام ہیں جن کا پایہ یہودی علما میں سب سے بڑا ہوا تھا۔ ان کے مسلمان ہونے کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک دن وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضور انور نے اُن کے چہرہ کی طرف دیکھا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص دروغ گو نہیں ہے بلکہ اسے حقیقت کے راستہ کی تلاش ہے آپ نے ان کی صورت دیکھ کے یہ فرمایا۔ افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بالسلام۔ عبداللہ بن سلام یہ سنتے ہی اپنے گھر واپس چلے گئے اور دوبارہ تخلیہ میں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تین باتیں آپ سے دریافت کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ان باتوں کا جواب سوائے انبیا اور کوئی نہیں دے سکتا آپ یہ فرمائے کہ سب سے پہلی قیامت کی علامت کیا ہوگی دوسرے یہ فرمائیے کہ اہل بہشت کا پہلا کھانا کیا ہوگا تیسری یہ بیان کیجئے کہ کیا وجہ ہے کہ بعض بچے کچھ تو اپنے باپ کے مشابہ ہوتے ہیں اور کچھ ماں

ف۔ کہہ دو کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہو (اُسے چاہئے کہ دل ہی دل میں گھٹ کے مرجائے) کیونکہ اُس نے قرآن کو خدا کے حکم سے تمہارے دل میں ڈالا ہے حالانکہ (قرآن) جو (کتابیں اس سے) پہلے (نازل ہوئیں) ہیں اُنکی تصدیق کرتا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اُس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو بیشک اللہ بھی (ایسے) کافروں کا دشمن ہے۔ اور (اے محمد) البتہ ہم نے تمہارے پاس (ایسی) روشن آیتیں بھیجی ہیں (کہ جن سے) صاف (معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں) اور سرکشوں کے سوا کوئی) اُن سے انکار نہیں کرتا۔
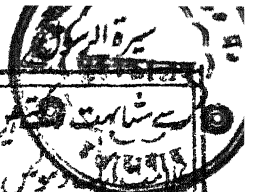
سے مشابہت [illegible] ہیں۔ حضور انور نے ارشاد کیا پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ قیامت کی پہلی
[illegible] والی آگ ہوگی کہ خلقت کو مشرق سے مغرب تک لیجائے گی اور اہل بہشت
کا پہلا کھانا مچھلی کا جگر ہوگا اس مچھلی کا جس کی پیٹھ پر زمین ہے۔ تیسرے سوال کا جواب یہ فرمایا کہ
اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر کسی قدر غالب ہوجائے گا یا پورا غلبہ پالے گا تو بچہ اپنے باپ یا باپ
کے رشتہ داروں کی شکل پر ہوگا دوسری صورت اس کے خلاف تم خود سمجھ سکتے ہو۔ عبداللہ بن
سلام نے اپنی عقل کے موافق جب یہ جوابات سنے تو انھیں تسکین ہوگئی اور وہ فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر
مسلمان ہوگئے۔ پھر انھوں نے حضور کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یہودیوں کی قوم ایک نہایت ہی
جھوٹی قوم ہے اور کسی کو متہم کردینا اور کسی پر طوفان اٹھا دینا اُن کے آگے کوئی بات نہیں ہے مبادا
کل وہ مجھ پر کوئی طوفان اٹھا کے میری نسبت آپ کے دل میں شبہہ پیدا کردیں اس میں مناسب
سمجھتا ہوں کہ پہلے اس کے کہ انہیں میرے مسلمان ہونے کی خبر ہو آپ میری غیبت میں میری نسبت
اُن سے دریافت فرمالیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ حضور انور نے یہ بات قبول کرلی اور عبداللہ بن سلام
کو ایک مقام میں پوشیدہ کرکے یہودیوں کو بلایا اوّل اپنے انہیں خداوند تعالےٰ کے عذاب سے
ڈرا کے اسلام کی دعوت دی اور پھر عبداللہ بن سلام کا حال دریافت کیا انھوں نے متفق اللفظ
یہ بیان کیا کہ وہ شخص ہم سب میں بہتر ہے۔ حضور نے ارشاد کیا کہ اگر وہ مسلمان ہوجائے تو کیا تم بھی
مسلمان ہوجاؤگے یہودیوں نے کہا حاشا خدا اُسے اپنی پناہ میں رکھے اور وہ مسلمان نہ ہو حضور
انور نے تین بار بھی فرمایا اور یہودیوں نے تینوں دفعہ اس کا جواب بھی دیا۔ آخر حضور انور نے
عبداللہ بن سلام کو آواز دے کے باہر بلالیا عبداللہ بن سلام فوراً چھپی ہوئی جگہ سے باہر نکل
آئے اور پکار کے کلمہ طیبہ پڑھا۔ یہ دیکھ کے یہودیوں کے آگ لگ گئی اور کہنے لگے کہ یہ نہایت
ہی شریر شخص ہے اور کندہ ناتراش ہے۔ اسی وقت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) میں کہتا نہ تھا کہ یہودی بہت ہی دغاباز اور دوسرے پر بہتان باندھنے میں
ید طولےٰ رکھتے ہیں اسی وجہ سے میں اُن سے خوف کھاتا تھا۔

کتاب الوریٰ میں لکھا ہوا ہے کہ ہجرت کے پہلے سال بنی قریظہ۔ بنی نضیر۔ بنی قینقاع اور غطفان
کے یہودی حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ لوگوں کو کس دین کی دعوت

کہتے ہیں حضور انور نے ارشاد کیا کہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت پر اور میں وہ شخص ہوں جس کا ذکر تمہاری توریت میں آیا ہے اور میں وہ ہوں جس کی خبر تمہارے علما نے یہ دی ہے کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے اس موضع میں آکے قیام کروں گا اور تمہارے ایک عالم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میں خمر کو کبھی استعمال نہیں کرنے کا اور صفتیں اس پیغمبر کی بتائی ہیں وہ سب مجھ میں پائی جاتی ہیں یعنی اونٹ پر بیٹھنا۔ کمل اوڑھنا ایک روٹی کے ٹکڑے پر قناعت کرنا دونوں آنکھوں کے بیچ میں سرخی کا ہونا اور دونوں بازوؤں کے بیچ میں نبوت کا ثبت ہونا اور اس کی تلوار کا کندھے پر رہنا اور اس کا نڈر ہو کے ہر شخص کے پاس چلا جانا اور اس کا خندہ اور کشیدہ ہونا اور اس کا پیغام اس جگہ پہنچنا جہاں اونٹ اور گھوڑا نہیں پہنچ سکتا غرض یہ کہ کل صفتیں مجھ میں پائی جاتی ہیں انھوں نے جواب دیا کہ بات تو آپ سچ کہتے ہیں کہ یہ سارے وصف توریت میں موجود ہیں اور نشانیاں بھی ہیں مگر ہمیں تو غصہ اس سے ہے کہ نبوت اسحٰق کی اولاد سے اسمٰعیل کی اولاد پر کیوں منتقل ہو گئی یہ وجہ ہے جس سے ہماری تمہاری موافقت نہیں ہونے کی اس کا جواب خداوند تعالےٰ نے حضور انور کی زبان مبارک سے یوں دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اسمٰعیل کی اولاد کو کیوں برکت دی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین۔ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منہا عدل ولا شفاعۃ ولا ھم ینصرون۔ واذ ابتلی ابراھم ربہ بکلمت فاتمھن ط قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی ط قال لا ینال عھدی الظلمین واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھم مصلی وعھدنا الی ابراھم واسمعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود"[1]

---

[1] ترجمہ۔ اے اولاد یعقوب ہمارے تم وہ احسانات یاد کرو جو ہم نے تم پر کئے اور (منجملہ اُن کے) یہ کہ ہم نے تم کو سارے عالم پر فوقیت دی۔ اور اس دن (یعنی قیامت کے عذاب) سے ڈرو کہ ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آئے اور نہ کوئی معاوضہ اس سے قبول کیا جائے اور نہ اس کو کوئی سفارش فائدہ دے اور نہ وہ مدد پہنچائے جائیں گے اور (تم اے محمد بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا پھر انھوں نے اُن کو پورا کر دیا (پھر اس کے بعد خدا تعالےٰ) کہا کہ ٹھیک

چوتھا باب

پہلے اور دوسرے سنہ ہجری کے واقعات

نماز کے متعلق پہلے کچھ پابندیاں نہ تھیں اگرچہ مکہ میں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی تھی لیکن ہر مسلمان جس جگہ چاہتا تھا نماز پڑھ لیتا تھا جماعت کی پابندی نہ تھی مگر مدینہ میں آ کے جماعت کی پابندی ہو گئی جب حضور انور مسجد میں ہوتے تھے تو خود نماز پڑھاتے تھے اور آپ کسی وقت موجود نہ ہوئے تو جماعت کا کوئی بڑا شخص امام بن جاتا تھا۔ مسلمان نہایت ہی جوش اور شوق سے نماز ادا کرتے تھے اور نماز کی انتہا درجہ تاکید تھی اور یہ بات جتا دی گئی تھی کہ جو شخص نماز ادا کرنے سے غفلت کرے گا اس نے گویا عالیشان مذہب اسلام کی توہین کی اگرچہ ہر وقت سب مسلمان مسجد میں آ کے ایک ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے مگر جمعہ کے روز دوپہر کے بعد کل مسلمان مسجد نبوی میں جمع ہوتے تھے اور حضور انور کی امامت میں نماز پڑھتے تھے۔ نماز جمعہ سے پہلے حضور انور خطبہ پڑھتے تھے اور اس خطبے سے اسلام کے اصول کو تقویت دی جاتی تھی۔

ابتدا میں یہودیوں کو بھی اجازت تھی کہ وہ مسجد نبوی میں آ کے خطبہ سنیں۔ چند روز تک یہودی مسجد میں آتے اور خطبہ سنتے رہے مگر جب انہوں نے شرارت کی اور خطبہ کے بیچ میں الٹی سیدھی باتیں بکنے لگے تو انہیں مسجد سے خارج کر دیا اور ممانعت کر دی گئی کہ کوئی یہودی مسجد نبوی میں خطبے یا نماز کے وقت قدم نہ رکھے۔

ابتدا میں نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی تھی مگر جب یہودیوں نے مسلمانوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ تمہارے پیغمبر کو جب کوئی قبلہ نہ ملا تو ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے لگے اس وقت غیرت حق کو حرکت ہوئی اور خداوند تعالےٰ کا حکم نازل ہوا کہ بجائے بیت المقدس کے کعبہ کو قبلہ بنایا جائے مدینہ میں پہنچنے سے سولہ یا سترہ مہینے کے بعد ماہ رجب قبلہ کی تبدیلی واقع ہوئی۔ ایک ہم تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والے ہیں (ابراہیم نے) عرض کیا کہ میری اولاد میں سے (بھی پیشوا بنانا) ارشاد ہوا (کہ) ہماری نبوت (تمہاری اولاد میں سے) ظالموں کو نہ ملے گی۔ اور (وہ وقت بھی یاد دلاؤ کہ) جب ہم نے کعبہ کو لوگوں (یعنی حاجیوں) کے لئے زیارت گاہ اور امن کی جگہ بنایا اور (ہم نے سب کو حکم دیدیا کہ) مقام ابراہیم میں نماز پڑھا کرو۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیدیا کہ ہمارے گھر (یعنی کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں کے لئے (نجاست شرک سے) پاک (و صاف) رکھو۔

روایت میں آیا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی تبدیلی کے بہت بڑے آرزومند تھے چنانچہ ایک دن حضرت جبریل کو مخاطب کر کے یہ فرمایا تھا کہ اے جبریل کیا خداوند تعالیٰ کسی دن میرے مونہ کو یہودیوں کے قبلہ سے دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دے گا اس کا جواب حضرت جبریل نے یہ دیا تھا کہ میں تو اس کا ایک ادنیٰ بندہ ہوں آپ خود اس کی عالی بارگاہ میں عرض معروض کیجیے وہ آپ کا مونہ دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دے گا چنانچہ ایک روز آپ مسلمانوں کی جماعت کو نماز پڑھا رہے تھے اور اس وقت آپ کا مونہ یہودیوں کے قبلہ کی طرف تھا کہ یکایک آپ کا رخ بیت المقدس سے جانب جنوب کعبہ کی طرف پھر گیا اسی وقت کل مسلمانوں نے آپ کی اقتدا کی جب یہودیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے مسلمانوں پر طعنہ زنی کی کہ بت پرستی کا مادہ ابھی تک مسلمانوں میں باقی ہے کہ انھوں نے اپنا قبلہ بت پرستوں کے مندر کو بنایا اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے اور یہودیوں کی اس نادانی اور ابلہ فریبی کا بیان کیا گیا ہے اور اس کے شافی جواب دے ہیں۔

سیقول السفھآء من الناس ما ولٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا ط قل للہ المشرق والمغرب ط یھدی من یشآء الی صراط مستقیم ○ وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ط وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھآ الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ ط وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ھدی اللہ ط وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ط ان اللہ بالناس لرءوف رحیم ○ قد نریٰ تقلب وجھک فی السمآء ج فلنولینک قبلۃ ترضٰھا ص فول وجھک شطر المسجد الحرام ط وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ ط وان الذین اوتوا الکتٰب لیعلمون انہ الحق من ربھم ط وما اللہ بغافل عما یعملون ○

ترجمہ۔ (اے محمد تمہارے قبلہ کیطرف نماز پڑھنے سے) عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ جس قبلہ کیطرف (وہ پہلے نماز پڑھتے چلے آتے تھے یعنی بیت المقدس کیطرف) اس سے کس چیز نے انہیں (کعبہ کیطرف) پھیر دیا (تم انسے) کہہ دو (کہ ساری دیں) اللہ کے لئے ہے شرق (کیا) اور مغرب (کیا) جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھلاتا ہے (اور) جسطرح تمہیں ہمنے قبلہ کے باب میں ہدایت کی) اسیطرح ہمنے تمہیں معتدل امت بنایا۔ تاکہ تم (قیامت کے دن جب) لوگوں کو انکار کی نوبت آئے اور وہ کہیں کہ ہم پر کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مقابلہ میں گواہ ہو (یعنی شہادت دو کہ بیشک بھیجا گیا) اور تمہاری (صداقت کے) اور کوئی گواہ بنیں۔ اور (اے محمد اصل میں تو قبلہ کعبہ ہی ہے) اور اس سے پہلے تم جسطرف (نماز پڑھتے تھے) اسکے قبلہ بنانے

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور انور رکوع میں دوسری رکعت پڑھ رہے تھے کہ ادھر ہی آپ کا مونہ کعبہ

ولئن اتیت الذین اوتوا الکتب بکل ایۃ ما تبعوا قبلتک ۵ وما انت بتابع قبلتھم وما بعضھم بتابع قبلۃ بعض ط ولئن اتبعت اھوآءھم من بعد ما جآءک من العلم ۙ انک اذا لمن الظلمین ۵ الذین اتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابنآءھم ط وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون ۵ الحق من ربک فلا تکونن من الممترین ۵ ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات ط این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ان اللہ علی کل شیء قدیر ۵ ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام ط وانہ للحق من ربک ط وما اللہ بغافل عما تعملون ۵ ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام ط وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ ق الا الذین ظلموا منھم ق فلا تخشوھم واخشونی ق ولاتم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون ۵ ک کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ۵ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۵

بقیہ ترجمہ صفحہ ۳۴ سے - بس یہ غرض تھی کہ ہمیں ظاہر ہو جائے (کہ) کون رسول کے تابع رہے گا اور کون (نافرمانی کرکے) اپنے الٹے پاؤں پھر جائے گا۔ اور البتہ یہ (بات) ضرور شاق ہے مگر جنہیں اللہ نے ہدایت کی (اُن پر کچھ شاق نہیں ہے) اور خدا تمہارا ایمان ضائع نہیں کرتا بے شک اللہ (تو) لوگوں پر ضرور شفیق (اور) مہربان ہے۔ تحقیق ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا آسمان کی طرف (بار بار) نگاہ اٹھا کے دیکھنا۔ (اس شوق میں کہ تحویل قبلہ کی وحی کب آتی ہے) پس البتہ جس قبلہ کو تم پسند کرتے ہو ہم اسی کا حکم دیدیں گے (اچھا) تو تم (اب نمازوں میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف اپنا مونہ کیا کرو۔ اور (اے مسلمانوں) تم جہاں کہیں (بھی) ہو اکرو پس (نمازوں میں) اسی کی طرف اپنے مونہ کیا کرو۔ اور بیشک اہل کتاب (خوب) جانتے ہیں اُن کے رب کی طرف سے یہی (تحویل قبلہ) حق ہے۔ اور جو کچھ وہ (حق پوشی) کرتے ہیں اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اور (اے محمدؐ) اگر تم اہل کتاب کے سامنے ساری دلیلوں کو پیش کر دو گے (پھر بھی تو وہ) تمہارے قبلہ کو نہ مانیں گے اور تم بھی اُن کے قبلہ کو ماننے والے نہیں ہو۔ اور (خود اہل کتاب بھی) ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے اور اگر تم اس علم کے بعد جو تمہیں پہنچا ہے ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر دو گے تو ضرور اس وقت تم بھی بے انصاف ٹھہرو گے وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب (توریت) دی ہے (اُن کے علماء) انہیں (یعنی رسول

کی طرف پھر گیا اور آپ کے ساتھ سب مسلمانوں نے اسی طرح اپنا مونہ کعبہ کی طرف پھیر لیا اس دن سے اس مسجد کا نام ذو القبلتین رکھا گیا۔ جب قبلہ کی تحویل ہو چکی تو مخالفین نے ہذیان بکنا شروع کیا۔ بعضوں کا تو بیان تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محض حسد کی وجہ سے ہمارے قبلہ کو ترک کیا ہے بعض کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے وطن کی یاد آ گئی۔ مشرک کہتے تھے کہ ہماری سمجھ میں کوئی وجہ نہیں آتی۔ غرض اسی قسم کی بکواس کی جاتی تھی جس کا نتیجہ سوائے بیہودگی اور کچھ نہ تھا۔ ہمارے خیال میں اس کا جواب فقط یہ ہو سکتا ہے کہ خداوند تعالے کا عامۂ خلایق پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً اس بات کا اظہار کر دینا تھا کہ اسلام نہ صرف حضرت موسےٰ اور عیسےٰ کی عزت کرتا ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اُس کی نظروں میں کل پیغمبروں کے آسمانی عقاید کی وہی وقعت ہے کیونکہ حضور انور یہودیوں سے کہہ چکے تھے کہ جس طرح موسےٰ پر تمہارا ایمان ہے اور تم انھیں پیغمبر سمجھتے ہو۔ اسی طرح مسلمانوں کا بھی ان پر ایمان ہے اور وہ بھی انھیں پیغمبر سمجھتے ہیں لہذا تم اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اس سے زیادہ

اللہ کو) ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بیشک کچھ لوگ اُن میں دیدہ و دانستہ حق کو چھپاتے ہیں۔ جو تمہارا رب کہے حق وہی ہے پھر ہرگز تم شک کرنے والوں (میں) سے نہ ہو۔ اور ہر کسی کے لئے (ایک علیحدہ) سمت ہے کہ جدہر (نمازوں میں) وہ مونہ کرتا ہے (تم اس اختلاف کا بھی خیال نہ کرو) سو نیکیوں کیطرف سبقت کرو (یہ اختلاف صرف اسی عالم تک ہے نہ آخرت میں تو) جہاں کہیں بھی ہو گے خدا تم سب کو (ایک جگہہ پکڑ) بلائیگا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور (اے محمد) تم جہاں کہیں جاؤ تو (نماز میں) اپنا مونہ مسجد حرام (ہی) کیطرف کرنا اور یہ (تحویل قبلہ) بیشک بر حق ہے تمہارے رب کے حکم سے (ہی) اور تمہارے کاموں سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔ اور تم جہاں کہیں جاؤ تو اپنا مونہ (نماز میں) مسجد حرام (ہی) کیطرف کرنا اور (مسلمانو) جہاں کہیں (بھی) ہوا کرو تو اپنا مونہ (نماز میں) مسجد حرام (ہی) کیطرف کیا کرو تاکہ لوگوں کو تم پر (کسی قسم کی) حجت (باقی) نہ رہے۔ مگر جو ان میں سے (ناحق) ہٹ دہرمی کرتے ہیں سو تم اُن سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور اسواسطے کہ میں تمہیں اپنی نعمت بھرپور دوں اور تاکہ تم ہدایت پاؤ (یہ احسان بھی اسی قسم کے ہیں) جیسے ہم نے تم میں تم ہی میں کا ایک رسول بھیجا (جو) ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کے سناتا ہے اور تمہاری اصلاح کرتا ہے اور تمہیں کتاب (یعنی قرآن) اور شریعت سکھاتا ہے اور تمہیں (وہ باتیں) سکھاتا ہے جن کی تمہیں خبر نہ تھی۔ تم تو ہماری یاد میں لگے رہو ہم تمہیں یاد رکھیں گے اور ہمارا احسان مانو اور ہماری ناشکری نکرو۔

صداقت اسلام کی اور نہیں ہوسکتی کہ اس نے نہ صرف عملی طور پر گزشتہ پیغمبروں کی تصدیق کی بلکہ
اُن پر ایمان لانا اسلام کی نشانی قرار دیدی۔ اسوقت تمام دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے
جس کے پیرو دوسرے مذاہب کی پیشواؤں پر ایمان لانا اپنا فرض سمجھیں۔ یہودی حضرت مسیح
کے منکر ہیں نصرانی حضرت سلیمان کو بت پرست اور حضرت موسےٰ کو گلہ کُٹ اور رہزن سمجھتے ہیں اسی
طرح سے ہندوؤں کے صدہا فریق ہیں کہ وہ اپنے مخالف مذہب پر ایمان لانا تو کجا اُن کی ذرا بھی عزت
نہیں کرتے اسلام کی اس صداقت پر بھی اگر اس پر طعنہ زنی کی جائے اور الٹی سیدھی نکتہ چینیاں
کرکے اس ماننے والوں کا دل دکھایا جائے تو اس سے زیادہ اخلاق کی کمزوری اور نہیں ہوسکتی۔
لہذا مسلمان دعوےٰ کرسکتے ہیں کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا بڑا خلق سکھانے والا نہیں پیدا ہوا۔
فی الحقیقت حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول صحیح ہے کہ اگر نبیؐ معصوم کا خلق دیکھا جائے
تو قرآن کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ قرآن مجید نے جہاں آخر الزماں نبی کی بزرگی کی شہادت دی ہے ان
اور انبیا کی بھی عظمت ظاہر کی ہے۔

ختنہ

ختنہ اسلام کے اصول میں داخل نہیں ہے صرف یہ ابراہیمی سنت ہے اسی وجہ سے حضور انور نے ختنہ
کا حکم دیا ہے ختنہ کی رسم ہزارہا برس سے چلی آتی تھی خود حضرت مسیح کا ختنہ ہوا تھا مگر عیسائیوں نے اس
تکلیف کو گوارا نہیں کیا اور فرضی طور پر یہ بات قرار دے کے کہ دل کا ختنہ کرنا چاہیے ابراہیمی طریقہ سے
انحراف کیا۔ سبھی مورخ سر ولیم میور اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ کہیں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی
کہ حضور انور کا ختنہ ہوا تھا مگر ایک روایت میں لکھا ہوا ہے کہ حضور انور مختون پیدا ہوئے تھے اس
لئے آپ کو ختنہ کی ضرورت نہیں پڑی اور اگر اس روایت کو صحیح تسلیم نہ کیا جائے تو یہ بات ہوسکتی
ہے کہ حضور انور کی فضیلت حضرت مسیح پر خداوند تعالےٰ نے اس بات میں ظاہر کی ہے یعنی حضرت
مسیح کا ختنہ ہوا اور اُن کی امت نے اس ختنہ کو غیر ضروری جان کے چھوڑ دیا اور حضور انور کا ختنہ نہ
ہوا اس پر بھی مسلمانوں نے آپ کے اس حکم کی سرگرمی سے تعمیل کی کہ ختنہ کو بجائے سنت ابراہیمی
کے اپنی معاشرت کا ایک بڑا جزو سمجھ لیا۔ تمام دنیا میں جس قدر مسلمان ہیں سب اس پر عمل کررہے ہیں
اور آج تک بھی کسی ایسے مسلمان کی نظیر نہیں ملتی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔ حضرت مسیح نے باوجودیکہ خود

اس بات کو گوارا کر لیا تھا کہ اُن کا ختنہ کیا جائے تاکہ اُن کے ماننے والے اپنے پیغمبر کی تقلید کر کے ابراہیمی سنت کو قائم رکھیں مگر ایسا نہیں ہوا اور حضرت مسیح کے اور احکام کی طرح عیسائیوں نے اس حکم کو بھی چھپر پر رکھ دیا یہ جواب ہے سر ولیم کے اعتراض کا۔

روزہ عاشورہ

حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدینہ میں دو تین مہینے کے پہنچنے کے بعد عاشورہ کا روزہ خود بھی رکھا اور اپنے صحابہ کو بھی اس روزہ کے رکھنے کا حکم دیا اس کے متعلق طبری اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۳ میں لکھتا ہے کہ جب یہودیوں نے یہ بیان کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری نقل کر رہے ہیں تو آپ نے یہ فرمایا کہ یہودیوں سے زیادہ حضرت موسیٰ پر ہمارا حق ہے اس لئے ہم اس خوشی میں یہ روزہ رکھتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ کو فرعون کے ہاتھ سے نجات ملی تھی اور اُس کا لشکر بحر احمر میں ڈوب گیا تھا اس خوشی میں یہودی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ میور صاحب لکھتے ہیں کہ انحضرت نے یہودیوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا جب انھیں یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بھی روزہ رکھنے لگے ہمارے خیال میں ہمارے مسیح مورخ کا یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا عاشورہ کا روزہ اصول اسلام میں نہیں ہے اور نہ فرائض میں داخل ہے اور نہ سنت موکدہ ہے یہ حضور انور کی اعلیٰ درجہ کی راستبازی اور نبوت کی سچی دلیل ہے کہ آپ نے اپنے سابق کے پیغمبروں کو اس قدر عظمت دی کہ اُن کی اچھی باتیں سن کے خوش ہوئے اور ایک حد تک اُن کی پیروی کی حضرت موسیٰ کی بزرگی تسلیم کرنے کا اس سے زیادہ اور کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا کہ آپ نے یہ سنتے ہی کہ فلاں دن کا روزہ حضرت موسیٰ کی رہائی کی خوشی میں یہودی رکھتے ہیں آپ نے خود بھی رکھا اور اپنی امت سے بھی رکھوایا مگر اس کے متعلق کوئی تاکید نہیں ہے کہ یہ ہمیشہ رکھا جائے صرف عام آزادی ہے کہ جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے سر ولیم میور صاحب کا یہ خیال بالکل غلط اور بیجا ہے کہ یہودیوں کو ملانے کے لئے اور تالیف قلوب کرنے کے لئے انحضرت نے اُن کی ساری رسمیں اختیار کر لیں۔ ہم دریافت کرتے ہیں یہودی وہ رسمیں کہاں اپنے گھر سے لائے تھے خداوند تعالےٰ نے انھیں بنائی تھیں حسب حالت زمانہ ان میں کچھ ترمیم و تبدیل کر دی گئی اور وہ مسلمانوں میں جاری ہو گئیں

حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی بنا پر شریعت یہود جو تھی کسی نئی شریعت کے ترتیب دینے کی ضرورت
نہ سمجھی یہ سب پیغمبر تو آسمان سے بھیجے گئے تھے ایک ہی ان کی تعلیم تھی ایک ہی طریقہ تھا اور ان سب
پیغمبروں کے آسمانی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ایک نے دوسرے کی تردید نہیں کی۔

رمضان المبارک

مدینہ میں پہنچنے سے اٹھارہ مہینے کے بعد رمضان میں روزہ رکھنے کی وحی آپ پر نازل ہوئی اب
یہ بات دیکھنے کی ہے کہ یہودیوں کے ہاں بھی روزے تھے اور یہودی بھی حکم الٰہی سمجھ کے روزہ
رکھتے تھے مگر یہودیوں کے اور مسلمانوں کے روزہ میں بہت بڑا فرق رکھا گیا ہے۔ حکمت اللہ
یہ تھی کہ اوّل حکم ہوا کہ یہودیوں کے سے روزے مسلمان رکھیں یعنی کامل چوبیس گھنٹے تک روزہ
رہے اس کے بعد محض اپنے احسان اور انعام ظاہر کرنے کے لئے خداوند تعالےٰ نے روزہ کی
سختی کی کمی کردی یعنی بجائے چوبیس گھنٹے کے بارہ گھنٹے قرار دئے جس کا قرآن مجید میں صاف ذکر
آیا ہے اب یہ بات دیکھنی باقی ہے یہ جو خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں
پر ہم نے روزے فرض کئے تھے اسی طرح تم پر فرض کئے گئے پہلے لوگوں سے کیا مراد ہے اور یہ روزے
کون سے روزے ہیں آیا رمضان کے یا اس کے علاوہ اس کے متعلق سب سے پہلے ہمیں توریت
دیکھنی پڑے گی کہ پہلے نبیوں کی امتوں نے یا خود نبیوں نے کون سے روزے رکھے تھے چنانچہ
کتاب خروج کے (جو توریت کی دوسری کتاب ہے) باب ۳۴ درس ۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ
کہ جب حضرت موسےٰ کوہ سینا پر تھے تو چالیس دن اور چالیس رات وہاں رہے اور نہ روٹی کھائی
نہ پانی پیا۔ توریت کی کتاب استثنا باب ۹ درس ۹ و ۱۸ و ۲۵ کی تفسیر (ڈہری اسکاٹ) میں نہ روٹی
کھانے اور نہ پانی پینے کی نسبت لکھا ہے کہ لوگوں کی معصیت کی وجہ سے موسےٰ نے دوسری دفعہ چالیس
دن کا روزہ رکھا تھا اور بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت موسےٰ نے تین مرتبہ چالیس چالیس دن
کا روزہ رکھا ہے۔

۱؎ یایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۝
ایاما معدودٰت فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ

کتاب لویان کے (جو توریت کی تیسری کتاب ہے) باب ۱۶ درس ۲۹-۱ور باب ۲۳ درس ۲۷ و ۲۹ سے پایا جاتا ہے کہ یہودیوں پر ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو کفارہ کے روزے رہنے کا حکم تھا اور اس میں لکھا ہے کہ جو کوئی اس دن روزہ نہ رہے گا اپنی حرم سے منقطع ہو جائے گا او

فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون ٥ شھر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھدکم ولعلکم تشکرون واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون ٥ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کذلک یبین اللہ ایتہ للناس لعلھم یتقون ٥

ترجمہ۔ مسلمانو روزہ رکھنا جیسا اگلوں پر فرض کیا گیا تھا ایسا ہی تم پر بھی فرض کیا گیا ہے تاکہ تم (اسکی وجہ سے) گناہوں سے بچو۔ (وہ بھی ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ) گنتی کے چند روز (تک) پس جو کوئی (روزہ کے دنوں میں) تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں تو اور دنوں میں (جتنے قضا ہوئے ہیں) گن کر رکھ لے اور جنہیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو (اور نہ رکھیں) تو اس کے بدلیں ایک فقیر کو کھانا کھلا دیں پس جو شخص (اپنی خوشی سے) نیکی کرے تو یہ اُسکے لئے (اور بھی) اچھا ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو جان لوگے (کہ تمہارے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہرحال اچھا ہے) رمضان کا مہینہ وہ ہے جسمیں قرآن نازل کیا گیا (جو) لوگوں کے لئے رہنما ہے اور (جسمیں) ہدایت اور بُرے بھلے کی تمیز کی کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ تو (مسلمانو) جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو چاہئے کہ اسمیں روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں (اسکے برابر) گن کے رکھ لے۔ اللہ تم پر نرمی کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا اور (شمار کر کے رکھنے کا حکم) اس لئے دیا ہے کہ (جتنے قضا ہوئے ہیں اُن کی) تعداد تم پوری کر لو اور (قضا رکھنے کا حکم) اس لئے (دیا کہ) تم اللہ کی (اس) ہدایت پر بزرگی بیان کرو اور (سہولت سے یہ غرض ہے) تاکہ تم اللہ کا (اس پر احسان مانو اور (اے محمد) جب میرے بندے

اور اعمال حواریان باب ۲۷ درس ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔
انجیل لوقا باب ۱۸ درس ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ فروسی ہفتہ میں دو دن روزہ رکھا کرتے تھے ایک پانچویں دن جبکہ حضرت موسے کوہ سینا پر چڑھتے تھے اور ایک دوسرے دن جبکہ اترتے تھے۔
کتاب زکریا باب ۸ درس ۱۹ سے پایا جاتا ہے کہ یہودی چوتھے مہینے اور پانچویں مہینے اور دسویں مہینے میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ چوتھے مہینے یعنی تموز میں سترہویں تاریخ کو بیت المقدس کی تباہی کے غم میں جو بخت نصر کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔ پانچویں مہینے یعنی آب میں نویں تاریخ کو بیت المقدس کے شہر کے جلنے کے غم میں جس کو نبوزر دان شاہ کابل کے افسر نے جلایا تھا۔ ساتویں مہینے یعنی تشری کی دسویں تاریخ کو جدلیاہ کے قتل ہونے کے غم میں جو بمقام مصباہ مارا گیا تھا۔ دسویں مہینے یعنی تبث کی دسویں تاریخ کو بیت المقدس کے غم میں جس روز کہ بخت نصر نے بیت المقدس کا محاصرہ شروع کیا تھا۔
کتاب اول ملوک باب ۲۱ درس ۹ و کتاب دوم تواریخ ایام باب ۲۰ درس میں ایک دن کا روزہ ہے جس کو ملکہ ایزبل نے اپنے شوہر اخاب کی خاطر سے منادی کرا کے مقرر کرایا تھا۔
کتاب قضاۃ باب ۲۰ درس ۲۶ سے ایک اور روزہ کا مقرر ہونا پایا جاتا ہے جبکہ بنی اسرائیل نے قوم بنیمین سے شکست پائی تھی اور بیت المقدس میں آنکر فتح کے لئے دعا مانگی تھی۔

بقیہ صفحہ ۴۰ بندے مجھے دریافت کریں (خدا قریب ہے یا بعید ان سے کہدو) پس بیشک میں قریب ہوں دعا کرنیوالا جب مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اسکی دعا قبول کر لیتا ہوں تو چاہیئے کہ میرا حکم (بھی) مانیں۔ اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان (بھی) لائیں تاکہ وہ نیک راہ پر آئیں۔ روزوں کی راتوں میں اپنی بیوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارا لباس ہیں تم ان کے لباس ہو جب اللہ نے جانا کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے (اور چوری چھپے بیوں کے پاس چلے جاتے تھے) تو تم پر تخفیف کر دی اور تمہاری خطا سے درگزر کی پس اب ان کے پاس جاؤ اور جو اللہ نے تمہارے لئے (لوح محفوظ میں) لکھدیا ہے (یعنی اولاد) اُسے طلب کرو اور کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ (صبح کی) سفید دھاری (رات کی) کالی دھاری سے تمہیں صاف نظر آنے لگے پھر رات تک روزہ پورا کرو اور جب تم مسجد میں اعتکاف کر بیٹھو تو ان سے ہمبستر نہ ہونا یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں پس ان کے قریب بھی نہ جانا اسیطرح اللہ لوگوں کے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ وہ خدا کی نافرمانی سے بچیں

کتاب اول سموئیل باب ۳۱ درس ۱۳ سے پایا جاتا ہے کہ شاؤل یعنی طالوت کے مرنے کے غم
میں سات روزے مقرر ہوئے تھے جو اس کی ہڈیوں کے دفن کرنے کے بعد رکھے گئے تھے۔
کتاب یوناہ باب ۳ درس ۵ میں ایک اور روزہ کا مقرر ہونا پایا جاتا ہے۔ جبکہ نینویہ کے ایمان لائے تھے
کتاب دانیال باب ۱۰ درس ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت دانیال نے تین ہفتہ تک روزے رکھے
تھے کتاب اول ملوک باب ۱۹ درس ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت الیاس کوہ حوریب کو گئے
تھے تو انہوں نے چالیس دن اور رات روزے رکھے تھے۔

علاوہ اُن کے اور روزے بھی مثلاً خدا تعالیٰ کی خفگی دور کرنے کے لئے یا اس کی خوشنودی حاصل
کرنے کے لئے یا کسی بلا یا مصیبت کو ٹالنے کے لئے، یا کسی ذاتی یا خاندانی امور کے متعلق جسطرح
کہ منت وغیرہ کے ایفا میں ہوتا ہے یہودی روزے رکھا کرتے تھے۔

انجیل متی باب ۴ درس ۱-۱۱ و انجیل لوقا باب ۴ درس ۱-۳ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے
بھی جبکہ وہ بیابان میں تھے چالیس دن اور رات روزے رکھے تھے۔

علاوہ اس کے انجیل متی کے باب ۱۷ درس ۲۱ سے جس میں یہ لکھا ہے کہ "بہر نہج اس قسم کا شیطان
بجز نماز اور روزہ کے نہیں جاتا ہے" معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کے زمانہ میں روزہ بعض امور خاص
میں اثر بد کے دفع کرنے کا ایک ذریعہ خیال کیا جاتا تھا۔

انجیل متی باب ۹ درس ۱۴ کے مضمون سے عیسائی خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ نے روزوں کا
رکھنا موقوف کردیا۔ مگر اسی کے ساتھ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بعد حضرت عیسےٰ کے رکھے ہوں گے
قرآن مجید میں زیادہ غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ محض روزہ رکھنے کا حکم ہے جس میں کچھ عدد اور
وجوہات ظاہر نہیں کئے گئے انجیل اور توریت کی آیتوں سے تو روزہ رکھنے کے وجوہات پائی جاتی ہیں
مگر قرآن مجید نے کوئی وجہ قائم نہیں کی صرف اس قدر بتا دیا کہ جس طرح اگلی امتوں پر روزے فرض کئے
گئے تھے اسی طرح تم پر بھی فرض کئے گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو بدنی تکلیف دینے
کی خداوند تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی اور عام طور پر لوگوں کے دل میں یہ خیال کیونکر پیدا ہوگیا کہ خداوند
تعالیٰ انسان کی بدنی تکلیف سے خوش ہوتا ہے ہر قوم میں یہ خیال کم و بیش پایا جاتا ہے ہندوؤں
میں تو یہ خیال مبالغہ کی اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ لوگ اپنا ہاتھ اور پیر تک خشک کردیتے ہیں اور فاقے

کرتے ہیں اور اپنے کو مصیبت میں رکھتے ہیں مسلسل جنگلوں میں تنہا پڑے رہتے ہیں اور جب بھوک انتہا درجہ ستاتی ہے تو تھوڑی سے باس پتی کہا لیتے ہیں اور اسی مصیبت ناک حالت میں اپنے کو ہلاک کردیتے ہیں۔ نصاریٰ اور یہودیوں میں بھی ایسی ہی سخت ریاضتیں موجود تھیں۔

معترض کا یہ اعتراض ہے کہ انسان کی بے وقوفی ہے کہ وہ اپنے اعضا کو تکلیف دے کے خداوند تعالیٰ کو خوش کرنا چاہتا ہے اسی قسم کا اعتراض علاوہ دہریوں کے بعض آزادخیال مسلمانوں نے بھی کیا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ وہ شریعت کے اس راز تک نہیں پہنچے انہوں نے بغیر توجہ اور کافی غور کے بدنی ریاضت کے معاملہ میں مثل ہندوؤں کے اور عیسائیوں کے مسلمانوں پر بھی الزام لگایا ہے حالانکہ قرآن میں خدا اس بات کو صاف کہہ چکا ہے کہ کسی شخص پر اتنا بوجھ نہیں لادا جاتا کہ وہ اُسے نہ اٹھاسکے اور دوسری بات یہ سمجھ لینی چاہئے کہ فی الحقیقت ہمارے کسی نیک اور بد فعل کا اثر خداوند تعالےٰ کی ازلی اور ابدی ذات تک نہیں پہنچتا جو سامان کئے گئے ہیں محض ہمارے فائدہ کے لئے ہیں روزہ جو ہم پر فرض کیا گیا ہے محض ہماری روحانی قابلیت کے بڑہانے کا ایک ذریعہ ہے سال بھر میں ایک مہینہ امتحان کا آتا ہے اس میں اپنی آنکھوں اپنے کانوں اور اپنے دل کو قابو میں رکھنے کا سبق ہمیں پڑہایا جاتا ہے۔ جو شخص روزے کے ارکان سے واقف نہیں ہے تو وہ اس روزہ کو مثل یہودیوں اور نصاریٰ کے روزوں کے سمجھے گا کہ صرف کھانا پینا موقوف کیا یا کھایا بھی تو نہایت بدمزا اور روزہ ہوگیا حالانکہ اس روزہ کی نوعیت میں اور اسلام کے روزہ کی نوعیت میں بہت بڑا فرق ہے اسلام کا روزہ محض کہانا پینا بند کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام کا روزہ بتاتا ہے کہ آنکھیں بھی روزہ رکھیں یعنی کسی پر بری نظریں نہ ڈالیں۔ کان بھی روزہ رکھیں یعنی کسی کی بری باتیں نہ سنیں۔ زبان بھی روزہ رکھے کہ سوائے حق کے دوسرا کلمہ مونہ سے نہ نکالے اگر یہ تین باتیں روزہ دار کو حاصل نہیں ہوتیں تو یقیناً وہ مثل اس بیل کے ہے جس کا مونہ باندہ دیا گیا ہو جو نہ پانی پی سکتا ہو نہ چر سکتا ہو ہمیں اس بدنی ریاضت کا حکم ہوا ہے کہ جس سے ہمارا جسم اور روح قوت اور شادابی حاصل کرے اور ہماری اس ریاضت سے خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچے اگر ہم روزہ نہ رکھیں تو ہم کبھی نہیں سمجھ سکتے کہ بھوک اور پیاس کا کیا اثر ایک انسان کی طبیعت پر ہوتا ہے اور وہ شخص کتنا قابل رحم ہے جسے سارے دن نہ پانی پینے کو ملا ہو اور نہ روٹی کہانے کو یہ ذریعہ ہے اپنے بھوکے بھائیوں پر رحم کرسکنے

اور پیاسوں کو پانی پلانے کا۔ اس کے علاوہ اپنی روحانی قوت یا ضعف کا اندازہ روزہ سے اچھی طرح
ہو سکتا ہے ایک روزہ دار اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ میں بارہ گھنٹے تک اپنی نفسانی خواہشوں کو روکنے کے
لئے کس درجہ کامیاب ہوا اور مجھے کہاں کہاں لغزشیں ہوئیں اور اگر میں اس پر عمل کئے گیا تو میں کس آسانی
سے اپنی نفسانی خواہشوں پر قابو پانے کے لئے قوی بن جاؤں گا اب معترض خیال کر سکتا ہے کہ آیا اس
ریاضت سے خود ریاضت کرنے والے کو فائدہ پہنچا یا خدا کو۔ روزہ کی صدہا حکمتیں ہیں جو ہم اپنی پیغمبر
ورسول کے کسی جلد کے ایک علحدہ باب میں بیان کریں گے یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ قرآن مجید
کی اس آیۃ کے متعلق جس میں روزوں کا حکم ہوا ہے علماء کتنا اختلاف کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے روزوں کی آیتوں کے متعلق ایک مفسر کی رائے یہ ہے

ان چاروں مباحثوں کی نسبت جو میری سمجھ ہے وہ یہ ہے (۱) اُن روزوں سے جو کتب علیکم
الصیام کی آیت میں ہیں رمضان ہی کے روزے مراد ہیں (۲) من قبلکم سے اہل کتاب مراد ہیں
(۳) اس آیت میں اس بات سے کہ اہل کتاب پر کوئی روزے فرض تھے یا نہ تھے کچھ علاقہ نہیں ہے
(۴) کما۔ کے لفظ سے نہ عدد میں تشبیہ مراد ہے نہ مدت میں اور نہ نفس فرضیت میں بلکہ صرف
سبب صیام میں تشبیہ مراد ہے زمانہ نزول وحی میں حضرت موسےٰ نے چالیس دن پہاڑ میں اور حضرت
عیسےٰ نے چالیس دن بیابان میں بسر کئے۔ توریت اور انجیل دونوں سے پایا جاتا ہے کہ اُن دنوں میں
روزہ دار تھے بعد کو اُن کی امت نے اُن کی متابعت کے خیال سے اُن دنوں میں ہر سال روزے
رکھنے اختیار کئے آنحضرت صلعم نے ماہ رمضان کو جو نزول وحی کا مہینہ تھا کوہ حرا میں بسر کیا اور آپ بھی اس
زمانہ میں روزہ دار تھے۔ پس خدا نے فرمایا کہ جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے بہ متابعت اپنے
نبی کے اس زمانہ میں روزے اختیار کئے تھے اسی طرح تم بھی اختیار کرو۔ پس جو سبب کہ اہل کتاب
کے روزے اختیار کرنے کا تھا وہی سبب مسلمانوں پر روزوں کے مقرر ہونے کا ہے اور ”کما“
کے لفظ سے اسی سبب صیام میں تشبیہ دی گئی ہے۔

مگر میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ اُن آیتوں میں سے کوئی آیت منسوخ ہے یہ کہنا کہ پہلی آیت میں جن
روزوں کا ذکر ہے وہ روزے رمضان کے سوا تھے اور پھر یہ تسلیم کرنا کہ اس کے بعد کی آیت نے
جس میں رمضان کے روزوں کا ذکر ہے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے ایسا ہی مشکل ہے جیسے

کہ اس رائے کو تسلیم کر کے کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہے وہ رمضان ہی کے روزے ہیں، مگر
پہلی آیت سے جو اختیار کہ روزہ رکھنے یا فدیہ دینے میں تھا منسوخ ہو گیا ہے تسلیم کرنا مشکل ہے پہلی
آیت میں جس کو ناسخ قرار دیا جاتا ہے کوئی اشارہ کسی قسم کا پہلی آیت کے حکم کے منسوخ ہونے کا نہیں ہے
صرف قیاساً یہ بات قرار دی جاتی ہے کہ پہلی آیت کے روزے رمضان کے روزوں سے علیحدہ تھے جن
کی نسبت قرآن میں بیان ہے کہ وہ کے تھے اور کون سے تھے اور اس قیاس کے قرار دینے کے بعد
کہا جاتا ہے کہ رمضان کے روزوں کی آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا جس میں کچھ بھی اشارہ منسوخ
کرنے کا نہیں ہے۔ حدیث پر جو استدلال کیا گیا ہے اول تو اس کی صحت میں کلام ہے پھر اسباب میں کلام ہے
کہ حدیث اور خصوصاً خبر احاد سے قرآن کا حکم منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یا قیاساً یہ بات قرار دی جاتی
ہے کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہے وہ وہی رمضان کے روزے ہیں جن کا پہلی آیت میں ذکر ہے
اور پھر بغیر کسی اشارہ کے کہا جاتا ہے کہ جو اختیار کہ روزہ رکھنے یا فدیہ دینے میں تھا وہ پچھلی آیت سے منسوخ
ہو گیا۔ اگر قرآن میں اس طرح پر ناسخ و منسوخ کو تسلیم کیا جاوے تو اس کے احکام کا منسوخ ہونا اور
قائم رہنا صرف لوگوں کے قیاس پر منحصر رہ جاتا ہے جو کسی طرح تسلیم کے لائق نہیں

فدیہ دینے کی آیت میں جو حکم ہے وہ منسوخ نہیں ہوا۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ "وعلی الذین یطیقونہ
فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فہو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون"۔
اس آیت میں جو لفظ "یطیقون" کا ہے اس کی اور بھی قرائتیں ہیں مثلاً "یطوقونہ" یے کے پیش
اور واؤ کے تشدید سے، یا یے کے زبر اور طوئے اور واؤ دونوں کی تشدید سے جس کے معنی
کسی کام کے تکلیف اٹھا کر ہونے کے ہیں، مگر جو مشہور قرأت ہے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں بعض
مفسرین کی یہ رائے ہے کہ فدیہ کا حکم بھی مسافر اور مریض سے علاقہ رکھتا ہے کیونکہ بعض مریض اور مسافر
ایسے ہوتے ہیں جو مطلق روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو روزہ رکھنے کی
طاقت رکھتے ہیں۔ پہلی قسم کے مسافر اور بیمار کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اور دنوں میں روزہ رکھ لیں اور
دوسری قسم کے مسافر اور بیمار کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ چاہیں روزہ رکھیں اور چاہیں فدیہ دیں
مگر یہ معنی صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ "علی الذین" سے بالتخصیص بیمار اور مسافر مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں
ہے۔ اور جو رعایت اول قسم کے بیمار اور مسافر کی ہونی چاہئے تھی وہ دوسری قسم کے بیمار اور مسافر

کی ہونی چاہیے تھی وہ دوسری قسم کے بیمار اور مسافر کی ہوتی ہے۔

بعض علماء کا قول ہے (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۶۵۰) کہ "یطیقون" کے معنی بھی مشکل اور تکلیف سے کسی کام کے انجام ہونے کے ہیں۔ دو لفظ ہیں ایک "وسع" اور ایک "طاقت"۔ "وسع" اس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کرنے پر آسانی سے اور بغیر تکلیف کے قادر ہو۔ اور وہ شاذ قرائتیں جن کا اوپر ذکر کیا ہے اسی مطلب کی تائید کرتی ہیں پس "یطیقونہ" کے معنی "یستطیعونہ" کے ہوں گے جو لوگ کہ روزہ رکھنے کی نہایت تکلیف اور سختی اٹھا کر طاقت رکھتے ہیں اُن کو اجازت ہے کہ روزہ رکھنے کے بدلے فدیہ دیدیں۔ بس یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اور اپنے حکم پر بحال ہے بعض علمائے مفسرین نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر میں مندرج ہے اس بات کو تسلیم کیا ہے مگر بحث پیش کی ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو نہایت تکلیف اور سختی اٹھا کر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ وہ لوگ وہ ہیں جو بہت بڈھے ہو گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس اپنے مرنے سے پہلے روزہ نہیں رکھتے تھے۔ ان کو روزہ رکھنے میں سختی اور دشواری معلوم ہوتی تھی اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلوا دیتے تھے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ بڈھے آدمی کی کیوں قید لگائی ہے قرآن مجید میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے جس سے "الذین" سے صرف بڈھا ہی آدمی مخصوص کیا جائے۔ تمام انسان بڈھے ہوں یا جوان اُن کی حالت باعتبار خلقت اور موسم اور ملک کے مختلف ہوتی ہے۔ بہت سے جوان آدمی بلحاظ اپنی خلقت کے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو روزے میں بے انتہا تکلیف اور مشقت ہوتی ہے۔ اور بعضے بڈھے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو روزہ معلوم بھی نہیں ہوتا۔ پھر موسم کے اختلاف کے سبب سے بہت اختلاف پڑ جاتا ہے۔ وہی لوگ جو ایک موسم میں نہایت آسانی سے روزہ رکھ سکتے ہیں دوسرے موسم میں روزہ رکھنے میں نہایت سختی اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔ ایک ملک کے لوگ جبکہ دن ایک معتدل مقدار کا ہوتا ہے آسانی سے روزہ رکھیں گے اور وہی لوگ جبکہ دن بڑا ہوتا ہے نہایت تکلیف اور سختی روزہ رکھنے میں اٹھاویں گے۔ بلکہ بعض ملکوں میں کبھی دن اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ انسان کی طاقت سے روزہ رکھنا خارج ہو جاتا ہے جیسے کہ عرض تسعین میں جہاں چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور عرض ستین میں جہاں بعض موسموں میں غروب اور طلوع میں اس قدر فاصلہ ہوتا ہے جس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ رات ہوتی ہی نہیں۔

ہے اور "طاقت"، اس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کو بڑی مشکل اور تکلیف اٹھا کر ادا کرے۔

نے ان تمام حالات کے لحاظ سے جو اس کے علم میں تھے نہایت عمدہ ترتیب سے جو فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہے یہ حکم دیا ہے کہ "وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" پھر اس کو شخص دون شخص سے مقید کرنا ایک غلطی اور زیادتی علی الکتاب ہے۔

پچھلی آیتوں میں جہاں بیمار اور مسافر اور اُن لوگوں کا جو بدشواری روزہ برداشت کر سکتے ہیں حکم ہے اُن آیتوں کا علانیہ یہ منشاء تھا کہ مریض اور مسافر کو روزے کا نہ رکھنا بہتر ہے۔ مگر اُن لوگوں کی نسبت جو بدشواری روزہ رکھ سکتے تھے یہ منشاء تھا کہ اُن کو روزہ رکھنا بہتر ہے۔ جیسا کہ اُن لفظوں سے کہ "وان تصوموا خیر لکم" پایا جاتا ہے۔ اسی منشاء سے پچھلی آیتوں میں جن میں روزوں کو رمضان کے ساتھ مخصوص کیا ہے مریض اور مسافر کا مکرر ذکر کیا۔ اور اُن لوگوں کا جو بدشواری روزہ برداشت کر سکتے تھے ذکر چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اُن کے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہتر تھا ان تمام بحثوں کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہے وہ رمضان کے روزے ہیں اور کوئی حکم اور کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ اور تمام آیتوں پر لحاظ کرنے کے بعد روزوں کی نسبت مفصلہ ذیل حکم پائے جاتے ہیں۔

(۱) روزے رمضان کے ہر مسلمان پر لکھے گئے ہیں جسکو شرعی اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔

(۲) روزوں کے رکھنے سے یہ فرض ادا ہوتا ہے۔

(۳) اگر رمضان کے مہینے میں کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اُس کو روزہ رکھنا نہیں چاہئے اور اور دنوں میں جبکہ وہ تندرست ہو جائے اور سفر ختم ہو جاوے تو اُسکو بدلے روزے رکھنے چاہئیں۔

(۴) جن لوگوں کو روزہ رکھنے میں زیادہ سختی اور تکلیف ہوتی ہے اور بمشکل روزہ رکھ سکتے ہیں اُن کو اجازت ہے کہ روزوں کے بدلے فدیہ دیدیں۔ مگر اُن کے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہتر ہے۔

جو لوگ کہ روزہ پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ وہ انسان کی تکلیف کا باعث ہے اور صحت جسمانی کو نہایت مضر ہے۔ اور بعض ملکوں میں اس کا ادا کرنا غیر ممکن ہے ان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جس ترتیب اور خوبی سے خدا نے روزوں کا حکم دیا ہے وہ نہ تکلیف کا باعث ہے اور نہ صحت جسمانی کو مضر ہے۔ اور نہ خلاف فطرت انسانی ہے اور نہ کسی ملک کے رہنے والوں کے خلاف طاقت ہے

فقط ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک مقام پر بھی ناسخ و منسوخ نہیں ہے اس پر مفصل بحث
ہم اپنے مقدمہ تفسیر الفرقان میں کر چکے ہیں یہاں صرف یہ بات بتانی ہے کہ اس آیت میں مفسرین
نے بہت اختلاف کیا ہے اور صفحہ کے صفحہ اس پر سیاہ کر دیے ہیں مگر نفس قرآن مجید کو غور سے
دیکھنے کے بعد تفسیروں کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ ان آیات میں متشابہات سے کام نہیں
لیا گیا ہے صاف صاف لفظ ہیں اور انہیں ایک معمولی پڑھا لکھا شخص بھی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے
مطلب صرف یہ ہے کہ تم بھی مثل امم سابقہ کے روزے رکھو مگر مرض میں اور سفر میں روزے رکھنے
کی ضرورت نہیں ہے اگر تم میں قوت ہو تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دو باقی بہ نسبت امم سابقہ کے اور
آسانیاں تمہیں دی گئی ہیں یعنی آفتاب غروب ہونے پر روزہ کھول لو اور صبح کی پو پھٹنے تک جو چیز
چاہو کھاؤ پیو سوائے اس کے اور کوئی ذکر نہیں ہے۔ اب یہ بات کہ یہودی یا نصرانی یہ سمجھتے تھے
کہ بدنی ریاضت سے یا نفس کشی سے خدا خوش ہوتا ہے اس لئے وہ فاقہ کشی کرتے تھے اور لمبے
لمبے روزے رکھتے تھے ممکن ہے کہ یہودی یا نصرانی ایسا خیال کرتے ہوں اور یہ اُن کی غلط فہمی
ہو مگر خدا کا منشا تو یہ نہیں تھا کہ جو شخص بدنی ریاضت کر کے اپنے کو ہلاک کر دیتا ہے اس سے
خوش ہوگا وہاں تو روزے کا حکم دینے سے مطلب صرف یہ ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ انسان
تکالیف کے برداشت کرنے کی قوت پیدا کرے اور خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھنے کی مشق ہو جائے
اور وہ بھوکا اور پیاسا رہ کر بھوکوں اور پیاسوں پر رحم کھائے اور سمجھے کہ بھوک اور پیاس سے تکلیف
ہوتی ہے عموماً لڑائیوں میں دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ مصائب سہنے کے عادی نہیں ہیں نہ وہ زیادہ چل
سکتے ہیں اور نہ بھاگ سکتے ہیں جب انہیں شہر سے بھاگنے کا اتفاق ہوتا ہے تو وہ بہت تھوڑی دور جا
کے رہ جاتے ہیں اور اپنی جان دے دیتے ہیں مگر جو لوگ ہر قسم کے مصائب سہنے کے عادی
ہیں وہ اپنی جان بچا کے خوف کے وقت کوسوں نکل جاتے ہیں۔ فوجیں بہ نسبت شہریوں کے
کیوں زیادہ قوی ہیں محض اسی لئے کہ وہ تین تین دن تک بیسیوں میل کا سفر کرنے کے بعد بے
آب و دانہ جنگ کرتے ہیں اور اُن کو زیادہ تکان غالب نہیں ہوتی۔ بھلا کسی قوی سے قوی شہری
کو تو بھوکا پیاسا آٹھ میل دوڑا لیجئے اسی وقت گھٹنے ٹیک دے گا۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے
کہ بدنی یا روحانی ریاضت ایک عجیب چیز ہے اور اس سے کسی قسم کا نقصان متصور نہیں ہو

مسلمانوں کا مذہب تو ایسا اچھا مذہب ہے کہ اس میں ان انسانی ریاضتوں کی اجازت نہیں دی جو
انسان کو انسان نہیں رکھتیں مثلاً پھاٹک کی کھوہ میں بیٹھ جانا اور فاقہ کشی کرنے لگنا یا اپنا کوئی عضو خدا کی یاد میں
خشک یا بیکار کر دینا یا خواہ مخواہ چلہ کشی کرنا یا کئی کئی مہینے تک جو کا پھیکا دلیا پیکے وظیفہ پڑھنا ان میں سے
ایک بات کا بھی حکم اسلام نہیں دیتا۔ قرآن مجید نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ جس انسان کی جتنی طاقت
ہوگی اسی قدر اسے تکلیف دی جائے گی یا اس پر بوجھ رکھا جائیگا اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایسے کام
کسی انسان کو نہیں بتائے جائیں گے جو وہ آسانی سے نہ کر سکتا ہو یا ان کے کرنے سے اس کی جسمانی حالت
میں تبدیلی واقع ہو جائے اس حکم سے اسلام کی آسانی پورے طور پر معلوم ہو سکتی ہے۔ اسلام انتہا درجا
کا سہل اور آسان مذہب ہے اس کے احکام بے انتہا نرم اور بے تکلف ہیں اگرچہ بدقسمتی سے جو وہ
زمانہ کے مسلمان علمائے نے اسلام اور اس کے اصول کو لوگوں کے آگے ہوا بنا کے پیش کر رکھا ہے یہ
اُن کی اپنی رائے کی غلطی ہے اس غلطی سے اسلام کی نرمی اور سادگی میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ فقط
رمضان کے ختم ہونے کے بعد ایک دن مقرر کیا گیا اور اس کا نام عید الفطر کہا گیا رمضان کے ختم
ہونے کے ایک دن یا دو دن کے بعد حضور انور نے مسلمانوں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ آج تمہاری عید
کا دن ہے یکم شوال تم غربا کو خیرات تقسیم کرنے کے لئے جو کچھ تمہارے پاس ہو گھر سے لیکے نکلو چنانچہ
آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بچے۔ جوان۔ بڈھے۔ عورتیں کھجوریں جو غلہ جو کچھ اُن کے پاس ہوا
وہ لیکے آئے یہ دیکھ کے حضور انور نے فرمایا کہ تمہاری یہ خیرات آج کے دن غربا کو بے نیاز کر دیگی
اور انھیں ادھر اُدھر بھیک مانگنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں رہنے کی جب لوگوں نے اپنی چیزیں
حضور انور کی خدمت میں پیش کر دیں تاکہ حضور غربا کو تقسیم کر دیں تو پھر سب لوگ حضور کے مصلے کی
پاس جمع ہوئے جو مکہ کے راستہ میں شہر کے باہر ایک مقام تھا حضرت زبیر ایک عصا جس پر لوہے کی بھال
لگی ہوئی تھی اور جب وہ حضور لائے تھے آگے لیکے چلے اور اس مقام پر جا کے انھوں نے اس
عصا کو نصب کر دیا حضور انور نے عید کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ پڑھا۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد
سب مسلمان اپنے گھر واپس چلے گئے اور حضور انور نے مسجد میں آکے کل خیرات غریبوں میں تقسیم
کر دی جس مقام پر عید کی نماز پڑھائی گئی یہ وہ ہے مقام جہاں مدینہ میں پہنچنے پر حضور انور نے سب سے
پہلے نماز پڑھی تھی اور بعد ازاں آپ اس مقام پر کبھی کبھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے (کاتب الواقدی صفحہ

۴۸۔ طبری صفحہ ۲۴۴)

عید الضحیٰ

عیدالفطر کے بعد حضور انور نے عید الضحےٰ یعنی قربانی کے دن کی بنیاد ڈالی تاکہ مکہ کے حج کے دنوں میں جانوروں کی قربانی کیجائے مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ پہلے سال جب حضور انور مدینہ پہنچے ہیں اور وہاں کی سکونت اختیار کی ہے تو مشرکین عرب کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں نے حج نہیں کیا تھا تو عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ قربانی کی یہ رسم بھی آنحضرت نے یہودیوں سے لی تاکہ باہمی دوستی بڑھے اور یہودی اسلام سے مانوس ہو جائیں یہ تقریب ذالحجہ کی دسویں تاریخ قرار پائی۔ عرفات سے واپس آنے کے بعد حضور انور اپنے نماز پڑھنے کے مقام پر پہنچے اس وقت آپ کی خدمت میں دو بکری پورے سینگ والے پیش کئے گئے آپ نے ایک بکرے کو چھری لیکے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور جب تک چھری اس کی گردن پر رکھی تو یہ فرمایا "اے میرے خالق میں اپنی تمام امت کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے تیری توحید اور میری نبوت کی شہادت دی ہے اس بکری کے بچہ کو ذبح کرتا ہوں جب آپ اُسے ذبح کر چکے تو دوسرے بکری کے بچہ کو یہ الفاظ فرما کے ذبح کیا کہ میں اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے اسے قربانی کرتا ہوں آخر بکرے کے گوشت کا کچھہ حصہ آپ نے خود لے لیا اور کچھہ اپنے خاندان میں تقسیم کر دیا اور جو کچھہ بچا وہ مساکین کو دیدیا (کتاب الواقدی صفحہ ۴۸۔ طبری صفحہ ۲۴۴ اور ۳۲۹
ایک روایت میں ہے کہ آپ نے صرف ایک ہی بکرے کی قربانی کی مگر یہ روایت زیادہ صحیح ہے کہ آپ نے دو بکروں کی قربانی کی۔ مسیحی مورخ لکھتے ہیں کہ یہودی بھی دو جانوروں کی قربانی کیا کرتے تھے ایک اپنے ذاتی گناہوں کے کفارہ کے لئے اور ایک اپنے معتقدوں کے گناہوں کے کفارہ کے لئے۔ ان کا بیان ہے کہ بعینہٖ آنحضرت نے بھی قربانی میں ان کی تقلید کی حالانکہ یہ اعتراض بالکل لچر اور پوچ ہے کیونکہ یہودیوں اور مسلمانوں کی قربانی کی نوعیت میں بہت بڑا فرق ہے جس کی مختصر بحث ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

قربانی کی رسم دنیا کی ہر قوم میں پائی جاتی ہے توریت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آغاز دنیا سے یہ رسم جاری ہے ہر قوم میں اس کا نیا نیا انداز ہے اور نئی نئی صورت ہے یہودی اپنے گناہوں کے کفارہ کے لئے قربانی کیا کرتے تھے اور پھر وہ اُسے آگ میں جلا دیتے تھے گناہوں کے کفارہ کے لئے قربانی کرنے کا غلط

اس قدر بڑہا کہ عام طور پر لوگوں کو یہ یقین ہونے لگا کہ آسمان سے ایک بے ہیولیٰ کی آگ اُترتی ہے اور مقبول قربانی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ نصرانیوں کو چونکہ یہودیوں سے سخت دشمنی تھی انہوں نے اس قدیم رسم کو مٹا دیا اور حضرت عیسےٰ کے صلیب پانے پر قربانی کو ترک کر دیا اگرچہ یہ خیال کہ ایک جان کے مارنے سے انسان گناہ سے بچ جاتا ہے نصرانی اپنے دل سے دور نہ کر سکے کیونکہ اُن کا خیال ہے کہ ہمارے گناہوں کے کفارہ میں حضرت عیسےٰ نے صلیب پر جان دیدی اسی طرح یہودی یہ سمجھتے تھے کہ خواہ ہم کیسا ہی گناہ کریں ایک بھیڑ یا بکری کو ذبح کر کے جلا دینا اس گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ حضرت عیسےٰ کا صلیب پانا ہمارے گناہ کے کفارہ کا باعث ہو گیا مگر اسلام نے طرفین کی اس غلطی کو آشکارا کر دیا اور قرآن مجید نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ کسی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا عیسائی اب تک سخت دہوکے میں ہیں جسے وہ قربانی کہتے ہیں اور جو طرز انہوں نے یہودیوں سے اُڑائی تھی حضرت مسیح پر اس قربانی کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عیسےٰ اُن کے خیال کے بموجب صلیب پر جان دیکے پھر زندہ ہو گئے تھے اور قربانی کا یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ نہ ہو جب زندہ ہو گئی تو پھر وہ قربانی کہاں رہی یہودی تو اپنے گناہوں پر ایک بے زبان جانور کو مارکے قربان کر دیتے تھے مگر عیسائیوں نے اپنے خداوند کے صلیب پانے سے فائدہ اُٹھا کے قیامت تک اپنے گناہوں سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ یہ وحشیانہ خیالات افریقہ کے بادیہ گردوں کے مدت دراز تک رہے ایک شائستہ اور تعلیم یافتہ آدمی خیال کر سکتا ہے کہ ایک نوجوان شخص مظلومانہ اور بے لبانہ حالت میں جبراً قتل کر ڈالا گیا اور اس کے معتقد بجائے رنج اور افسوس کرنے کے اس کی اس دردانگیز موت سے فائدہ اٹھانا چاہیں یہ کیسا مضحکہ خیز عقیدہ ہے اس زمانہ کے متمدن یورپ نے ان خیالات کو سخت حقارت سے دیکھا ہے گوچند پادری اور دیسی کرستان اب تک اسی لکیر کے فقیر بنے چلے جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص کی بے لبانہ موت ہماری نجات کا باعث ہو گئی۔

اسلام کو ایسی مزخرفات سے کوئی تعلق نہیں ہے اسلام نے ایک جانور کا گوشت کہانا قرار دیا ہے مگر چونکہ وہ جان خالق ارض و سما سے تعلق رکھتی ہے اس لئے یہ حکم دیا کہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ اکبر کہہ لیا کرو تاکہ وہ باطل عقاید جو یہودیوں۔ نصرانیوں اور مشرکوں کے ہیں مٹ جائیں۔ کسی جانور کے ذبح کرنے کی نسبت تینوں قوموں کے عقائد نے نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ یہودیوں

و نصرانیوں کی قربانی کی کیفیت تو اوپر معلوم ہو چکی اب صرف مشرکوں کی قربانی کیحالت دیکھنی چاہئے کہ یہ
لوگ اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے پتھر کے بتوں۔ تصویروں۔ درختوں اور فرضی شیطانوں پر جانوروں کو
ذبح کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہ بت اور درخت اور شیطان اس جانور کا خون پیکے خوش ہو جائیں
گے اور ہم پر نظر عنایت رکھیں گے اخلاق کی یہ کمزوری مشرکوں میں بھی مثل نصرانیوں اور یہودیوں کی
آگئی تھی اگرچہ تینوں گروہوں کے اصول قربانی علحدہ علحدہ تھے مگر نتیجہ سب سے ایک ہی نکلتا تھا اسلام
جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ایسی بیہودہ باتوں سے پاک تھا اسلام نے جس طرح قربانی کا حکم دیا ہے
اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسلام نے ایک سادی قربانی کا حکم دیکے کس طرح
ناپاک خیالات کی بنیاد کو ڈھایا ہے۔ سورہ کوثر میں خداوند تعالیٰ نے قربانی کرنیکا حکم فرمایا ہے جس
میں یہ بیان ہوا ہے۔ انا اعطینٰک الکوثر ۝ فصل لربک وانحر ۝ ان شانئک ھو الابتر ۝ اس
چھوٹی سی سورۃ میں قربانی کے لئے ایک لفظ آیا ہے اور اس سے پہلے نماز کا حکم دیا گیا ہے یعنی قربانی
سے نماز کو مقدم کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی جانور ذبح کیا جائے تو اسی کے نام پر ذبح کیا جائے
جس کی نماز پڑھی جاتی ہے اور باقی وہ جانور جو دوسری طرح سے ذبح کئے جاتے ہیں مسلمانوں کے لئے
جائز نہیں ہیں پس سوائے اس کے قربانی کے متعلق اور کچھ بیان نہیں کیا گیا کہ آیا یہ گناہوں کا کفارہ
ہے یا خدا کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے چونکہ انسان بالطبع گوشت خوار بنایا گیا ہے اور اسے بغیر گوشت
خوری کے چارہ نہیں ہے اور اس نے ابتدا سے محض گوشت کھانے کے بہانہ سے صدہا قسم کی
مضر خیالات پیدا کر رکھے تھے اور سب سے زیادہ اس نے ایک جانور کے خون کو اپنے گناہوں کے دور
کرنے کے لئے ذریعہ بنا رکھا تھا اس لئے نہایت سادہ طور پر یہ فرمایا گیا ہے۔

بعض روایتوں اور حدیثوں میں اگرچہ اسے بہت ہی طول دیا گیا ہے اور مفسروں نے اس قربانی کو
بہت رنگ آمیزی کر کے بیان کیا ہے مگر اصل قرآن مجید سے وہ رنگ آمیزی ظاہر نہیں ہوتی ملاحظہ
فرمائیے کہ ایک لفظ انحر آیا ہے جس کے معنی قربانی کرنے کے ہیں اس کی تفسیر حسب ذیل کیگئی ہے
البدائع فی خیالات اقوال العرب قال محمد بن کعب ان ناسا کانوا یصلون لغیر اللہ وینحرون
لغیر اللہ فامر اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یکون صلاتہ ونحرہ لہ وقال قتادۃ وعطا

لہ ترجمہ [illegible] بیشک تیرا دشمن وہی بے نسل ہے ۱۲

وعكرمة المراد صلاة العيد ونحر الاضحية وقال سعيد بن جبير صل لربك صلاة الصبح المفروضة
بجمع وانحر البدن في منى وقيل النحر وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة حذاء النحر قال محمد
بن كعب وقيل هو ان يرفع يديه في الصلاة عند التكبيرة الى حذاء نحره وقيل هو ان يستقبل
القبلة بنحره قال الفراء والكلبي وابو الاحوص قال الفراء سمعت بعض العرب يقول تتناحر اي
تتقابل نحر هذا الى نحر هذا اي قبالته وقال ابن الاعرابي هو انتصاب الرجل في الصلاة بازاء
المحراب من قولهم منازلهم تتناحر اي تتقابل وروي عطاء انه قال امره ان يستوي بين السجدتين
جالسا حتى يبدو نحره وقال سليمان التيمي المعنى وارفع يديك بالدعاء الى نحرك وظاهر
الاية الامر له صلى الله عليه واله وسلم بمطلق الصلاة ومطلق النحر وان يجعلهما لله عز وجل
لا لغيره وما ورد في السنة من بيان هذا المطلق بنوع خاص فهو في حكم المقيد له عن
علي ابن ابي طالب قال لما نزلت هذه السورة على النبي صلى الله عليه واله وسلم قال لجبريل
ما هذه النحيرة التي امرني بها ربي فقال انها ليست بنحيرة ولكن يامرك اذا تحرمت للصلاة ان
ترفع يديك اذا كبرت واذا ركعت واذا رفعت راسك من الركوع فانها صلاتنا وصلاة الملائكة
الذين هم في السموات السبع وان لكل شيء زينة وزينة الصلاة رفع اليدين عند كل تكبيرة
قال النبي صلى الله عليه واله وسلم رفع اليدين من الاستكانة التي قال الله فما استكانوا لربهم
وما يتضرعون اخرجه ابن ابي حاتم والحاكم وابن مردويه والبيهقي في سننه وهو من طريق
مقاتل بن حيان عن الاصبغ بن نباتة عن علي وعن ابن عباس في الاية قال ان الله اوحى
الى رسوله صلى الله عليه واله وسلم ان ارفع يديك حذاء نحرك اذا كبرت للصلاة فذاك
النحر وعن علي في الاية قال وضع يده اليمنى على وسط ساعده اليسرى ثم وضعهما على صدره
في الصلاة وعن انس عن النبي صلى الله عليه واله وسلم مثله اخرجه ابو الشيخ والبيهقي في
سننه وعن ابن عباس ايضا اذا صليت فرفعت راسك من الركوع فاستو قائما وعنه
قال هو الذبح يوم الاضحى يقول اذبح يوم النحر۔

ترجمہ۔ وانحر۔ اور اونٹ کی قربانی کر کیونکہ عمدہ مال عرب کا یہی اونٹ ہے۔ محمد بن کعب نے
کہا کہ لوگ غیر اللہ کی نماز پڑھتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم

دیا کہ تمہاری نماز اور قربانی خالص اللہ ہی کے لئے ہونی چاہئے قتادہ اور عطاء اور عکرمہ نے کہا کہ اس سے عید کی نماز اور قربانی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے صبح کی نماز مزدلفہ میں پڑھنا۔ اور منیٰ میں قربانی کرنا مراد ہے۔ ایک قول محمد بن کعب کا یہ بھی ہے کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھے بعض نے (اس سے رفع یدین یعنی) نماز میں وقت تکبیر دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھانا مراد لیا ہے۔ اور فراء۔ کلبی۔ ابو الاحوص نحر کے معنی استقبال قبلہ کے لیتے ہیں۔ دلیل فراء کی یہ ہے کہ عرب جبکہ وقت ایک دوسرے کے مقابل آمنے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو تناحر کہتے ہیں۔ ابن الاعرابی نے کہا محراب کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا نام نحر ہے۔ عرب کے مکانات جب ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں تو وہ منازلہم تتناحر کہا کرتے ہیں۔ عطاء سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ آپ کا سینہ دکھائی دینے لگے سلیمان تیمی یہ معنی کرتے ہیں کہ دعا میں اپنے دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھاؤ۔ ظاہر اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق نماز اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے کہ خالصاً لوجہ اللہ آپ نماز پڑھا اور قربانی کریں اور احادیث میں اس مطلق کو جو بعض خاص صورتوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تو وہ حکم میں مقید کے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورہ کوثر نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے پوچھا یہ نحر جس کا اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے کیا چیز ہے حضرت جبریل نے فرمایا آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب آپ نماز کو کھڑے ہوں تو وقت تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کریں کیونکہ ہم اور وہ تمام فرشتے جو ساتوں آسمانوں پر رہتے ہیں اسی طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے نماز کی زینت رفع یدین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع یدین عاجزی کی علامت ہے (اور عاجزی نہ کرنے کی مذمت) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فما استکانوا لربھم وما یتضرعون" یعنی نہ تو انہوں نے عاجزی کی اور نہ زاری کی۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم۔ حاکم۔ ابن مردویہ نے اور بیہقی نے اپنی کتاب سنن میں نقل کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت میں نحر کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بھیجی کہ جب آپ نماز کے لئے تکبیر کہیں تو دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں کلائی پر رکھ کے ان دونوں کو سینہ پر رکھ لے اور حضرت انس بھی نبی صلی اللہ علیہ

وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں یہ حدیث ابو الشیخ اور بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کی ہے۔ ایک روایت ابن عباس سے یہ ہے کہ جب تو نماز پڑھے اور رکوع سے سر اٹھائے تو سیدھا کھڑا ہو جا۔ اور ایک روایت میں ابن عباس فرماتے ہیں کہ نحر کے معنی ہیں ذبح کرنا قربانی کے دن اللہ تعالےٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ دن قربانی کے تم ذبح کرو۔ (ترجمہ تمام ہوا)

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ قربانی کا کوئی حکم خصوصیت کے ساتھ قرآن مجید میں نہیں دیا گیا ہے۔ اگرچہ وانحر کے معنی سینہ پر ہاتھ رکھنے کے ضعیف ہیں اور اکثر رائے بھی اس طرف نہیں ہے تو بھی قربانی کا حکم۔ ایک سادگی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اس کا رنگ یہود و نصاریٰ کی قربانی سے بالکل مخالف ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات کا دارمدار بالکل جانور یا انسان کے گلا کٹنے پر ہے جو انتہا درجہ قابل نفرت اور مضحکہ خیز ہے۔ ایک یہودی یہ سمجھتا ہے کہ میں تمام عمر گناہ کرتا رہوں گا اور جب گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنا یا اپنے اوپر سے ٹالنا چاہوں گا تو فوراً ایک بھیڑ کو آگ میں ڈال دوں گا۔ نصرانی کا یہ خیال ہے کہ یسوع ناصری کو جو نہایت بے بسانہ حالت میں زبردستی یہودیوں نے صلیب دیدیا بس کل خداوند خدا پکارنے والوں کی نجات ہوگئی۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہ ہے مذہب اور یہ ہیں اس کے اصول تمام مسیحی عالم ملکے بھی اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

اذان

ابتدا میں موجودہ اذان کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تھی۔ نمازوں کے وقت معمولی طور پر پکار دیا جاتا تھا کہ وقت ہوگیا مسلمان نماز میں شریک ہو جائیں۔ مگر بعد ازاں یہودیوں کی قرنا نمازیوں کے بلانیکے لئے استعمال ہوئی۔ بعض کی رائے تھی کہ جس طرح نصاریٰ گھنٹی بجا کے بلاتے ہیں اسی طرح مسلمان گھنٹی کی آواز پر بلائے جائیں۔ مگر حضور انور نے آخر کار دونوں چیزیں ناپسند فرمائیں اور آسمانی حکم کے بموجب اذان جاری کیگئی۔

ہشامی نے اپنی کتاب صفحہ ۱۸۰ میں اذان کے متعلق حسب ذیل لکھا ہے " کہ اول تو یہودیوں کی قرنا رکھا حکم دیا گیا جو غالباً یہودیوں کے ابتدائی تعلقات کی وجہ سے دیا گیا تھا مگر پھر یہ قرنا ناپسند ہوئی اور لکڑی کا ایک گھنٹہ بنایا گیا یہ بھی چند روز کے بعد موقوف ہوگیا۔ جب عبداللہ نے خواب میں دیکھا کہ اذان کے لئے ہدایت کی گئی ہے چنانچہ پھر اذان جاری ہوگئی۔ عبداللہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص گھنٹی لئے جارہا ہے اور

عبداللہ نے اس سے گھنٹی خریدنی چاہی تاکہ نمازیوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کے کام آئے۔ اُس شخص نے عبداللہ سے کہا کہ تو گھنٹی کیوں خریدتا ہے میں تجھے نمازیوں کے جمع کرنے کا ایک اس سے بھی بہتر طریقہ بتاتا ہوں دیکھ وہ طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص مسجد میں بآواز بلند یہ پکارے اللہ اکبر اللہ اکبر الخ۔

یہ سننے کے بعد عبداللہ (جو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے) جاگ اُٹھے اور سیدھے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضور انور نے خواب کو بہت توجہ اور شوق سے سنا اور آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ آسمانی حکم ہے لہذا آپ نے اپنے حبشی غلام (حضرت) بلال کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے علاوہ ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کے اذان دیں۔ ہشامی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۰ میں لکھا ہے کہ سب سے پہلی یہ اذان ایک عورت کے مکان کی چھت پر دی گئی یہ عورت قبیلہ بنی نضیر سے تعلق رکھتی تھی۔ برٹن نے اس کے خلاف لکھا ہے مگر نہ کسی راوی کا نام درج کیا اور نہ اپنی تائید میں کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ برٹن کا بیان ہے کہ سب سے پہلا اذان مسجد کی چھت پر دی گئی تھی ساؤل ہی اوّل جب بلال اذان دینے کھڑے ہوئے ہیں تو ابھی اندھیرا ہی تھا اور اسی لئے صبح کی پو پھٹنے کا انتظار کرنے لگے اور جب پو پھٹی تو اذان دینی شروع کی جس میں یہ الفاظ اور ملا دئے " الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم " یعنی نماز سونے سے بہتر ہے۔ یہ جملے صرف صبح کی اذانمیں دوہرائے جاتے ہیں باقی چاروں وقت کی اذانوں میں نہیں استعمال ہوتے ابھی یہی طریقہ رائج ہے اور اسی طرح اذان دی جاتی ہے۔

اذان کی فلاسفی کے متعلق زیادہ غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ کچھ عجیب حکمت پر مبنی ہے اگر نصاریٰ کی گھنٹی کا رواج اسلام میں ہوتا تو آج سخت پریشانی مساجد میں پیدا ہو جاتی۔ کیونکہ ہر محلہ میں قریب قریب کئی کئی مساجد ہیں۔ جب سب کی گھنٹیاں ایکساں بجتیں تو شور قیامت محلہ میں برپا ہو جاتا اسی طرح اگر قرنا کا یا ڈھول کا استعمال ہوتا تو بھی محلہ والوں کی پریشانی کا باعث تھا اس لئے ہم عبداللہ خزرجی کے خواب بلکہ الہام کے قربان جس سے یہ معتدل طریقہ نمازیوں کے جمع کرنے کا ایجاد ہوا۔ یہ ہم ضرور کہیں گے کہ ناقوس بجانا یا گھنٹی بجانا اگر ضرورت پڑے تو اب بھی ناجائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں طریقے پہلے رائج تھے اور حضور انور نے اگرچہ نئے طریقہ کو جاری کر دیا لیکن پہلوں کی کوئی ممانعت نہیں فرمائی۔ یہ بات اور بھی دیکھنے کی ہے کہ حضور انور نے ابتدائی طریقہ لوگوں کے جمع کرنے کا جاری رکھا تھا یعنی جب کوئی آسمانی حکم سنانے کے لئے لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا یا جہاد کے لئے مسلمانوں کو بلانا

ہوتا تھا تو اسی ابتدائی اعلان سے کام لیا جاتا تھا۔ یہ ساری باتیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ اسلام کیسا سادہ۔ نرم اور آزاد مذہب ہے جس میں حسب ضرورت وہ باتیں جایز ہیں جن سے انسان کو سہولتیں ہوں اور وہ بآرام اپنے مذہبی فرائض پورے کرلے۔

منبر

مسجد میں جہاں حضور انور خطبہ پڑہنے کھڑے ہوتے تھے کھجور کے درخت کی ایک سیدہی لکڑی نصب کردی گئی تھی اور آپ خطبہ پڑہتے وقت اسے پکڑ لیا کرتے تھے جب قبلہ کی تبدیلی ہوئی تو یہ لکڑی یا عصا مسجد کے شمالی کونے سے اکھیڑ کے جنوبی دیوار کے پاس نصب کردیا گیا تھا۔ اس سے پہلے کوئی منبر نہ تھا اور آپ کو جمعہ کے دن چونکہ طولانی خطبہ پڑہنا ہوتا تھا اس لیے اکیساں کھڑا رہنا پڑتا تھا اور بعض اوقات آپ تہک جاتے تھے۔ اس کے متعلق آپ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے ایک صحابی نے کہا اگر حضور انور حکم دیں تو میں ایک ایسا منبر حضور کے لیے تیار کرادوں جو میں شام میں دیکھ آیا ہوں حضور انور نے منظور کرلیا اور آپ کے لئے ایک منبر تیار کرالیا گیا اور اس کی تین سیڑہیاں رکھیں۔[۵۱] ابھی تک یہی دستور چلا جاتا ہے۔ جمعہ کے روز امام جب خطبہ پڑہتا ہے تو چند سکنڈ خطبہ کا ایک حصہ ختم کرکے دم لے لیتا ہے اور پھر پڑہنے کھڑا ہوجاتا ہے۔

سب سے پہلے حضور انور جمعہ کے روز منبر پر بیٹھے۔ آپ نے اپنا مبارک مونہ کعبہ کی طرف کرکے زور سے تکبیر کہی یعنی اللہ اکبر کا زور سے نعرہ مارا اور پھر کل مقتدیوں نے اسی پرجوش لہجہ میں اللہ اکبر کی صداؤں سے کرہ باد کو گونجادیا۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز جمعہ ادا کیں اور سلام پھیرنے کے بعد مسلمانوں

۵۱۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ منبر مدینہ کے ایک شخص نے بنایا تھا جو سارے عرب میں بڑا کاریگر مشہور تھا دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپ کے چچا حضرت عباس نے اپنے غلام سے جو بڑہئی کا کام کرتا تھا یہ منبر بنوا دیا تھا مگر یہ آخری روایت غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضرت عباس حضور انور کی وفات سے صرف دو مہینے پہلے مدینہ میں آئے تھے منبر بننے کے وقت جب وہ مدینہ میں تھے ہی نہیں پھر بھلا اپنے غلام سے منبر کیوں کر بنواتے۔

۵۲۔ جب نمازی وضو سے اور بدن اور مکان اور کپڑے کی نجاست سے پاک کرنے سے فارغ ہو اور ستر برہنگی کا خوف سے بیکر انو تک کرچکے تو چاہیے کہ قبلہ رخ دونوں پاؤں میں کچھ فاصلہ دے کر کھڑا ہو دونوں پاؤں کو آپس میں نہ ملاوے اس طرح کھڑا ہونا آدمی کی فضا درجہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں صف اور

کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ اسی طریقہ سے آیندہ نماز پڑھتے رہنا اس وقت آپ کا لباس یہ ہوتا تھا سر پر پیچ

صفن سے منع فرمایا صفد تو اس کو کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں یک ساتھ جوڑ لے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مقرنین فی الاصفاد ۔ اور صفن یہ ہے کہ ایک پاؤں پر زور دیکر دوسرے کو کھڑا کرلے جیسے کہ اس آیت میں ہے۔ الصافنات الجیاد - یہ صورت تو دونوں پاؤں میں قیام کے وقت تقابل لحاظ ہے اور دونوں رانوں اور کمر میں یہ لحاظ چاہئے کہ سیدھے قائم رہیں اور سر کو چاہئے سیدھا رہنے دے خواہ گردن جھکالے اور گردن جھکانا فروتنی کے قریب تر ہے اور نظر کو نیچا رکھنا ہے اور چاہئے کہ نظر جانماز پر رہے جس پر نماز پڑھتا ہے اور اگر جانماز نہ ہو دیوار کے قریب کھڑا ہو یا اپنے اطراف میں لکیر کھینچ لے کہ نگاہ کی ساعت اس سے بھی کم ہو جاتی ہے اور فکر کو پراگندہ نہیں ہونے دیتی اگر جانماز کے کناروں یا لکیر کی حدود سے نگاہ باہر نکلے تو اس کو روکنا چاہئے اور اس قیام کو اسی طرح رکوع تک رکھنا چاہئے کہ کسی طرف دھیان نہ ہو یہ قاعدہ قیام کا ہے جب قیام قبلہ رخ سیدھا کرلے اور ہاتھ پاؤں بھی سب برابر ہوں تو سورت قل اعوذ برب الناس شیطان سے محفوظ رہنے کے لئے پڑھے پھر تکبیر کہے اور اگر کسی مقتدی کے آجانے کی توقع ہو تو اول اذان کہدے پھر نیت کو حاضر کرے یعنی مثلاً ظہر میں دل کے اندر نیت کرے اور کہے کہ میں ظہر کے فرض اللہ کے لئے ادا کرتا ہوں اس میں ادا کے لفظ سے تو قضا سے تمیز ہو جاوے گی اور فرض کے کہنے سے نفل سے علحدگی ہوگی اور ظہر کہنے سے عصر وغیرہ سے فرق ہو جائے گا اور چاہئے کہ ان الفاظ کے معانی دل میں موجود ہیں کہ نیت انہی کو کہتے ہیں الفاظ تو صرف یاد دلانے والے اور اُن کے دل میں موجود ہونے کے اسباب ہیں اور یہ کوشش کرے کہ یہ نیت تکبیر کے آخر تک قائم رہے کہ غائب نہ ہونے پاوے جب دل میں یہ بات موجود ہو جاوے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں شانوں تک اٹھائے اس طرح کہ دونوں ہتھیلیاں مقابل دونوں شانوں کے ہوں اور دونوں انگوٹھے مقابل کانوں کی لو کے اور انگلیوں کے سر مقابل دونوں کانوں کے ہوں تاکہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں سب کا جامع ہو اور دونوں ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے اور انگلیوں کو کھلا رکھے یعنی نہ بند کرے نہ پھیلانے میں تکلف کرے بلکہ ان کو ان کی طبیعت پر چھوڑ دے اس لئے کہ آثار میں ان کا پھیلانا اور ملا رکھنا منقول ہے اور یہ صورت دونوں کے درمیان ہے اس جہت سے بھی اولے ہے اور جبکہ ہاتھ اپنے ٹھکانے پر ٹھیر جاویں تب نیت کا دل میں حاضر کرنا اور اللہ اکبر کہنا اور ہاتھوں کو جھکانا شروع کرے اور اللہ اکبر پورا کرکے دونوں کو ناف کے اوپر اور چھاتی کے نیچے باندھے اس طرح کہ داہنا ہاتھ اُوپر ہو اور بایاں نیچے تاکہ داہنے کو فضیلت ہو کہ بائیں کے اُوپر رہے اور داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی بائیں ہاتھ

تک بردہ (یمنی کپڑے کی ہوتی تھی) اس کے آنچل آپ کے دونوں کندھوں پر پڑے رہتے تھے اور جبہ

کے ساعد پر پھیلا دے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائیں کے پہونچے کو پکڑلے اور اللہ اکبر کہنا روایتوں میں ہاتھ اٹھانے کے ساتھ بھی آیا ہے جس وقت کہ وہ اٹھ کر ٹھیر جاویں اس وقت بھی آیا ہے اور ان کو باندھنے کے لئے جھکانے کے ساتھ بھی وارد ہے اور ان کل صورتوں میں کچھ حرج نہیں لیکن جھکاتے وقت میں اللہ اکبر کہنا میرے نزدیک لائق تر ہے اس لئے کہ یہ کلمہ عقد کا ہے اور ایک ہاتھ کا دوسرے پر رکھنا اس عقد کی صورت ہے اور یہ صورت ہاتھوں کو جھکانے سے شروع ہوتی ہے اور ان کے باندھنے تک پوری ہوتی ہے اور شروع اللہ اکبر کا الف ہے اور تمامی رہے تو مناسب یہ ہے کہ فعل اور عقد میں مطابقت کا لحاظ کیا جاوے باقی رہا ہاتھوں کا اٹھانا وہ اس شروع کا مقدمہ ہے اس سے اس قدر مناسبت نہیں جتنی جھکانے کی صورت سے ہے۔ پھر اللہ اکبر کہنے میں اپنے ہاتھ بہت آگے نہ بڑھاوے اور نہ شانوں کے پیچھے ان کو لے جاوے اور نہ داہنے بائیں کو جھٹکے جھٹک السنکجا بلکہ ان کو آہستہ اور نرمی سے نیچے لٹکا دے پھر نئے سرے سے داہنا ہاتھ بائیں پر ہاتھ کو لٹکانے کو بعد رکھ لے اور بعض روایتوں میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہنے کے بعد اپنے ہاتھ لٹکا دیتے تھے اور جب قرارت کا ارادہ کرتے تھے تو داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیتے تھے تو یہ حدیث اگر صحیح ہو تو جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے یہ بہتر ہے اور چاہئے کہ اللہ اکبر کی ہ کو تھوڑا سا پیش دے اتنا نہ کرے کہ ہ کے بعد واو کسی معلوم ہو پیش کو بہت بڑھانے سے واو پیدا ہو جاتی ہے اور اکبر کی ب کے بعد الف نہ کہے کہ اکبار کہنا پایا جاوے اور اکبر کی ر کو جزم کرے اس پر پیش نہ پڑھے یہ صورت اللہ اکبر کہنے اور اس کے ساتھ کے اعمال کی ہے قرأت پھر شروع کی دعا پڑھے اور بہتر ہے کہ اللہ اکبر کے بعد یوں ملا کر پڑھے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اس کے بعد کہے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک تاکہ جتنے متفرق امور اخبار میں وارد ہیں سب جمع ہو جاویں اور اگر امام کے پیچھے ہو اور امام اتنا لمبا سکتہ نہ کرے کہ جس میں نمازی الحمد پڑھ سکے تو اسی قدر دعا پر اکتفا کرے اور اگر اکیلا ہو یا امام کے پیچھے مہلت پاوے تو بعد دعا کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہہ کر سورۂ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے اور سب تشدیدوں اور حرفوں کو پورا پڑھے اور کوشش کرے کہ ضاد و ظا میں ملنے نہ پاوے اور الحمد

عمامہ فی نفیس کپڑے کا زیادہ لمبا ہوتا تھا اور بعض ایک ٹکڑا کپڑا ایسا تھا جو عموماً جمعہ یا عیدین کی نماز میں ڈالا

کے آخر میں آمین کچھ کھینچکر کہے اور آمین کو ولا الضالین میں نہ ملاوے اور نماز صبح اور مغرب اور عشا میں قراءت پکار کے پڑہے بشرطیکہ مقتدی نہ ہو اور آمین پکار کر کہے پھر ایک سورت یا مقدار تین آیتوں کے خواہ زیادہ کے پڑہے اور سورت کے آخر کو رکوع کے اللہ اکبر میں نہ ملاوے بلکہ دونوں میں فاصلہ مقدار سبحان اللہ کہنے کا رکھے اور صبح کی نماز میں طوال مفصل پڑہے اور مغرب میں قصار مفصل اور ظہر اور عصر اور عشا میں والسماء ذات البروج اور اس کے مثل اور سورتیں پڑہیں اور صبح کی نماز میں سفر کی حالت میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑہے اور فجر کی سنتوں اور دوگانہ طواف اور دوگانہ تحیۃ میں بھی یہی دونوں پڑہے اور قرأت کی انتہا تک کھڑا رہے اور اسی طرح ہاتھ باندہے رہے جیسا کہ اوپر ہم نے بیان کیا ہے۔ رکوع اور اس کے لواحق پھر رکوع کرے اور اس میں کئی باتوں کا خیال رکھے یعنی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کو اتنا بڑھاوے کہ رکوع میں پہنچے تک تمام ہو اور اپنی ہتھیلیاں رکوع کے اندر دونوں زانوؤں پر رکھے اور انگلیاں پھیلی ہوئی پنڈلی کے طول کی جانب قبلہ رخ ہوں اور اپنے گھٹنوں کو سیدھا رکھے ان کو ٹیڑھا نہ کرے اور اپنی کمر کو برابر پھیلا دے اور گردن اور سر اور پیٹھ ایک سطح جیسے ہوں کہ نہ سر نیچا ہو نہ اونچا ہو اور اپنی کہنیوں کو دونوں پہلو سے علحدہ رکھے اور عورت اپنی کہنیاں پہلو سے ملی رکھے اور رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہے اور تین بار سے زیادہ سات اور دس بار تک بہتر ہے بشرطیکہ امام نہ ہو پھر رکوع سے قیام کی طرف اٹھے اور دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھاوے اور کہے سمع اللہ لمن حمدہ اور سیدھا مطمئن کھڑا ہو اور کہے ربنا لک الحمد ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما شئت من شئ بعد اور اس قیام کو بجز صلوۃ التسبیح کے اور نمازوں میں طول نہ دے اور صبح کے وقت دوسری رکعت میں سجدہ سے پیشتر دعائے قنوت ان الفاظ سے پڑہے جو احادیث میں مروی ہیں۔ سجدہ پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے کو جھکے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے اور پیشانی اور ہتھیلیاں کھلی ہوئی زمین پر رکھے اور جھکنے کے وقت اللہ اکبر کہے اور بدون رکوع کے اور جگہ ہاتھ شانوں تک نہ اٹھاوے اور چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے زانو زمین پر رکھے ان کے بعد دونوں ہاتھ اور آخر کو مونہ اور سجدہ میں ناک بھی زمین پر رکھے اور کہنیوں کو پہلو سے علحدہ رکھے اور عورت ایسا نہ کرے اور پاؤں کی انگلیاں پھیلی رکھے اور عورت یہ نہ کرے اور سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے الگ رکھے اور رانیں جدا جدا ہوں۔ عورت پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو آپس میں ملی ہوئی رکھے اور ہاتھوں کو شانوں کے مقابل زمین پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیاں

جاتا تھا منبر کی بہت تحریم کی جاتی تھی۔ عموماً بعض معاملات پر جو قسمیں کھائی جاتی تھیں وہ منبر کے

کو پھیلا دے نہیں بلکہ آپس میں سوا انگوٹھے کے ملائے اور اگر انگوٹھے کو نہ ملا دے تو کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں

ہاتھ زمین پر نہ بچھا دے جیسے کتا بچھاتا ہے بلکہ کہنیاں ابھری رکھے کہنیاں زمین پر لگانے سے نہی وارد ہے اور سجدہ

میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے اور اگر زیادہ دفعہ کہے تو بہتر ہے مگر جس صورت میں کہ امام ہو تین بار سے زیادہ نہ

کہے پھر سجدے سے اٹھکر اطمینان سے بیٹھ جاوے یعنی اپنا سر تکبیر کہتا ہوا اٹھاوے اور بائیں پاؤں پر بیٹھکر داہنے

قدم کو کھڑا رکھے اور اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے اُن کے ملانے میں تکلف نہ کرے پھیلانے

میں مبالغہ کرے اور اس جلسے میں کہے۔ رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی واھدنی واجبرنی وعافنی واعف عنی

اور اس جلسہ کو بجز صلوٰۃ التسبیح کے اور نماز میں بہت نہ بڑھا دے پھر پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ کرے اور

اس کے بعد تھوڑا سا جلسہ استراحت کرے اور یہ جلسۂ استراحت ہر رکعت کے بعد جس میں التحیات نہ ہو ہوتا ہے

پھر ہاتھ کا سہارا زمین پر دیکر اٹھ کھڑا ہو مگر اٹھنے میں کوئی پاؤں آگے نہ بڑھاوے اور تکبیر کو اتنا بڑھا دے کہ بیٹھنے

کے درمیان سے کھڑے ہونے کے درمیان تک جاوی ہو جاوے یعنی اللہ کی ہ تو برابر بیٹھنے تک میں ادا ہو اور

اکبر کا کاف زمین پر سہارا دیتے وقت نکلے اور را اس وقت پوری ہو کہ آدھا کھڑا ہو جاوے اور شروع اللہ اکبر

کہنا اس وقت سے کرے کہ جب بیٹھنے کے لئے نصف اٹھ چکا ہو تاکہ سارا اللہ اکبر اس حالت تبدیل میں تمام ہو جاوے

قیام اور سجدہ اس سے دونوں خالی رہیں اور یہ صورت تعظیم سے قریب تر ہے اور دوسری رکعت مثل اول

کے ہے اس کے شروع میں اعوذ دوبارہ پڑھے۔ تشہد پھر دوسری رکعت کے بعد اول تشہد پڑھے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل پر درود بھیجے اور التحیات پڑھنے میں اسی طرح بیٹھے جیسا دو

سجدوں کے بیچ میں بیٹھا تھا یعنی بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا رکھے اور داہنے ہاتھ کو داہنی ران

پر رکھے اور اس کی انگلیاں سوائے انگشت شہادت کے بند کرے اور انگوٹھے کے کھلا رکھنے کا بھی کچھ مضائقہ

نہیں اور صرف داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے الا اللہ کہنے کے وقت اشارہ کردے نہ لا الہ الا اللہ

کہنے کے وقت اور اخیر کی التحیات میں بعد درود شریف کے دعائے ماثورہ پوری پڑھے اور اخیر تشہد کا

طریق مثل اول تشہد کے ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اس میں بائیں چوتڑ پر بیٹھے کیونکہ اب اس کا ارادہ اٹھنے

کا نہیں ہے بلکہ ٹھیرا ہوا ہے اور اپنے بائیں پاؤں کو نیچے سے داہنی طرف نکال دے اور داہنے کو کھڑا رہنے

دے اور اگر دشوار نہ ہو تو پاؤں کے انگوٹھے کا سر قبلہ رخ رکھے پھر ان سب افعال کے بعد داہنی طرف

آگے کھائی جاتی تھیں۔ یہ درحقیقت منبر کی پرستش نہ تھی بلکہ ایک قسم کی عزت تھی کہ پاک مقام میں
جاکے کھائی جائے چنانچہ اب بھی جب کوئی سخت معاملہ مسلمانوں میں آ کے پڑتا ہے تو دونوں
اس بات پر رضامند ہوتے ہیں کہ مسجد میں جاکے قسم کھائی جائے اور جب قسم کھائی جاتی ہے تو دونوں
میں سے ایک فریق رضامندی کے ساتھ اپنے حقوق یا دعوے سے دست بردار ہو جاتا ہے۔

تو مونہ پھیر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور مونہ اتنا پھیرے کہ جو شخص اس کے پیچھے داہنی طرف نماز پڑھتا ہے
وہ اس کا داہنا رخسار دیکھ لے پھر بائیں طرف مونہ پھیر کر اسی طرح دوسرا سلام کہے اور سلام پھیرنے میں نیت
نماز سے باہر ہونے کی کرے اور اس سلام میں اپنے داہنے ہاتھ کے فرشتوں اور مسلمانوں کی نیت کرے اور اسی
طرح دوسرے سلام میں نیت کرے اور سلام کو تخفیف کے ساتھ کہے بہت کھینچے نہیں کہ سنت اسی طرح ہے یہ
صورت اکیلے شخص کی نماز کی ہوئی اور امام اللہ اکبر پکار کر کہے اور اکیلا اس قدر آواز سے کہے کہ اپنے آپ
سن لے اور امامت کی نیت کر لے کہ ثواب ملے اگر نیت نہ کرے گا اور مقتدی اس کے پیچھے اقتدا کی نیت
سے نماز پڑھ لیں گے تو ان کی نماز درست ہو جاوے گی اور جماعت کا ثواب سب کو ملیگا اور امام شروع
نماز کی دعا اور اعوذ باللہ آہستہ سے پڑھے جیسا کہ اکیلا پڑھتا ہے اور الحمد اور سورہ دونوں رکعتوں میں
صبح کی اور دو پہلی رکعتوں میں مغرب اور عشا کی پکار کر پڑھے اور ایسا ہی حال تنہا پڑھنے والے کا ہے اور
جن نمازوں میں قرأت پکار کر پڑھتے ہیں ان میں امام آمین پکار کر کہے اور مقتدی بھی امام کے ساتھ ہی پکار کر
آمین کہیں اس سے پیچھے نہ کہیں اور امام الحمد کے بعد کسی قدر خاموش رہے تاکہ سانس درست ہو جاوے اور
مقتدی اس حالت خاموشی میں سورۂ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ امام جس وقت قرأت پڑھے اس وقت اس کی
قرأت سنیں اور مقتدی جہری نمازوں میں سورہ نہ پڑھے مگر جس صورت میں کہ آواز امام کی نہ سنتا ہو تو
کچھ مضائقہ نہیں اور امام رکوع سے سر اٹھانے میں سمع اللہ لمن حمدہ پکار کر کہے اور مقتدی بھی یہی کہے اور امام
رکوع اور سجدہ کی تسبیحیں تین سے زیادہ نہ کہے اور نہ اول کی التحیات میں اللھم صلی علی محمدؐ و علی آل محمدؐ کہنے کے
بعد کچھ اور زیادہ کرے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف الحمد پر کفایت کرے اور لوگوں پر اس کو طول نہ دے
اور آخر کی تشہد میں التحیات اور درود کے بعد دعا اتنی نہ پڑھے کہ ان دونوں چیزوں سے زیادہ ہو جاوے
اور اپنے سلام میں جس طرح قوم کی نیت کرتا ہے مقتدی اپنے سلام میں اس کے جواب کی نیت کرے
اور امام سلام کے بعد اس قدر توقف کرے کہ لوگ سلام سے فارغ ہو جاویں پھر لوگوں کی طرف اپنا

سر ولیم میور صاحب نے یہاں بھی چوٹ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ دستور بھی آنحضرت نے یہودیوں سے اڑایا ہے کیونکہ اُن کے ہاں ہیکل میں جاکے قسم کھایا کرتے تھے۔ میور صاحب کا یہ لکھنا عجب لگتا ہے جبکہ انھیں میور صاحب صاحب کتاب تسلیم کرتے ہیں اور یہ قدرتی بات ہے کہ جو قومیں صاحب کتاب ہوں گی اُن کی بہت سی باتیں دینیات کے متعلق ملتی جلتی ضرور ہوں گی۔ ہم تو عجب جانیں کہ

موتہ پھیرے اور اگر مردوں کی صف کے پیچھے عورتیں بھی پڑھتی ہوں تب بہتر ہے کہ قبلہ رخ بیٹھا رہے تاکہ عورتیں سامنے نہ پڑیں اور جب تک امام نہ اٹھے مقتدیوں میں سے کوئی نہ اٹھے امام جدھر سے چاہے پھرے خواہ داہنے ہاتھ کو خواہ بائیں کو اور میرے نزدیک داہنے طرف کو پھرنا پسند ہے اور امام صبح کی قنوت میں خاص اپنے لئے دعا نہ مانگے بلکہ اللھم اھدنا کہے بجائے اھدنی کے اور قنوت کو پکار کر پڑھے اور مقتدی آمین کہیں اور اپنے ہاتھ سینے کے مقابل اٹھاویں اور دعا کے ختم پر دونوں ہاتھوں کو مونہ پر پھیر لیں کہ اس میں ایک حدیث ضعیف ہے ورنہ قیاس چاہتا ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جاویں جیسے التحیات کے بعد دعا میں نہیں اٹھاتے۔ منہیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بہت سی باتوں سے منع فرمایا ہے۔ اوّل دونوں پاؤں کو جوڑ کر کھڑا ہونا۔ دوم ایک پاؤں پر زور دیکر دوسرے کو گھوڑے کی طرح ترچھا کرنا۔ سوم اقعا اس کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ دونوں چوتڑوں پر بیٹھ کر دونوں زانو کھڑے کر دے اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے جس طرح کتا بیٹھتا ہے اور حدیث والوں کے نزدیک اقعا اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ بجز ایڑیوں اور پاؤں کی انگلیوں کے اور کوئی عضو زمین سے نہ لگا ہوا ہو۔ چہارم محدثین کا مذہب یہ ہے کہ سدل اس کو کہتے ہیں کہ اپنی چادر وغیرہ میں لپیٹ کر ہاتھ ڈھانپ کر لے اور رکوع اور سجدہ اسی طرح کرے ہاتھ باہر نہ نکالے۔ یہ فعل یہودیوں کا تھا کہ اپنی نماز میں کرتے تھے اس لئے اُن کی مشابہت سے منع فرمایا اور کرتہ وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے یعنی رکوع اور سجدہ کرتے کے اندر ہاتھ کئے ہوئے کرنا نہ چاہئے اور سدل کے معنی بعض یہ لکھتے ہیں کہ چادر کو بیچ سے سر پر رکھ لے اور اس کے دونوں پلے داہنے بائیں طرف لٹکا وے اور بیدون آنچل مارنے کے مگر اول معنی سدل کے بہتر ہیں۔ پنجم کفت اس کی صورت یہ ہے کہ جب سجدہ کرنا چاہے اپنا کپڑا پیچھے سے یا آگے سے اٹھا لے اور کفت بالوں میں بھی ہوتا ہے یعنی چٹیا باندھ کر نماز پڑھے اور یہ منع مردوں کے لئے ہے اور حدیث میں ہے۔ امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء ولا اکف شعرا ولا ثوبا اور امام احمد نے تہبند کو کرتے کے اوپر باندھنا مکروہ فرمایا ہے اور اس کو کفت میں داخل سمجھا ہے۔ ششم کرتوں پر ہاتھ رکھنا۔ ہفتم قیام میں کرتوں پر اس طرح ہاتھ رکھنا کہ بازو بدن سے علحدہ ہیں۔ ہشتم مواصلت یعنی وصل کرنا کہ

تو پھر میں اپنے ساتھی کی زندگی کیسے بچا سکتا ہوں خداوند تعالےٰ نے پیغمبروں کو پیدا کر [illegible]
باتیں بناتے ہیں۔ یہودیوں کی محض دشمنی کی وجہ تھی کہ وہ جان بوجھ کر [illegible] باتیں بناتے [illegible]
حضرت موسےٰ اور اُن سے پہلے پیغمبروں کے حالات دیکھ چکے تھے جن میں سے کوئی [illegible] کی
جان بچا سکا نہ اپنی خدائی ساری قوتیں پیغمبر کی ذات میں ودیعت نہیں کی جاتیں [illegible]

اُن میں فرق ہو رہا ہوگا اور ہم اس بات کو ایک مثال سے واضح کئے دیتے ہیں [illegible]
اور کامل کہتے ہیں تو دو ہی وجہ سے کہتے ہیں ایک امر باطن کی وجہ سے دوم اعضائے ظاہر کی جہت سے امر باطن
تو حیات و روح ہے اور ظاہر کے اعضا معلوم ہی ہیں اور ان اعضا میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ اُن کے نہ ہونے
سے انسان نیست ہو جاتا ہے جیسے دل اور جگر اور دماغ اور دوسرے اعضا جن کے عدم سے حیات جاتی رہتی
ہے اور بعض اعضا ایسے ہیں کہ اُن کے نہ ہونے سے زندگی تو نہیں جاتی مگر زندگی [illegible]
ہیں جیسے آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں اور بعض اعضا ایسے ہیں کہ اُن سے نہ زندگی فوت ہو [illegible] مگر اُن
کے نہ ہونے سے خوبصورتی جاتی رہتی ہے جیسے بھویں اور ڈاڑھی اور پلکیں اور رنگ کی خوبی اور بعض ایسے
ہیں کہ اُن سے اصل خوبصورتی نہیں جاتی مگر کمال خوبی کا جاتا رہتا ہے جیسے بھوؤں کا خمدار ہونا اور ڈاڑھی
اور پلکوں کا سیاہ ہونا اور اعضا کا متناسب ہونا اور رنگ کا سرخ و سفید ہونا غرض کہ یہ درجات جدا جدا ہیں
اسی طرح عبادت بھی ایک صورت ہے کہ شریعت نے اس کو بنایا ہے اور اس صورت کا حاصل کرنا ہمارے لئے
عبادت مقرر ہوا ہے اس صورت کی روح اور حیات باطنی تو خشوع اور نیت اور دل کا حاضر ہونا اور اخلاص ہے
جیسا کہ آگے لکھا جاویگا اب اس جگہ اس کے اجزائے ظاہری کا ذکر کرتے ہیں پس رکوع [illegible]
دوسرے فرائض بمنزلہ دل اور سر اور جگر کے ہیں کہ اُن کے نہ ہونے سے نماز نہیں ہوتی [illegible]
رفع یدین اور شروع کی دعا اور تشہد اول بہ منزلہ دونوں ہاتھوں اور آنکھوں [illegible] کہ ان کے نہ ہونے سے
صحت تو نہیں جاتی جیسے اُن اعضا کے نہ ہونے سے زندگی نہیں جاتی [illegible]
لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے اسی طرح جو شخص نماز میں اسی قدر پر اکتفا کرے کہ نماز درست ہو جا[ئے]
اور سنتوں کو بجا نہ لائے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس [illegible]
ہاتھ پاؤں کٹے ہوں۔ اور مستحبات جو سنتوں سے کم درجہ کے ہیں وہ بمنزلہ حسن کے لوازم کے ہیں جیسے بھویں اور
ڈاڑھی اور پلکیں اور رنگ کی [illegible]

صاحب نے یہودیوں کے اس قول کو بہت خوش ہو کے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کاش یہودیوں کے
وہ ان اقوال کو بھی لکھ دیتے جو وہ اِن کے خداوند مسیح کی نسبت بکتے ہیں۔

حضور انور اکثر اوقات اپنے عزیز صحابی کی عیادت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے اور جو کچھ مریض کی خدمت ہوتی تھی اس کے کرنے میں بھی آپ کو دریغ نہ ہوتا تھا جو علاج کہ اس زمانہ میں عربوں میں رائج تھے

کی مکمل تصویر ہیں جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور ڈاڑھی کا گول ہونا وغیرہ ہے۔ حاصل یہ کہ نماز تیرے پاس ایک ذریعہ قرب اور تحفہ ہے جس سے تو حضرت شاہنشاہ حقیقی کی جناب میں تقرب چاہتا ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ دنیا کی قربت کی طلب کے لئے غلام اس کی بارگاہ میں تحفہ بھیجتا ہے اور یہ تیرا تحفہ اللہ عزوجل کے حضور میں پیش ہو کر بڑی پیشی کے دن پھر تجھے ملتا ہے اب تجھے اختیار ہے چاہے اس کی صورت اچھی بنا خواہ بُری۔ اگر اچھی بناوے گا تو اپنے واسطے اور بُری بناوے گا تو اپنے واسطے۔ اور تجھ کو یہ نہ چاہئے کہ فقہ کی عبارت میں سے اسی پر بس کرے کہ فرض اور سنت کے درمیان فرق معلوم کرلے اور سنت کو سمجھ لے کہ اس کا نہ کرنا جائز ہے اور اس خیال سے اس کو چھوڑ دے کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی طبیب کہے کہ آنکھ پھوڑ دینے سے آدمی کا وجود نہیں جاتا مگر اس آدمی کو اگر کوئی شخص ہدیہ کے طور پر بادشاہ کے ہاں پیش کر کے متوقع تقرب کا ہو تو یہ بات تو آنکھ کے جانے سے جاتی رہی یہی حال سنتوں اور مستحبات کے فوت ہونے کا سمجھنا چاہئے کہ جو نماز کہ آدمی اس کا رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے گا تو اس کی اول دشمن وہی ہوگی اور کہے گی کہ خدائے تعالےٰ تجھے برباد کرلے جیسا تو نے مجھے برباد کیا چنانچہ نماز کے ارکان پورا کرنے کے باب میں ہم احادیث لکھ آئے ہیں اُن کو دیکھو تاکہ اِن باتوں کی وقعت تم کو معلوم ہو نماز کے اندر باطنی شرطوں کے ذکر میں جو دل سے متعلق ہیں اس میں ہم اول نماز کا وابستہ ہونا خشوع اور حضور دل کے ساتھ ذکر کریں گے پھر امور باطنی جن سے نماز کامل ہوتی ہے اور اُن کے حدود اور اسباب اور تدبیرات کو لکھیں گے پھر اُن امور کی تفصیل کریں گے جو ہر رکن میں نماز کے رکنوں میں سے موجود ہونے چاہئیں تاکہ نماز توشۂ آخرت ہوجائے۔ نظر بریں اس میں چار بیان ہیں۔

بیان اول خشوع اور حضور دل کے شرط ہونے میں۔ واضح ہو کہ اس بات کی دلیلیں بہت ہیں نماز کے اندر خشوع اور حضور دل شرط ہے چنانچہ ایک دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ الفاظ امر سے بظاہر وجوب سمجھا جاتا ہے یعنی حضور دل کا ہونا واجب ہے اور غفلت ذکر کی ضد ہے تو جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے وہ نماز کا برپا رکھنے والا خدائے تعالےٰ کی یاد پر کیسے ہوگا اور ایک جا ارشاد فرمایا ہے وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ اس میں نہی کا صیغہ ہے جو بظاہر غفلت کی حرمت پر دلالت کرتا ہے اور فرمایا حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ اس میں نشہ والے کو نماز سے منع

وہ سب کیے گئے مگر کسی سے کچھ فائدہ نہ ہوا آخر ان کی وفات ہو گئی۔ حضور انور اپنے عزیز کے جنازے کے ساتھ مدفن پر تشریف لے گئے۔ یہ مدفن شہر کے مشرقی سمت کی طرف واقع ہے یہاں جنگلی پودے اور جھاڑیاں بہت سی تھیں اب تک آپ کے مزار کی زیارت کے لئے لوگ جاتے ہیں اور اب تک مزار موجود ہے اتفاق ایسا ہوا کہ حضور انور کے مدینہ پہنچنے سے کئی مہینے بعد تک کسی مسلمان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اس

کرنے کی علت ہے اور یہ علت اس شخص کو بھی عام ہے جو غافل اور وسوسوں میں مستغرق اور دنیاوی فکروں میں ڈوبا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّمَا الصَّلٰوۃُ تَمَسْکُنٌ وَّ تَوَاضُعٌ اس حدیث میں صلوۃ پر الف ولام کے داخل ہونے اور کلمہ اِنَّمَا سے شروع ہونے سے جو تحقیق مابعد اور محو غیر کے لئے آتا ہے حصر ثابت ہے یعنی نماز وہی ہے جس میں سکنت اور تواضع ہو چنانچہ فقہا نے اِنَّمَا الشُّفْعَۃُ فِیْمَا لَمْ یُقْسَمْ سے بھی حصر اور اثبات اور نفی سمجھا ہے اور فرمایا کہ جس شخص کو اس کی نماز برائی اور فحش سے باز نہ رکھے تو وہ نماز اس کو خدائے تعالیٰ سے دور ہی ڈالے گی اور ظاہر ہے کہ غافل کی نماز فحش اور برائی سے مانع نہیں۔ اور فرمایا کہ بہت کھڑے ہونے والے ایسے ہیں کہ ان کی نماز سے ان کو حصہ صرف رنج و مشقت ہی ہے ان سے بجز غافلوں کے اور کوئی مراد نہیں۔ اور فرمایا کہ بندہ کے لئے اس کی نماز نہیں ہے۔ اسی قدر ہے جس قدر کہ وہ سمجھے اور اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا رب سے مناجات کرتا ہے چنانچہ حدیث میں یہ مضمون آگیا ہے اور جو کلام غفلت کے ساتھ ہوگا وہ یقیناً مناجات نہ ہوگی اور اس کا بیان یہ ہے کہ زکوٰۃ بالفرض آدمی غافل ہو جائے تو وہ بذات خود شہوت کے مخالف اور نفس پر سخت ہے اسی طرح روزہ قوتوں کو دبانے والا اور اس خواہش نفس کا توڑنے والا ہے جو دشمن خدا ابلیس کا آلہ ہے تو کچھ بعید نہیں کہ روزہ سے اگر غفلت بھی ہو تاہم اس کا مقصود حاصل ہو جائے اور یہی حال حج کا ہے کہ اس کے افعال شاق اور سخت ہیں اور ایسی اتنی محنت ہے کہ جن سے امتحان حاصل ہو جاتا ہے خواہ افعال کے ساتھ دل حاضر ہو یا نہ ہو لیکن نماز میں بجز ذکر اور قرأت اور رکوع اور سجدہ اور قیام اور قعود کے اور کچھ نہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ذاکر جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اس سے خطاب اور ہمکلامی مقصود ہے یا فقط حروف و آواز کا نکلنا زبان کے اعمال کے امتحان کے طور پر منظور ہے جیسے معدہ اور شرمگاہ کا امتحان روزہ میں روکنے سے کیا جاتا ہے اور بدن کا امتحان حج کی مشقتیں اٹھانے سے اور دل کا امتحان زکوٰۃ نکالنے اور مال محبوب کو جدا کرنے کی مشقت سے ہوتا ہے اور اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ذکر سے یہ مقصود ہو تاکہ زبان سے حروف و آواز کا امتحان ہو باطل ہے اس لئے کہ غافل پر ہذیان سے زبان کا ہلانا بہت سہل ہے پس عمل ہونے کے اعتبار سے ذکر میں کچھ امتحان نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ذکر

یہودی مسلمانوں کی ہجرت سے کہتے تھے کہ مسلمانوں کی عورتیں بانجھ ہو گئی ہیں۔ کوئی بچہ اُن کے گھر
پیدا نہیں ہونے کا۔ آخر ایک سال سے کچھ اوپر گزرا تھا کہ زبیر مہاجر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کے کچھ
عرصہ کے بعد بشیر کے ہاں نعمان پیدا ہوا بشیر انصار میں سے تھے۔ سر ولیم میور کہتے ہیں کہ یہودیوں نے جادو
کر دیا تھا کہ مسلمانوں کی نسل نہ بڑھے مگر جب سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں اور پڑھی گئیں

ہے اور نطق اسی صورت میں ہوگا کہ ما فی الضمیر کو ظاہر کرے اور ما فی الضمیر کا ظاہر کرنا بدوں حضور دل کے حاصل نہیں
ہوتا مثلاً اگر دل غافل ہو اور اھدنا الصراط المستقیم زبان سے جاری کیا تو اس سے کیا سوال ہوگا پس جس
صورت میں ذکر سے غرض تنبیہ اور ذکر ہی مقصود نہ ہو تو غفلت کے ساتھ زبان ہلانے میں کون سی دقت پڑے گی خصوصاً
عادت پڑنے کے بعد تو کچھ بھی دشوار نہ ہوگی بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی قسم کھا بیٹھے اور کہے کہ میں فلاں شخص کا
شکر کروں گا اور اس کی تعریف کروں گا اور اس سے ایک حاجت کا سوال کروں گا پھر یہ باتیں جن پر قسم کھائی ہے خواب
میں اس کی زبان پر جاری ہو جائیں تو وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا اور اگر بالفرض یہ الفاظ اس کی زبان پر اندھیرے میں
جاری ہوں اور وہ شخص بھی موجود ہو مگر کہنے والے کو اس کا ہونا معلوم نہ ہو اور نہ اس کو دیکھتا ہو تب بھی قسم میں
سچا نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا کلام اس شخص سے نہیں ہوگا اور نہ اپنے دل کی بات اس کے ساتھ کرے گا جب تک
وہ اس کے دل میں حاضر نہ ہوگا پس اگر اسی طرح دن کی روشنی میں یہ کلمات اس کی زبان پر جاری ہوں مگر یہ
شخص کسی فکر میں ڈوبا ہوا ہونے کی جہت سے ان کلمات سے غافل ہو اور اس کا ارادہ ان کلمات کے بولنے
کے وقت اس شخص کے خطاب کرنے کا نہ ہو تب بھی اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا اور اس میں شک نہیں کہ قرأت اور ذکر سے
مقصود خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے سامنے تضرع اور دعا ہے اور جس سے خطاب چاہیے وہ ذات پاک اللہ
جل جلالہ کی ہے تو جس صورت میں کہ حجاب غفلت اس کے دل پر پڑا ہوا ہوگا اور اپنے مخاطب کو نہ دیکھتا ہوگا نہ اس کے
سامنے ہوگا تو ضرور ہے کہ مخاطب سے غافل ہوگا اور عادت کی وجہ سے اس کی زبان چلتی ہوگی پس ظاہر ہے کہ ایسا شخص نماز کے
مقصود یعنی دل کی جلا اور ذکر الٰہی کی تجدید اور عقد ایمان کی پختہ ہونے سے بہت دور ہوگا یہ حکم قرأت اور ذکر کا ہے جو
نطق میں اس خاصیت کے انکار کرنے کی اور اس کو فعل سے جدا کر دینے کی کوئی سبیل نہیں اور رکوع اور سجدہ سے
یقیناً تعظیم مقصود ہے اور اگر یہ بات درست ہو کہ آدمی اپنی فعل سے خدائے تعالیٰ کی تعظیم اس سے غافل ہو کر کرتا ہے تو
یہ بھی درست ہوگا کہ وہ اپنے فعل سے کسی بت کی تعظیم کرے جو اس کے سامنے رکھا ہوا ہو اور وہ اس بت سے غافل ہو یا کسی
دیوار کی تعظیم کرے جو اس کے سامنے ہے اور یہ کہ اس سے غفلت ہو۔ اور جب رکوع اور سجدہ تعظیم سے خالی

تو یہودیوں کے جادو کا اثر جاتا [illegible] [illegible]
پر اعتراض کرنا اور اس سے حسب منشا نتیجہ نکالنا ہوتا ہے تو آپ ضعیف سے ضعیف روایت پر بھی تکیہ
کر لیتے ہیں اور پھر اس سے استدلال کرنے میں انہیں کچھ باک نہیں رہتا اور جب اپنا مطلب نہیں ہوتا
تو کہہ دیتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ ہم اس انصاف اور دیانت [illegible]

ہوں تو صرف پشت اور سر کی حرکت رہ گئی اور اس میں کچھ اتنی دشواری نہیں جس سے امتحان مقصود ہو یا اس کو دین کا
رکن کیا جاوے اور کفر اور اسلام کا فرق قرار دیا جاوے اور حج اور تمام عبادات سے مقدم کیا جاوے اور عامل کی
کے چھوڑنے سے قتل واجب ہو اور ہم کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ تمام عظمت نماز کے اندر صرف اس کے اعمال ظاہری کی جہت
سے ہو۔ ہاں اگر مناجات کا مقصود اس پر زائد کیا جاوے تو یہ ایسا امر ہے کہ روزہ اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے بڑھ کر ہے
بلکہ قربانی و غیرہ کہ خدا تعالیٰ نے نقصان مال کا مجاہدہ نفس کے لیے مقرر فرمایا ہے اور اس کے باب میں ارشاد ہے
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اس میں تقویٰ سے وہ وصف مراد ہے جو دل کے اوپر
غالب ہو کر اس کو امتثال امر کی رغبت پر ہو۔ اور وہی مطلوب ہے تو نماز میں وہ کیسے نہ ہو گی اس کے اعمال سے تو
غرض ہی نہیں تو معنی کے رو سے بہ دونوں حضور دل کے شرط ہونے پر دال ہیں۔ اب اگر یہ کہو کہ تم نے جو حضور دل کو
نماز کی صحت میں شرط کر دیا اور بدون اس کے نماز کے باطل ہونے کا حکم دیا تو اس میں تم نے سب فقہا کے خلاف کیا کہ
انہوں نے حضور دل کو صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت شرط کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ باب العلم میں پہلے گزر چکا ہے
کہ فقہا باطن میں تصرف نہیں کرتے اور نہ دلوں کو چیر کر باطن کا احوال جانیں اور نہ طریق آخرت میں تصرف کریں بلکہ ظاہر دین
کے احکام کو اعضا کے ظاہر اعمال پر بنا کرتے ہیں اور ظاہر اعمال قتل کے ساقط ہونے اور سلطان کے ہاں کی تعزیر
سے محفوظ رہنے کو کافی ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ اعمال آخرت میں کار آمد ہوں [illegible] علاوہ
ازیں بدون حضور دل کے اعمال کے کامل ہو جانے پر اجماع کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو بشر بن حارث سے منقول
ہے اس روایت میں کہ ابو طالب مکی نے سفیان ثوریؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص خشوع نہ کرے
اس کی نماز فاسد ہے۔ اور ایک روایت حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب
کی طرف جلد جاتی ہے اور حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جو شخص نماز میں ہو اور قصداً پہچانے کہ اس کے داہنے
اور بائیں کون ہے تو اس کی نماز نہ ہو گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے روایت کی ہے کہ آپ
نے فرمایا کہ بندہ نماز پڑھتا ہے اور اس میں اس کے لئے چھٹا حصہ اور دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا صرف اسی

کی حکمت علی، کی داد دیتے ہیں کہ بیشک موجودہ زمانہ کے علمار کا بھی وطیرہ ہونا چاہیے۔
سورتوں کا آسمان سے نازل ہونا اگر کسی خاص بنیاد پر ہوا کرتا تھا مگر ہر سورت اپنے متعلق حالات کے لئے دائمی اور عام ہوتی تھی اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ صرف ایک ہی خصوصیت کے ساتھ ہے شلاً قرآن مجید کی آخری دو سورتیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے محض یہودیوں کے جادو

قدر لکھا جاتا ہے جسقدر کو اس میں سے سمجھتا ہے اور یہ امر اگر کسی امام سے منقول ہوتا تو مذہب ٹہرالیا جاتا تو اب اس پر تمسک کیسے نہ کیا جاوے۔ اور عبد الواحد بن زید نے فرمایا ہے کہ علما کا اتفاق ہے اس بات پر کہ بندے کو اس کی نماز میں سے اسی قدر ملے گا جسقدر کہ اس نے اس میں سے سمجھا ہے انہوں نے حضور دل پر اجماع ہی ٹہرا دیا اور اس قسم کی باتیں جو پرہیزگار فقہا اور علمائے آخرت سے منقول ہیں وہ خارج از حد شمار ہیں اور حق یہی ہے کہ شرعی دلیلوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اخبار اور آثار سے ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور دل شرط ہے لیکن فتویٰ کا مقام ظاہری میں خلق کے قصور کے موافق ٹہرالیا جاتا ہے اس لحاظ سے ممکن نہیں کہ آدمیوں پر تمام نمازیں دل کا حاضر ہونا شرط کر دیا جاوے اس لئے کہ اس سے بجز نہایت تھوڑے لوگوں کے تمام آدمی عاجز ہیں اور جبکہ تمام نمازیں شرط کرنا ممکن نہ ہوا تو ناچار اس کو ایسی طرح شرط کرنا پڑا کہ ایک ہی لحظہ کو حضور دل اس پر صادق آوے پھر وہ سب لحظوں کی نسبت اللہ اکبر کہنے کا لحظہ اس شرط کے لئے انسب تھا اس لئے حکم دینے میں اسی قدر حضور دل پر اکتفا کیا اور باوجود اس کے ہم کو توقع ہے کہ جو شخص اپنی ساری نمازیں غافل رہے اس کا حال اس شخص کا سا نہ ہوگا جو بالکل نماز ہی نہ پڑہے اس لئے کہ غافل نے کچھ تو فعل پر ظاہر میں اقدام کیا اور دل کو ایک لحظہ حاضر کیا اور یہ کیسے نہ ہوگا کہ جو شخص بے وضو ہونے سے نماز پڑہ لے تو اس کی نماز خدا تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے مگر اس کو کسی قدر ثواب موافق اس کے فعل اور عذر کے ہوگا لیکن اس توقع کے ساتھ یہ بھی خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں غافل کا حال تارک نماز کی نسبت برا نہ ہو کیونکہ جو شخص خدمت کو حاضر ہو کر حضور میں سستی کرے اور کلام غافلوں اور حقارت کرنیوالوں کے سے منہ سے نکالے اس کا حال اس شخص کی نسبت برا ہوگا جو خدمت ہی نہ کرے اور جبکہ اسباب خوف و رجا کے ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور معاملہ فی نفسہ خطرناک ہے تو اب تمکو اس کے بعد احتیاط کرنے خواہ سستی برتنے میں اختیار ہے اور باوجود اس کے فقہا جو نماز کی درستی کا حکم غفلت کے ہوتے ہوئے دیتے ہیں ان کے خلاف حکم نہیں دے سکتے اس لئے کہ مفتی کو تو یہ حکم بہ مجبوری دینا ہی پڑتا ہے جیسے پہلے مذکور ہوا۔ اور جو شخص کہ نماز کے بھید سے واقف ہو اس کو معلوم ہو جاوے کہ غفلت نماز کو مضر ہے مگر چونکہ پہلے ہم علم باطن اور ظاہر کے فرق کے بیان میں

توڑنے کے لئے نازل ہوئی تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ مقصد بھی ہو مگر ان کا مقصد عام ہے اور وہ خبیثوں سے پناہ مانگنے اور خداوند تعالیٰ سے استعانت لینے کی ایک لطیف دعا ہے جو اور الہامی کتب میں نظر نہیں آتی۔ حضور انور کو اندھیرے سے بہت نفرت تھی حجرے میں جب تک کہ چراغ روشن نہ ہو جاتا تھا آپ کو اطمینان نہ ہوتا تھا اس پر مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اندھیرے سے ڈرتے تھے حالانکہ ڈرنے کی کوئی بات

لکھ آئے ہیں کہ اسرار شریعت میں سے جو منکشف ہوتے ہیں اُن کی تصریح کا مانع ایک یہ ہے کہ خلق اُن کے فہم سے قاصر ہے لہٰذا ہم اِس بحث سے اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس قدر بھی طالب آخرت کے لئے کافی ہے اور جو شخص جدل کرنے والا غوغائی ہے اُس سے اب ہم کلام کرنا نہیں چاہتے اور حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ حضور دل نماز کی روح ہے اور کم سے کم مقدار جس سے کہ یہ روح باقی رہے اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور دل کا ہونا ہے اور اس قدر سے اگر کم ہوگا تو صورت تباہی ہے اور جس قدر اِس سے زیادہ حضور دل ہوگا اسی قدر روح نماز کے اجزا میں پھیلے گی اور جو زندہ ایسا ہو کہ اس کو حرکت نہ ہو وہ مردہ کے قریب ہے پس جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور دل ہو اُس کی نماز ایسے ہی زندہ کی مثل ہے جس میں حرکت نہ ہو اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ غفلت کے دور کرنے اور حضور دل میسر ہونے میں ہماری اچھی طرح مدد فرماوے۔ دوسرا بیان اُن امور باطنی کا جن سے نماز کی زندگی پوری ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ اُن امور کے لئے بہت سے الفاظ ہیں مگر چھ لفظ ان کو جمع کرتے ہیں جن کی تفصیل مع اسباب اور علاج کے ہم آگے لکھتے ہیں اُن میں سے اوّل حضور دل ہے اور اُس سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس کام کو آدمی کر رہا ہے اور جس کلام کو بول رہا ہے اس کے سوا دوسری چیزوں سے دل فارغ ہو یعنی دل کو فعل اور قول دونوں کا علم ہو اور اُن دونوں کے سوا اور کسی چیز میں فکر جولانی نہ کرتا ہو اور جب آدمی کا فکر جس کام میں وہ لگا ہوا ہے اُس سے دوسری طرف نہ جاوے اور اُس کام کی یاد دل میں ہو اور اس کی کسی جانب سے غفلت نہ ہو تو حضور دل حاصل ہے۔ دوسری بات فہم ہے یعنی کلام کے معنی کو سمجھنا اور یہ حضور دل کے سوا دوسری بات ہے اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دل لفظوں کے ساتھ حاضر ہوتا ہے ان کے معنوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوتا تو ہمارا مقصود فہم سے دل میں معنی لفظ کا علم ہونا ہے اور اس مقام میں لوگ مختلف ہوتے ہیں کیونکہ معانی قرآن اور تسبیحات کے سمجھنے میں سب لوگ یکساں نہیں ہوتے اور بہت سے لطیف معانی ایسے ہوتے ہیں کہ نمازی عین نماز میں اِن کو سمجھ لیتا ہے حالانکہ وہ اس کے دل میں پہلے کبھی نہ گزرے تھے اور اسی وجہ سے نماز فحش اور برائی سے منع کرتی ہے یعنی ایسی باتیں سمجھاتی ہے کہ وہ برائی سے خواہ مخواہ مانع ہوں۔ تیسری

نہیں ہے ہر ہوشیار اور بالغ نظر بغیر روشنی کے کبھی اندھیرے میں رہنا پسند نہیں کرے گا کیونکہ اندھیرے میں
انسان کی جان کو صدہا خطرے ہیں اور جان کی حفاظت ہر شخص پر فرض ہے۔ کوئی عقلمند اور باہوش آدمی
اپنی جان خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کرے گا یہ اعتراض محض مہمل اور بے معنی ہے۔ مخالفین کا دوسرا
اعتراض یہ ہے کہ تاریک گھٹا بادلوں کی کڑکڑاہٹ ہوا کے طوفان سے حضور انور بہت ڈرتے تھے حالانکہ یہ

بات تعظیم ہے جو حضور دل اور فہم کے علاوہ ہے کیونکہ آدمی اپنے غلام سے کوئی کلام کرتا ہے اور دل بھی اس کا حاضر
ہوتا ہے اور معنی اپنے کلام کے سمجھتا ہے مگر غلام کی تعظیم نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم حضور دل اور فہم سے بڑھ
کر ہے۔ چوتھی ہیبت یہ تعظیم سے بھی بڑھ کر ہے بلکہ ہیبت اُس خوف کو کہتے ہیں جس کا منشا تعظیم ہو کیونکہ جس کو بالکل
خوف نہ ہو اُس کو ہیبت زدہ نہیں کہتے اور نہ بچھو سے اور غلام کی بد خلقی اور دوسری اسی جیسی ذلیل چیزوں سے
ڈرنے کو ہیبت کہتے ہیں بلکہ بڑے بادشاہ سے خوف کرنے کو ہیبت کہتے ہیں غرض کہ ہیبت وہی خوف ہے جو اجلال
اور تعظیم کی جہت سے پیدا ہو۔ پانچویں رجا اس میں کچھ شک نہیں کہ رجا اُن پہلی باتوں کے علاوہ ہے بہت ایسے لوگ
ہیں کہ کسی بادشاہ کی تعظیم کرتے ہیں اور اُس کے دبدبے سے ڈرتے ہیں مگر اُس سے توقع کچھ نہیں رکھتے اور بندے
کو چاہئے کہ اپنی نماز سے خدا تعالیٰ کے ثواب کی توقع رکھے جیسے کہ گناہ سے اُس کے عذاب کا خوف کرتا ہے۔ چھٹی
حیا یہ ان پانچوں سے علحدہ ہے کیونکہ اس کا منشا اپنی خطا پر واقف ہونا اور اپنے قصور کا وہم گزرنا ہے تو تعظیم اور خوف اور رجا
ایسے ہو سکتے ہیں جن میں یہ نہ ہو یعنی اگر تقصیر کا وہم اور گناہ کے ارتکاب کا خیال نہ ہو تو ظاہر ہے کہ حیا نہ ہوگی۔ غرض کہ ان چھوں
باتوں سے نماز کی روح پوری ہوتی ہے۔ اب ان کے اسباب کو جدا جدا سنو کہ حضور دل کا سبب ہمت ہوتی ہے
اس لئے کہ آدمی کا دل اس کی ہمت کا تابع ہوتا ہے اور ہمت ہم سے مشتق ہے جس کے معنی فکر کے ہیں تو جو بات آدمی کو فکر
میں ڈالتی ہے اسی میں دل حاضر ہوتا ہے اور یہ بات آدمی کی سرشت میں ہے کہ فکر والے کام میں خواہ مخواہ حاضر رہتا ہے
اور نماز میں اگر دل حاضر نہ ہو تو بیکار نہ رہے گا بلکہ دنیا کے امور میں سے جس بات میں آدمی کی ہمت یعنی فکر مصروف ہوگا
اسی میں دل موجود ہوگا پس نماز میں دل کے حاضر کرنے کا کوئی حیلہ اور علاج نہیں بجز اس کے کہ ہمت کو نماز کی طرف پھیرا
جاوے اور ہمت نماز کیطرف نہ پھرے گی جب تک یہ ظاہر نہ ہو جاوے کہ غرض مطلوب اُسی سے متعلق ہے یعنی اس بات
کا یقین اور تصدیق کرنا کہ آخرت بہتر اور پائدار اور غرض مطلوب ہے اور نماز اُس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے پس
جب اس بات کو دنیا اور اُس کے مہمات کے حقیر جاننے کے ساتھ ملاؤ تو ان دونوں کے مجموعہ سے نماز میں حضور دل حاصل
ہوگا۔ اور جب تم کسی حاکم کے پاس جاتے ہو جو تمہارا نہ نفع کر سکے نہ ضرر تو اُس وقت اسی جیسی بات سوچنے سے دل حاضر

بات نہیں ہے آسمان اور کرہ باد کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو قوم عاد اور قوم ثمود کے عذاب یاد آتے تھے
جن میں خدا کی نافرمان مخلوق کچل دی گئی تھی وہ پاک مقدس نفس خدا اور اس کی مخلوق کا سچا عاشق مخلوق
کی اس بربادی کا خیال کر کے پریشان ہو جاتا تھا ہے وقوف یہ سمجھتے تھے کہ آپ طوفان اور ابر سے ڈر گئے۔
میور صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت چونکہ کمزور دل و دماغ کے تھے اس لئے قدرت کی ان نیرنگیوں کا اثر آپ

ہو جاتا ہے تو اگر شاہنشاہ حقیقی کی مناجات کے وقت جس کے قبضہ قدرت میں ملک الموت اور نفع ونقصان ہے
تمہارا دل حاضر نہ ہوتا ہو تو اس کا سبب بجز اپنے ایمان کے ضعیف ہونے کے اور کچھ مت گمان کرنا اور اس صورت
میں تمکو اپنے ایمان کے قوی کرنے میں کوشش کرنی چاہیے اور اس کا طریق کامل طور پر دوسری جگہ بیان کیا
جاوے گا۔ اور فہم کا سبب بعد حضور دل کے فکر کا قائم رکھنا اور ذہن کو معنی کے ادراک کی طرف پھیرنا ہے اور
اس کی تدبیر وہی ہے جو دل کے حاضر ہونے کی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ فکر پر متوجہ ہونا اور جو وسوسے کہ
مشغول کر دیں اُن کے دور کرنے کے لیے مستعد رہنا چاہیے اور اس قسم کے وسوسوں کے دفع کرنے کا علاج یہ ہے
کہ ان کا مواد سب قطع کر دے یعنی جن چیزوں کی طرف کہ وسوسے دوڑتے ہوں اُن میں سے کوئی اپنے پاس نہ
رکھے اور جب تک یہ مواد نہ دور ہوگا تب تک وسوسے چلے جاویں گے کیونکہ جو شخص کسی چیز کو چاہتا ہے اس کا ذکر بہت کرتا
ہے اس لیے محبوب چیز کا ذکر یقیناً دل پر ہجوم کرتا ہے اور اسی وجہ سے دیکھتے ہو کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت رکھتا ہے
اس کی کوئی نماز وسوسوں سے صاف نہیں ہوتی۔ اور تعظیم دو چیزوں کے جاننے کے سبب سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اوّل
خدائے تعالیٰ کے جلال وعظمت کا پہچاننا جو اصل ایمان ہے کیونکہ جو شخص معتقد اس کی عظمت کا نہ ہوگا اس کا نفس اس کی
عظمت کے سامنے نہ دبے گا۔ دوّم نفس کی حقارت اور خست کو پہچاننا اور اس کو بندہ مسخر مملوک سمجھنا ان دونوں باتوں
کے جاننے سے فروتنی اور انکساری اور اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع کرنا پیدا ہوتا ہے جس کو تعظیم کہتے ہیں اور جب تک کہ نفس
کی حقارت کی معرفت خدا تعالیٰ کے جلال کی معرفت سے نہیں ملتی تب تک تعظیم اور خشوع کی حالت منتظم نہیں ہوتی کیونکہ
جو شخص غیر سے مستغنی اور اپنے نفس پر مامون ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرے کی صفت جان لے مگر خشوع اس کو نہ ہو اس وجہ
سے کہ دوسری بات یعنی نفس کی حقارت اور اس کا محتاج ہونا اس کے علم کا ضمیمہ نہیں ہوا اور ہیبت اور خوف نفس کی حالت ہے
کہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور سطوت اور اس کی خواہش کے نافذ ہونے اور کم پروا کرنے کو جاننے سے پیدا ہوتی ہے یعنی یوں
سمجھنے سے کہ اگر خدا تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو سب کو ہلاک کر دے تو اس کے ملک میں سے ایک ذرہ کم نہ ہوگا اور اس کے ساتھ
ہی وہ باتیں دیکھے جو انبیا اور اولیا پر مصیبتیں اور طرح طرح کی بلائیں آتی ہیں باوجود یکہ ان کے دور کرنے پر قادر ہیں اور نہیں

[illegible] آپ اس سے پناہ مانگنے کے لیئے دعا مانگا کرتے تھے حالانکہ یہ بات غلط ہے جو کچھ ہم نے اس واقعہ کی اوپر و تنقیح کی ہے وہ قرین قیاس ہی [illegible] ہے کہ صحیح روایتوں اور حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے ایک حدیث مشکوٰۃ کی میور صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے حالانکہ صحیح بخاری جیسی معتبر کتاب کی نسبت تو وہ یہ تحریر کر چکے ہیں کہ اس کی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے مگر الزام لگانے کے وقت انہوں نے بخاری چھوڑ مشکوٰۃ کو لیا۔

[illegible]
ہوگی ۔ اور رجا کا سبب یہ ہے کہ آدمی خدائے تعالے کے لطف وکرم اور انعام عمیم و صنعت کے لطائف کو پہچانے اور [illegible] کے باعث جو اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اس وعدہ کو سچا جانے پس جب وعدہ پر یقین اور اس کے لطف کی معرفت حاصل ہوگی تو ان دونوں کے مجموعہ سے بیشک رجا پیدا ہوگی [illegible] اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ عبادت میں اپنے آپ کو قصور وار سمجھے اور یہ جانے کہ خدا تعالیٰ کا جیسا [illegible] اس کی بجا آوری سے میں عاجز ہوں اور اس بات کو اپنے نفس کے عیب اور اس کی آفتوں سے پہچانے اور اس کی قلت اخلاق اور خبث باطن اور سب افعال میں سردست کے فائدے پر راغب ہونے کو خیال کرنے سے قوت دے اور اس کے ساتھ ہی یہ جانے کہ خدا تعالیٰ کا جلال کون سی عظمت مقتضی ہے اور [illegible] باطن پر اور نفس کے وسوسوں پر خواہ کتنے ہی باریک و خفیہ ہوں مطلع ہے حاصل یہ کہ جب یہ معرفتیں حاصل ہوں گی تو یقیناً ایک حالت پیدا ہوگی جس کو حیا کہتے ہیں - ان چھوؤں صفتوں کے سبب یہ تھے جو مذکور ہوئے پس جس صفت کا طلب کرنا منظور ہو اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے سبب کو پیدا کرنا چاہئے کیونکہ سبب کے معلوم کرنے سے علاج خود معلوم ہو جاتا ہے اور ان سب سببوں کا رابطہ ایمان و یقین ہے یعنی یہی معرفتیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے یقینی ہو جاویں کہ ان میں کسی طرح شک نہ رہے اور دل پر غالب ہو جاویں اور یقین کے معنی شک نہ رہنے اور دل پر مسلط ہونے کے پہلے لکھے جا چکے ہیں اور جس قدر یقین ہوتا ہے اسی قدر دل خشوع کرتا ہے اور اسی جہت سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم ان سے باتیں کرتے تھے مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو گویا وہ نہ ہم کو جانتے اور نہ ہم ان کو جانتے - اور روایت ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ جب تو مجھ کو ذکر کرے تو ایسی طرح ذکر کر کہ اپنے اعضا کو جھاڑ اور میرے ذکر کے وقت خشوع اور اطمینان سے رہ اور جب میرا ذکر کرے تب اپنی زبان اپنے دل کے پیچھے کر لے اور جب میرے سامنے کھڑا ہو تو ذلیل بندے کی طرح کھڑا ہو اور مجھ سے مناجات زبان صادق اور دل خائف کے ساتھ کر - اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اپنی امت کے گنہگاروں سے کہدے کہ میرا ذکر نہ کریں کہ میں نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ جو کوئی میرا

بہشت پناہ بنا کے آنحضرت کا خوف ظاہر کرنے کے لئے سند پیش کیا ہے اور اس حدیث کے متعلق یہ تحریر کیا ہے یہ بالکل صحیح ہے حالانکہ میور صاحب سے کوئی یہ دریافت کرے کہ جب آپ کل حدیثوں کو غلط ٹھیرا چکے ہیں پھر اس حدیث کی صحت کے متعلق آپ کو ضرور الہام ہوا ہوگا یا مثل یوحنا کے کسی مکاشفے کے بھنور میں آپ پھنس گئے ہونگے جس نے اپنے مکاشفے کے بیان سے تمام مشرقی نشانوں کو مبالغہ میں پیرے بٹھا دیا بہرحال ہم مشکوٰۃ کی حدیث

ذکر کریں تو ہمیں اس کا ذکر کرنا ہوگا لیس اگر وہ یہ ذکر کریں گے تو ہمیں اُن کا ذکر کریں گے غفلت کے ساتھ یہ حال کیونکر ہو سکتا ہے جو غافل نہ ہو اور اگر غفلت اور معصیت دونوں جمع ہو جاویں تب کیا حال ہوگا۔ اور جن امور کو ہم نے لکھا ہے اُن کو مختلف کرنے سے آدمیوں کی کئی قسمیں ہو گئیں۔ بعضے تو ایسے غافل ہیں کہ نماز سب پڑھتے ہیں مگر دل کا حضور ایک لحظہ کو نہیں ہوتا اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نماز پوری پڑھتے ہیں اور ایک لحظہ کو بھی دل غائب نہیں ہوتا بلکہ بعض وقت ایسی حضوری فکر کو نماز میں لگاتے ہیں کہ اُن کے سامنے کوئی حال گزر جاتا ہے اُن کو خبر ہی نہیں ہوتی اسی وجہ سے مسلم بن یسار کو ستون گرنے کا اس کے لئے لوگوں کے جمع ہونے کی کچھ خبر نہیں ہوئی اور بعض اکابر مدت تک جماعت میں حاضر ہوئے مگر کبھی یہ پہچانا کہ داہنے پر کون ہے۔ اور بائیں پر کون۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے جوش کی آواز دو میل کے فاصلہ پر سنائی دیتی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ نماز کے وقت اُن کے چہرے زرد ہو جاتے تھے اور شانے تھراتے تھے اور یہ امور ہونے کچھ بعید نہیں اس لئے کہ اُن سے دو چند دنیاداروں کے افکار اور بادشاہان زمین کے خوف سے مشاہدہ ہوتی ہیں حالانکہ یہ عاجز اور ضعیف ہیں اور جو کچھ اُن سے ملتا ہے وہ بھی حقیر و خفیف یہاں تک کہ کوئی شخص بادشاہ یا وزیر کے پاس جا کر کسی مقدمہ میں بات کرتا ہے اور چلا آتا ہے اس سے اگر پوچھا جائے کہ بادشاہ کے گرد کون لوگ تھے اور اس کا لباس کیا تھا تو ہرگز نہ بتلا سکے گا کیونکہ اپنے دھندے کی فکر میں ڈوبے رہنے سے اس کو اتنی مہلت کہاں تھی کہ اس کے لباس یا گرد کے لوگوں کو دیکھے۔ اور چونکہ ہر شخص کو اپنے اعمال میں مختلف حصے ملیں گے تو نماز میں ہر ایک کا حصہ اسی قدر ہوگا جتنا خوف اور خشوع اور تعظیم اس نے کی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل میں ظاہر کے حرکات نہیں ہیں اور اس لئے بعض صحابہؓ نے فرمایا ہے کہ آدمی قیامت کو اس جیسی صورت پر رہیں گے جو اُن کی شکل نماز میں ہوگی یعنی اطمینان اور سکون اور نماز میں لذت کا پانا جس قدر ہوگا اسی قدر قیامت میں یہ چیزیں اس کو حاصل ہوں گی اور واقع میں انہوں نے درست کہا کیونکہ آدمی کا حشر اسی بات پر ہوگا جس پر مرے گا۔ اور مرے گا اس حال پر جس پر کہ زندہ رہا تھا اور اس بات میں اس کے دل کے حال کی رعایت کی جاوے گی جسم ظاہری کے حال کا لحاظ نہ ہوگا اس لئے کہ دلوں کی صفات ہی سے دار آخرت میں صورتیں ڈھالی جاویں گی اور نجات اسی کو ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے پاس دل سالم لیکر

کرتے ہیں مگر اسے بھی غور سے دیکھنے کے بعد سیور صاحب کا مطلب نہیں نکلتا چنانچہ وہ حدیث یہ ہے "اے
میرے خدا یقیناً میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس طوفان اور اس فطرت سے اور جو چیز کہ تو نے بھیجی ہے میرے
لئے نیک نتیجہ پیدا کریں اس ہولکے بُرے نتیجہ سے اور نقصانات سے تیری پناہ ڈھونڈھتا ہوں" پھر سیور
صاحب لکھتے ہیں جب بادل آسمان پر نمودار ہوتے تھے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا کبھی آپ باہر آتے تھے

جاوے گا۔ خدا ہم کو بھی توفیق اپنے لطف و کرم سے عنایت فرماوے۔ تیسرا بیان اس تدبیر کے ذکر میں جو حضور دل میں
مفید پڑے واضح ہو کہ مؤمن کے لئے ضرور ہے کہ خدا تعالےٰ کی تعظیم کرنے والا اور اس سے ڈرنے والا اور توقع رکھنے
والا اور اپنی تقصیر سے نادم ہو یعنی ایمان کے بعد ان احوال سے جدا نہ ہو اگرچہ اُن کی قوت موافق اس کے یقین کی
قوت کے ہوگی۔ پس نماز میں ان حالات کا نہ ہونا اسی جہت ہوگا کہ فکر پراگندہ ہو اور دھیان بٹے اور دل مناجات
میں حاضر نہ ہو اور نماز سے غافل ہو اور نماز سے غفلت انہیں وسوسوں کے باعث ہوتی ہے جو دل پر وارد ہو کر اس کو
مشغول کر دیتے ہیں اس صورت میں حضور دل کی تدبیر یہی ہے کہ اُن وسوسوں کو دور کیا جاوے اور چیز جب ہی
دور ہوتی ہے جب اس کا سبب دور ہو تو اب خواطر کے سبب کو معلوم کرنا چاہیے کہ اُن کے وارد ہونے کا سبب یا
تو امر خارجی ہوتا ہے یا کوئی امر ذاتی پوشیدہ ہوتا ہے امر خارجی وہ چیزیں ہیں کہ کان اور آنکھ میں پڑتی ہیں یہ بھی بعض
اوقات فکر کو اچاٹ کر دیتی ہیں یہاں تک کہ فکر ان اشیاء کے درپے ہو کر ان میں تصرف کرتا ہے اور ان سے اور شیا
کی طرف کھنچ جاتا ہے اور اسی طرح اور سلسلہ بندھ جاتا ہے کہ اول بینائی فکر کا سبب ہو پھر یہ فکر دوسری فکر کا سبب ہو
و علیٰ ہذا القیاس اور جس شخص کا رتبہ قوی اور ہمت عالی ہو اس کے حواس کے سامنے کچھ گزرنا اس کو غافل نہیں کرتا
مگر ضعیف کا فکر ضرور پراگندہ ہو جاتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ ان اسباب کو قطع کرے اس طرح کہ اپنی آنکھیں
بند کرے یا اندھیرے مکان میں نماز پڑھے یا اپنے سامنے کوئی ایسی چیز نہ رکھے جس میں حواس مشغول ہوں اور نماز کے وقت
دیوار کے قریب رہے تاکہ مسافت دیکھنے کی پھیلنے نہ پاوے اور راستوں پر اور نقش و نگار کی جگہ میں اور رنگین فرشوں
پر نماز پڑھنے سے احتراز کرے اور اسی وجہ سے عابد لوگ ایک چھوٹے سے حجرہ تاریک میں نماز پڑھتے تھے کہ صرف سجدہ کی
گنجائش ہو سکے تاکہ فکر مجتمع رہے اور قوی شخص مسجدوں میں حاضر ہو کر اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے تھے اور نظر کو سجدہ کے مقام
سے آگے نہ بڑھاتے تھے اور نماز کا کمال اس میں سمجھتے تھے کہ اس بات کو نہ جانیں کہ داہنے پر کون ہے اور بائیں پر کون
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سجدہ کی جگہ میں نہ تلوار چھوڑتے تھے نہ کلام مجید اور اگر کچھ لکھا پاتے تو اس کو مٹا دیتے۔ اور اسباب
باطنی وسوسوں کے سخت تر ہیں اس لئے کہ جس شخص کے فکر دنیا کے معاملات میں پھیل جاتے ہیں اس کا فکر ایک فن

کبھی اندر جاتے تھے جب بارش ہو چکی تھی اور بادل پھٹ جاتا تھا اس وقت آپ مطمئن ہوتے تھے حضرت عائشہؓ اپنے پتی اور شوہر کی اس کیفیت سے خوب واقف تھیں ایک دن انہوں نے دریافت کیا کہ اس خوف کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا اے عائشہ مجھے اس ہوا کے طوفان اور بادلوں سے عاد کی قوم کی بربادی یاد آتی ہے کیونکہ اس وقت جب بادل آسمان پر آیا تھا تو قوم عاد نے کہا تھا کہ یہ بادل ہمارے لئے زمین پر پانی

میں منحصر نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ ایک جانب سے دوسرے کی طرف آتا رہتا ہے اور آنکھوں کا نیچا کرنا اس کو کافی نہیں ہوتا اس لئے کہ جو بات دل میں پہلے سے پڑ گئی ہے وہی شغل کو کافی ہے پس باطنی وسوسے کے دور کرنے کا طریق یہ ہے کہ نفس کو زبردستی اس بات پر لاوے کہ جو کچھ نماز میں پڑھے اس کو سمجھے اور اس میں لگا رہے دوسری چیز میں مشغول نہ ہو اور اس امر پر اس کو اعانت ہوگی اگر اس کی تیاری نیت باندھنے سے پہلے کرلے اس طرح کہ از سرنو نفس کو آخرت کی یاد دلاوے اور مناجات کا موقف اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا خطرہ اور موت کے بعد کے احوال اس کے سامنے پیش کرے اور دل کو نیت سے پیشتر سب فکر کی چیزوں سے خالی کرلے اور کوئی شغل ایسا نہ چھوڑے جس کی طرف دل التفات کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی شیبہ کو ارشاد فرمایا کہ،، انی نسیت ان اقول لک ان تخمر القدر الذی فی البیت فانہ لا ینبغی ان یکون فی البیت شئی یشغل الناس عن صلوتھم" غرض کہ فکروں کے ساکن کرنے کا یہ طور ہے اور اگر اس تدبیر سے فکروں کا ابھار ساکن نہ ہو تو نجات کی سبیل بجز مسہل کے اور کوئی نہیں جو کہ مرض کے مادہ کو رگوں کی جڑوں سے نکال پھینکے اور وہ مسہل یہ ہے کہ جو امور شغل میں ڈالنے اور حضور دل سے پھیرنے والے ہیں اُن کو دیکھے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس کے مہمات ہی ہوں گے اور وہ بھی صرف شہوات کی جہت سے مہمات ہوگئے ہوں گے تو اپنے نفس کو سزا دے کہ اُن شہوات سے اجتناب کرے اور اِن علاقوں کو قطع کردے اس لئے کہ جو چیز آدمی کو اُسکی نماز سے روکے وہ اس کے دین کی ضد اور اس کے دشمن ابلیس کا لشکر ہے تو اس کا روک رکھنا بہ نسبت دور کرنے کے زیادہ مضر ہے اس سے نجات جب ہی ہے کہ جب اس کو علیحدہ کردے چنانچہ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوجہم ایک چادر سیاہ جس کے دو پلو تھے لائے اور اس کو آپ نے پہن کر نماز پڑھی تو بعد نماز کے اس کو اتار ڈالا اور فرمایا کہ اس کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ کہ اس نے مجھ کو اب میرے نماز سے غافل کردیا اور مجھ کو اُن کی سادی چادر لا دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتی میں نیا تسمہ لگانے کے لئے حکم فرمایا اور نماز میں اس کی طرف دیکھا اس جہت سے کہ نیا تھا تو حکم دیا کہ اس کو نکال کر پرانا تسمہ پھر ڈالدو۔ اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوڑا پہنا اور وہ آپ کو اچھا معلوم ہوا تو آپ نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کے سامنے تواضع اور فروتنی کی تاکہ مجھ

برسائے گا مگر وہ بات نہ ہوئی اس بادل نے انہیں سزا دی۔ اور اسی طرح ہوا کا طوفان اُن کے لئے ہوا جو نقش ثابت ہوا اس حدیث سے صاف پایا جاتا ہے کہ حضور انور کا انتشار یا خوف کس بنا پر تھا مخالفوں کو اپنی انصاف پسندی پر روا چاہئے کہ وہ بلاوجہ کس طرح انصاف کا خون کر رہے ہیں یہ در حقیقت اُن کی تحقیق اور غیر جانب دارانہ حکمت عملی نہیں ہے بلکہ وہ اپنے تعصب سے اپنے کو اور عامہ مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں۔

تم غمناک نہ ہو پھر اس کو باہر پھینکے ایک سائل اول ملا اس کو حوالہ کر دیا پھر حضرت علی کو حکم کیا کہ ایک جوڑا نرم چمڑے کا پرانا میرے لئے خرید دو اور پھر انکو آپ نے اپ پاؤں سے مشرف فرمایا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرمت سے پیشتر سونے کی انگوٹھی ہاتھ میں پہنے ہوئے تھے انکو نکال کے پھینک دی اور فرمایا کہ اس نے مجھے مشغول کر دیا کبھی اس کو دیکھتا ہوں کبھی تم کو۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اسی اثنا میں ایک جانور اُو دے رنگ کا اُڑ جانے کو اُڑا ان کو وہ پرندا اچھا معلوم ہوا اور گھڑی بھر تک اس کو دیکھا کئے اور یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ذکر کیا کہ آج یہ فتنہ مجھ پر گزرا اور عرض کیا کہ اب وہ باغ صدقہ ہے جہاں چاہیئے وہاں اس کو صرف فرمایئے۔ اور ایک ہی اور شخص کا ذکر ہے کہ اس نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اور اس کے خرما کے درخت پھلوں کے مارے جھکے پڑتے تھے کہ اُن کو جو دیکھا تو اچھے معلوم ہوئے اور یہ بھول گئے کہ کتنی نماز پڑھی ہے یہ ماجرا حضرت عثمان غنی سے ذکر کیا اور عرض کیا وہ باغ صدقہ ہے اس کو اللہ تعالی کی راہ میں صرف کیجئے حضرت عثمان نے اس کو دس ہزار میں بیچا۔ اکابر سلف فکر کی جڑ کاٹنے کو اور نماز کے نقصان کے کفارہ کے لئے یہ تدبیریں کرتے تھے اور واقع میں علت کے مادے کو جڑ سے اکھیڑنے کی تدبیر یہی ہے اس کے سوا دوسری بات مفید نہ ہوگی کیونکہ جو بات اپنے کہی ہے کہ نفس کو نرمی سے ساکن رکھا جائے اور ذکر کے سمجھنے پر لوٹا جائے تو وہ صرف شہوتوں اور اُن فکروں میں کارآمد ہے جو دل کے اطراف ہی ٹھہرے ہوں مگر شہوت قویہ جو خوب زور شور پر ہو اس میں ساکن کرنا مفید نہیں بلکہ وہ تمکو کھینچے گی اور تم اس کو کھینچے رہو گے پھر وہی غالب رہے گی اور ساری عمر اسی کشاکش میں گزرے گی اور اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھکر یہ چاہے کہ میرا فکر یکسو ہو اور اس پر کی چڑیاں بول بول کر اس کی فکر کو منتشر کرتی ہوں اور وہ ایک لکڑی کو ہاتھ میں لیکر ان کو اڑا دے اور پھر اپنی فکر میں مشغول ہو اور چڑیاں بھی پھر غل کرنے لگیں پھر یہ لکڑی سے ہنکانے لگے اور کوئی اس سے کہے۔ یہ چال جو تم چلتے ہو کبھی پوری نہ ہوگی اگر تم اس سے چھٹی چاہتے ہو تو درخت کو اکھیڑ ڈالو یہی حال شہوات کے درخت کا ہے کہ جب اس کی شاخیں پھیل جاتی

پانچواں باب

اہل مکہ اور اہل مدینہ کی مخالفتیں

ہیں تو اس پر فکر اسی طرح دوڑتے ہیں جیسے چڑیاں درخت پر دوڑتی ہیں یا مکھی غلاظت پر اور اُن کے دفع کرنے میں کام جُز مایہ ہے
کیونکہ مکھی کو جب ٹالدو پھر چلی آتی ہے یہی حال وسوسوں کا ہے اور یہ شہوتیں بہت سی ہیں اور بندہ اُن سے بہت کم خالی ہوتا
اور اُن سب کی جڑ ایک چیز ہے یعنی دنیا کی محبت یہ ہر ایک برائی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد اور ہر ایک فساد کا منبع ہے اور
جس شخص کا باطن دنیا کی محبت پر مشتمل ہوا اور اُس کی کسی چیز کی طرف رغبت کرے نہ اس غرض سے کہ اس کو توشۂ آخرت
بنادے یا آخرت پر اُس سے مدد چاہے تو اس کو طمع نہ کرنی چاہیئے کہ نماز میں لذت مناجات کبھی اس کو صاف طور سے حاصل ہو
لیکن تاہم اسکو مجاہدہ کا چھوڑنا نہ چاہیئے اور جس طرح ہوسکے دل کو نماز کی طرف پھیرے اور اسباب فکر میں ڈالنے والوں
کی کمی کرے غرض یہ دوا تلخ ہے اور اس کی تلخی کی جہت سے طبیعتیں اس کو بدمزہ جانتی ہیں او یہ روگ پرانا اور درد
لاعلاج ہوگیا یہاں تک کہ اکابر نے قصد کیا کہ دو رکعتیں ایسی پڑھیں جن میں دنیا کے امور کو اپنے دل میں نہ لادیں تو یہ
اُن سے نہ ہوسکا جب اُن لوگوں کو اس طرح کا دوگانہ میسر نہ ہوا تو ہم جیسوں کو اس کی طمع نہیں ہوسکتی اور کاش ہم کو
نمازیں سے آدھی خواہ چوتہائی وسواس سے خالی ملجاوے تو انھیں لوگوں میں سے ہوجاویں جنہوں نے نیک اعمال میں
اعمال بد کو ملا جلا دیا۔ حاصل یہ کہ دنیا کی فکر اور آخرت کی ہمت دل میں ایسی ہے جیسے تیل کے بھرے پیالے میں پانی
ڈالو کہ جس قدر پانی پیالے میں جاوے گا اسی قدر یقیناً تیل نکل جاوے گا یہ نہ ہوگا کہ دونوں جمع ہوجاویں۔
چوتھا بیان اُن امور کی تفصیل میں جن کا دل میں حاضر ہونا نماز کے ہر ایک رکن اور شرط وغیرہ میں ضرور ہے۔
اگر تم کو آخرت منظور ہے تو تم پر پہلے لازم یہ ہے کہ جو تنبیہات کہ نماز کی شرطوں اور رکنوں میں ہم لکھتے ہیں ان سے غافل نہ
ہو۔ نماز کی شرطیں اور جو امور اس سے پیشتر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں اذان اور طہارت اور برہنگی کا ڈھانکنا اور قبلہ کیطرف
متوجہ ہونا اور سیدھا کھڑا ہونا اور نیت کرنی پس جب موذن کی اذان سنو تو اپنے دل میں قیامت کے پکار کی دہشت
حاضر کرو اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اس کی اجابت کے لئے مستعد ہو جلدی جلدی کرو کیونکہ جو لوگ
موذن کی اذان کے لئے جلدی کریں گے وہ قیامت کے روز لطف کے ساتھ پکارے جاویں گے اور اذان پر

حضور انور جب مکہ سے تشریف لے آئے ہیں اور آپکے امتی بھی آپ کے ہمرکاب چلے آئے ہیں تو مکہ میں اگرچہ ایک سکون ہوگیا تھا مگر اپنی ناکامی پر افسوس اور دلی پچھتاوا اور انتقام لینے کا خیال برابر موجود تھا۔ وہ اپنے محلّوں اور مکانوں کو خالی دیکھ کے سرد آہیں بھرتے تھے اور دلمیں خیال کرتے تھے کہ جس شخص نے ہمارے قبائل میں تفرقہ اندازی کی جس نے ہم میں زلزلہ ڈالدیا اور

اپنے دل کا جائزہ لو اگر اسکو خوشی اور فرحت سے بھرا پاؤ اور جلد چلنے کی رغبت سے پُر ہو تو جان لو کہ روز جزا میں تمکو بشارت اور فلاح پانیکی آواز آویگی اور اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ارحنا یا بلال" یعنی نماز سے اور اسکی اذان دینے سے ہمکو راحت پہنچاؤ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ اور طہارت کا حال یہ ہے کہ جب تم نماز کی جگہ کو پاک کرلو جو تمہارا ظرف بعید ہے پھر کپڑوں کو پاک کرلو جو تمہارا ظرف قریب ہے پھر ظاہر کی جلد کو پاک کرلو جو تمہارا بہت نزدیک کا پوست ہے تو اپنے مغز اور ذات یعنی دل کی طہارت سے غافل نہو اسکی طہارت کیلئے توجہ میں اور خطاؤں پر نادم ہونے میں کوشش کرو اور آیندہ قصد مصمم اُن قصوروں کے نہ کرنیکا کرلو دلکی طہارت ان امور سے ضرور کرلو یہ تمہارے معبود کے دیکھنے کی جگہ ہے اور ستر عورت سے یہ سمجھو کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ بدن کے وہ مقامات لوگوں کی نظروں سے چھپائے جاویں کہ ظاہر بدن پر لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ باطن کی خرابیاں جنپر بجز پروردگار کے اور کوئی مطلع نہیں ہوتا چھپائی نہ جاویں پس اُن سب عیبوں کو اپنے دلمیں حاضر کرو۔ اور نفس سے اُنکے چھپانیکی درخواست کرو اور یہ بات دلمیں ٹھان لو کہ خدائے تعالیٰ کی نظر سے وہ عیب اور کوئی سی چیز چھپ نہیں سکتی مگر انپر نادم ہونا اور اللہ تعالیٰ سے حیا اور خوف کرنا اُنکا کفارہ ہوجاتا ہے تو اُن برائیوں کے دلمیں حاضر کرنے سے تمکو یہ فائدہ ہوگا کہ تمہارے دلمیں خوف اور حیا جہاں چھپے ہونگے اُبھر کھڑے ہوں گے اسوقت تمہارا دل دبے گا اور خجالت دل پر چھاویگی اور خدائے تعالیٰ کے سامنے ایسے کھڑے ہوگے جیسے غلام گنہگار بدکردار بھاگا ہوا اپنے کردار سے پشیمان ہوکر اپنے آقا کے سامنے سر جھکائے شرمندہ خوف زدہ کھڑا ہوتا ہے۔ اور قبلہ رُخ ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اپنے ظاہر چہرے کو سب طرف سے پھیر کے خدائے تعالےٰ کے خانہ کعبہ کیطرف کرلو پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا تمام معاملات سے خدائے تعالیٰ کے امر کی طرف تم سے مطلوب نہیں یہ ہرگز مت سمجھنا بلکہ یوں سمجھو کہ اسکے سوا اور کوئی مقصود نہیں یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کیواسطے اور اعضا کو ضبط سے رکھنے اور اُنکو ایکطرف میں ساکن کرنے کے لئے ہیں تاکہ یہ اعضا دل پر بغاوت نہ کریں کیونکہ اگر دل پر بغاوت کرینگے اور اپنے حرکات میں اور اپنے جہات کیطرف التفات میں ظلم کرینگے تو دلکو بھی اپنے پیچھے لگا کر خدا کیطرف سے

جسنے ہمارے شہر کو ویران کر دیا اسے کبھی چین سے نہ بیٹھنے دینا چاہیئے اس صورت سے وہیں ذہبی
مخالفت کی آگ اُن کے دلوں میں سُلگ رہی تھی اور وہ بالکل خاموش تھے ۔
ادہر حضور انور کا خیال اپنے وطن کیطرف لگا ہوا تھا آپکی دلی خواہش تھی کہ ایک دفعہ میں اپنے وطن
میں بطور فاتح کے داخل ہوں اور میرے عزیزوں نے جن بتوں کی حمایت میں مجھے ستایا او

انکو پھیرینگے اس صورت میں چاہیئے کہ تمھارے بدن کی توجہ کیساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو یعنی جسطرح چہرہ خانہ کعبہ
کی طرف بجز اسبات کے نہیں ہو سکتا کہ اُسکو اور سب طرفوں سے پھیر لیا جائے اسیطرح دل بھی خدا تعالی کیطرف سے
نہیں پھرتا جب تک اوسکو ماسواے سے خالی نہ کر لیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ
نماز کو کھڑا ہوا اور اسکی خواہش اور منہ اور دل خداے تعالی کیطرف ہوں تو وہ نماز سے ایسا خارج ہوگا جیسے جس روز کہ
اُسکی ماں نے اُسے جنا تھا ۔ اور سیدہا کھڑا ہونے سے یہ غرض ہے کہ اپنے بدن اور دل سے خداے تعالے کے
سامنے خدمت کو کھڑے ہو اس صورت میں چاہیئے کہ سر جو تمہارے اعضا میں سب سے اونچا ہے پست اور جھکا ہوا
اور منکسر ہو اور سر کی اونچائی دور کرنے سے یہ تنبیہ ہو کہ دل پر فروتنی اور ذلت لازم ہے اور اسوقت کے کھڑے
ہونے سے اس روز کا کھڑا ہونا یاد کرو کہ خداے تعالے کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کیا جائے گا اور اب
یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہو اور وہ تم کو دیکھ رہا ہے اسی لئے اگر تم سے اسکی کنہ جلال کا دریافت
کرنا نہو سکے تو اس کے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جیسے دنیا کے کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہو
بلکہ نماز کے قیام میں یہ فرض کر لو کہ تم کو کوئی تمھارے گھر کا بہت نیک آدمی خوب دیکھ رہا ہے یا جسکو تم اپنی
نیک بختی جتلاتے ہو وہ تمہاری طرف نظر کرتا ہے کیونکہ اگر کوئی ایسا آدمی دیکھتا ہے تو اسوقت تمہارے
ہاتھ پاؤں ساکن اور اعضا ڈھیلے اور اجزا مسکنت کے ساتھ رہتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں وہ بندہ جو حقیقت
میں عاجز ہے تمکو یہ نہ کہے کہ فروتنی کم کرتے ہو پس جب بندہ مسکین کے ہوتے تم اپنے نفس کا یہ حال معلوم کرو
تو اُسپر عتاب کرو اور کہو کہ تو دعوے خداے تعالی کی معرفت اور محبت کا کرتا ہے تجھے اس کے سامنے جرأت
کرنے سے شرم نہیں آتی حالانکہ اس کے ایک اونے بندے کی توقیر کرتا ہے اور لوگوں سے خوف کرتا ہے خدا سے
نہیں ڈرتا جس سے ڈرنا زیبا ہے اور اسی وجہ سے حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالی سے حیا کسطرح ہوتی ہے تو آپنے فرمایا کہ اس سے اسطرح حیا کرو کہ جیسے
اپنے گھر کے کسی نیکبخت شخص سے کیا کرتے ہو ۔ اور نیت میں یہ بات دلمیں پکی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالی نے جو حکم نماز کا

وطن سے بے وطن کیا میں اپنے ہاتھ سے ان بتوں کو مکہ سے پرے پھینک دوں یہ خیال آپ کا روز بروز قوی ہوتا جاتا تھا اور آپ کی یہ آرزو آپ کی نظروں کے آگے مجسم صورت اختیار کرتی جاتی تھی آپ ایک مناسب موقع کے منتظر تھے اور آپ کی خیر خواہی مخلوق کا جوش بلحاظ حکمت عملی میں دبا ہوا تھا۔

خدا کے کام سارے باقاعدہ اور بتدریج ہوتے ہیں لھذا اس طرح یکایک حضور انور کے ہاتھ کوئی موقع

کیا اُس کو نہ مانا اور اُس کے پورا پڑہے اور اس کے نواقص اور مفسدات سے باز رہنے پر اور ان سب امور کو خاص خدائے تعالے کی رضامندی کے لئے کہنے پر عزم کرنا چاہئے اس غرض سے کہ توقع اس کے ثواب کی اور خوف اس کو عذاب کا اور مطلب اس کی نزدیکی کا ملحوظ خاطر رہے اور اس باب میں اس کا احسان اپنی گردن کا طوق جانے کہ باوجود ہمارے بے ادب اور کثرت سے گناہ گار ہونے کے اسنے ہمکو اجازت اپنی مناجات کی دی اور اپنے دل میں اس کی مناجات کی بڑی قدر جانے اور دیکھے کہ میں کس سے مناجات کرتا ہوں اور کس طرح مناجات کرتا ہوں ایسی صورت میں چاہیئے تو یہی کہ تمہاری پیشانی عرق پشیمانی میں غرق ہو اور ہیبت سے شانے تھرائیں اور خوف کے مارے رنگ زرد پڑجائے اور اللہ اکبر کہنے میں جب زبان کو ان الفاظ سے گویا کرو تو چاہیئے کہ تمہارا دل اس قول کو جھوٹا نہ کرے یعنی اگر دل میں کوئی چیز خدائے تعالے سے بڑی جانتے ہوگے تو اللہ تعالے گواہی دیگا کہ تم جھوٹے ہو اگرچہ قول تمہارا سچا ہو جیسے سورہ منافقون میں منافقوں کی زبانی کہنے کو ارشاد فرمایا کہ اللہ شاہد ہے کہ منافق جھوٹے ہیں یعنی دل سے اقرار رسالت نہیں کرتے صرف زبان سے کہتے ہیں کہ تم رسول ہو پس اگر خدائے تعالے کے امر کی نسبت تمہاری خواہش نفس تم پر غالب ہوگی اور تم بہ نسبت خدائے تعالے کے اس کی اطاعت زیادہ کرتے ہوگے تو گویا تم نے اپنا معبود اسی کو ٹھیرالیا اور اسی کو بڑا جانا تو کیا عجب ہے کہ تمہارا اللہ اکبر کہنا صرف ایک کلمہ زبانی ہی ہو اس وجہ سے کہ دل میں تو اس کی موافقت ہی نہیں اور اس امر کا خوف نہایت بڑا ہے بشرطیکہ توبہ اور استغفار اور اللہ کے لطف و کرم اور عفو پر حسن ظن نہ ہو اور شروع کی دعا میں اول تم یہ کہتے ہو کہ "وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض" یعنی میں نے اپنا مونہ کیا اُس کی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین اس میں مراد مونہ سے ظاہر کا مونہ نہیں اس لئے کہ ظاہر چہرہ کو تو تم قبلہ کی طرف کئے ہوئے ہو اور خدائے تعالے اس بات سے پاک ہے کہ کوئی جہت اس کو گھیر سکے تو بدن کی توجہ اس کی طرف نہیں ہوسکتی ہاں دل کا مونہ ہے جس کو تم خالق ارض و سما کی طرف کرسکتے ہو پس تامل کرو کہ جو دل گھر اور بازار کی مہمات میں اپنی شہوات کی طرف مائل ہے یا خالق ارض و سموات کی طرف متوجہ ہے۔ اور خبردار ایسا نہ کرنا کہ اپنی مناجات کے شروع ہی میں جھوٹ اور بناوٹ کو دخل دو اور اللہ تعالیٰ کی طرف روئے دل اسی وقت پھرتا ہے کہ اس کو اس کے غیر کی طرف سے پھیر لو تو اب تمکو کوشش کرنی چاہئے کہ دل کی

ایسا نہیں لگ سکتا تھا کہ آپ معاً اپنی آرزو کو پورا کرلیتے مدینہ کی جو کچھ حالت تھی وہ یہ تھی کہ اہل مدینہ سے اس بات کا معاہدہ ہوا تھا کہ اگر باہر سے کوئی حملہ کرے گا تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر آپ نے کسی پر حملہ کیا تو ہمیں ساتھ دینے سے کچھ تعلق نہیں آپ نے دل میں اس بات کا ارادہ کرلیا تھا کہ جب تک میں ستایا نہ جاؤں گا یا مجھ پر حملہ نہ کیا جائے گا میں ہرگز شمشیر بدست نہیں ہونے کا۔

توجہ خدائے تعالے کی طرف ہو اور اگر یہ بات ساری نماز میں نہ میسر ہو تو جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اس وقت تو سچا قول ہو اور جب زبان سے کہو حنیفاً مسلماً یعنی ایک طرفہ مسلمان ہو کر اپنے دل میں یہ سوچنا چاہئے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں پس اگر تم ایسے نہیں ہو تو اس قول میں جھوٹے ہو تو اس بات کے لئے آئندہ ہی زمانہ میں کوشش کرو اور جو احوال پہلے گزرے ہوں اُن پر ندامت کرو اور جب یہ کہو " وما انا من المشرکین " یعنی میں شرک والوں سے نہیں ہوں تو اپنے دل میں شرک خفی کو تامل کرو اس لئے کہ یہ آیت " فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً " اس شخص کے باب میں اتری ہے جو اپنی عبادت سے رضائے خدا اور لوگوں کی تعریف چاہتا ہو پس اس شرک سے بہت ڈرنا چاہیئے اور جس صورت میں کہ تم نے زبان سے تو کہا کہ میں مشرک نہیں اور اس شرک سے برأت نہیں کی تو اپنے دل میں شرمندہ ہونا چاہئے کہ شرک تھوڑا اور بہت سب ہی کو کہتے ہیں۔ اور جب کہو " ان محیای ومماتی للہ " میرا جینا اور مرنا اللہ کے واسطے ہے تو یہ جانو کہ یہ حال اس غلام کا ہے کہ اپنے نفس کے حق میں مفقود ہوا اور آقا کے حق میں موجود ہوا اور یہ کلمہ جب ایسے شخص سے صادر ہو کہ اس کی رضا اور رغبت اور اٹھنا بیٹھنا اور زندگی کی رغبت اور موت کی وحشت دنیا کے کاموں کے لئے ہوں تو ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کہنا اس حال کے مناسب نہیں۔ اور جب کہو " اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم " میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے تو یہ جانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تاک لگائے ہوئے ہے کہ کسی طرح تمہارے دل کو خدائے تعالے کی طرف سے پھیر دے کیونکہ اس کو تمہاری مناجات پر اور خدائے تعالے کے لئے سجدہ کرنے پر حسد ہے کہ اس کو ایک سجدہ کے چھوڑنے سے طوق لعنت گلے میں پڑا اور مردود ابدی ہوا اور یہ سمجھو کہ تم جو شیطان سے پناہ مانگتے ہو تو یہ جب ٹھیک ہو کہ جو چیز شیطان کو محبوب ہو اس کو ترک کردو اور اس کے بدلے میں خدائے تعالے کی محبوب چیز اختیار کرو یہ نہیں کہ صرف زبان سے پناہ کا مانگنا کافی ہو مثلاً اگر کسی شخص پر درندہ خواہ دشمن مارنے کے ارادہ سے آوے اور وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور زبان سے کہے کہ میں تجھسے اس مضبوط قلعہ کی پناہ چاہتا ہوں تو یہ کہنا اس کو کیا کام آوے گا بلکہ پناہ جب ہی ہوگی کہ اپنی جگہ کو چھوڑ کے گڑھے میں چلا جاوے اسیطرح جو شخص اپنی شہوات کا تابع ہے جو شیطان کو محبوب و رحمن کو ناپسند ہیں تو اس کو زبان سے اعوذ باللہ کہنا

پہلی لڑائی

اکثر اسلامی تاریخیں اس بات سے خاموش ہیں کہ پہلی لڑائی کے اسباب کیا تھے اس خاموشی سے عیسائی مورخوں نے فائدہ اوٹھا کے حضور انور پر حملے کئے ہیں اور دکھادیا ہے کہ دراصل قریشیوں کے قافلہ پر ڈاکہ مارا گیا حالانکہ یہ بات نہیں ہے عبید اللہ بن ابی اور ابوسفیان میں برابر خط وکتابت ہورہی تھی اور قاصدوں کی آمدورفت جاری تھی ان کا فیصلہ ہوچکا تھا کہ شام سے واپس ہوتے وقت جب تمہارا قافلہ مدینہ سے گذرے تم فوراً مدینہ میں داخل ہوجانا۔ ہم تمہارے ساتھ ہوجائیں گے قافلہ تو بیشک تجارتی تھا مگر اس کے ساتھ مسلح قریشیوں کا ایک معقول گروہ تھا اور وہ بالکل آمادہ جنگ تھے حضور انور ان کی باتوں سے بے خبر نہیں تھے اسکے علاوہ اگر یہ بات بھی تسلیم نہ کیجائے تو ایسے قافلے پر حملہ کرنا جو ابوجہل کی سرکردگی میں آرہا ہو ہر طرح ضروری اور واجب تھا ابوجہل وہ شخص تھا جس نے حضور انور کو وہ تکلیفیں پہنچائی تھیں جن کے سُننے سے کلیجہ شق ہوتا ہے اور جن کا ذکر ہم سیرۃ الرسول کے گزشتہ صفحوں میں کر آئے ہیں ایسے جانی دشمن کا اپنے گھر کے آگے سے گزرہونا ہر طرح قابل شک تھا اگر اُس کو امن سے گزرنے دیا جاتا تو یہ یقیناً یہودیوں کے ساتھ ملکے بہت ہی شورش برپا کرتا اسی لحاظ سے حضور انور نے ایک چھوٹا سا گروہ

مفید ہوگا بلکہ اس ربانی قول کیساتھ خدائے تعالیٰ کے قلعہ میں پناہ لینے کا پکا ارادہ کرے اور اسکا قلعہ لاالہ الا اللہ ہے چنانچہ ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو خبر دی ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ لاالہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون رہا اور اس قلعہ میں پناہ لینے والا وہ شخص ہے جس کا معبود سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نہو لیکن جس شخص نے کہ اپنا معبود اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہو تو وہ شیطان کے میدان میں ہے نہ خدائے تعالیٰ کے قلعہ میں۔ اور معلوم کرنا چاہئے کہ شیطان کا ایک فریب یہ بھی ہے کہ آدمی کو نماز کے اندر آخرت کی فکر میں اور خیرات کے کاموں کے سوچنے میں لگا دیتا ہے تاکہ جو کچھ نماز میں پڑہا ہے اُسکے سمجھنے سے باز رہے تو یاد رکھو کہ جو چیز تمکو معنی قرأت کے سمجھنے کی مانع ہو وہ وسواس ہے اس لئے کہ زبان کا ہلانا تو مقصود ہی نہیں بلکہ مقصود معانی ہیں اور قرأت کے باب میں آدمی تین طرح کے ہیں ایک وہ کہ اُسکی زبان متحرک ہے اور دل غافل اور ایک وہ کہ زبان چلتی ہے اور دل زبان کی پیروی کرتا ہے اور اسکے الفاظ کو ایسی طرح سمجھتا اور سنتا ہے کہ گویا دوسرے شخص سے اسکو سنتا ہے یہ درجہ اصحاب یمین کا ہے اور ایک شخص وہ ہے کہ اُسکا دل اول معانی کیطرف دوڑتا ہے پھر دل کی زبان تابع ہوکر اُن معانی کو ترجمہ کرتی ہے اور بہت فرق ہے اس بات میں کہ زبان دل کی ترجمان ہو یا دل کی

تیس مہاجرین کا حضرت امیر حمزہ کی سرکردگی میں روانہ کیا کہ اس کارواں پر حملہ کریں جو ابو جہل کی سالاری میں شام سے آرہا ہے اور تین سو نوجوان زبردست خونخوار مسلح قریش اس کے ساتھ ہیں۔ سمندر کے کنارہ پر مکہ اور مدینہ کے بیچ میں حضرت امیر حمزہ نے اپنے تیس جانباز ساتھیوں کے ساتھ قافلہ پر حملہ کیا۔

دوسری مہم

اس میں بہت اختلاف ہے کہ آیا یہ پہلا غزوہ ہے یا دوسرا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ حضور انور سعد بن عبادہ کو مدینہ میں بطور خلیفہ کے نامزد کرکے اور اصحاب کی ایک جماعت کو ساتھ لیکے قریش اور بنی ضمیرہ کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تھے اور جب منزل برار میں پہونچے تو بنی ضمیرہ کا شیخ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند شرطوں پر صلح کر لی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب آپ واپس مدینہ تشریف لائے تو سعد بن ابی وقاص کو بیس آدمی دیکے جحفہ کے قریب حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا اور کچھ ہدایت فرما دی سعد دن بھر تو پوشیدہ کسی مقام پر بیٹھے رہتے اور رات کو اپنا سفر طے کرتے آخر وہ پانچویں دن مقام بحرار پہنچ وہاں

معلم بنو مقرب لوگوں کی زباں کی ترجمان اور اسکی تابع ہوتی ہے اور دل اسکا تابع نہیں ہوتا۔ اور قرأت کی ترجمہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب تم کہو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یعنی شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحم والا ہے تو اس سے یہ نیت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کے شروع کرنے کیلئے اس سے تبرک چاہتا ہوں اور یہ سمجھو کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سب امور اللہ ہی میں اور اسم سے اس جگہ مسمے ہے اور جبکہ سب کام اللہ کے ہوئے تو "الحمد للہ رب العالمین" بھی ٹھیک ہوا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ شکر خدا کا ہے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا کیونکہ نعمتیں سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جو شخص کہ کسی نعمت کو غیر اللہ کی جانب سے جانتا ہے یا اپنے شکر سے غیر اللہ کا قصد کرتا ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ کے حکم کا مسخر نہیں سمجھتا تو اسکو بسم اللہ اور الحمد للہ اور الحمد للہ کہنے میں اسی قدر نقصان ہوگا جس قدر وہ غیر اللہ کی طرف التفات رکھتا ہوگا اور جب تم کہو "الرحمٰن الرحیم" تو اپنے دل میں اسکے تمام انواع لطف کو حاضر کر لو تاکہ تم کو اسکی رحمت کا حال کھلے اور اس سے تمہاری امید ابھرے پھر "مالک یوم الدین" کہنے سے اپنے دل میں اس کی تعظیم اور خوف کو اجھار و عظمت اس جہت سے کہ ملک بجز اسکے اور کسی کا نہیں اور خوف اس جہت سے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ مالک ہے روز جزا اور حساب کا۔ بس اس دن کے

جا کے معلوم ہوا کہ قافلہ ایک روز پہلے یہاں سے گزر چکا ہے۔ یہ سنکر آپ مدینہ واپس چلے آئے پھر تیسری روایت
یہ ہے کہ دوسرے سال ہجری میں سعد بن معاذ کو حضور انور مدینہ میں چھوڑ کر اور بائیس آدمیوں کو ساتھ لیکر
قریش کے قافلے کا راستہ روکنے کے لئے روانہ ہوئے سنا ہے کہ قریش کے ساتھ ۱۵۰۰ مسلح آدمی تھے مگر
معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لڑائی نہیں ہوئی صرف آپ رضوی نامی پہاڑی تک پہنچے تھے کہ واپس چلے آئے
غرض اسی قسم کی روایتیں ہیں جن سے کسی غزوہ کے مقدم و موخر ہونے کی کوئی ٹھیک شہادت نہیں ملتی
امیر حمزہ کے حملے کے ایک مہینہ کے بعد دوسری مہم حضور انور کو مجبوراً ابو سفیان کے مقابلہ میں روانہ کرنی پڑی
یہ مہم عبیدہ بن حارث کی ماتحتی میں روانہ ہوئی تھی ابو سفیان کے ساتھ دو سو مسلح قریش تھے اس میں عبیدہ
کو ایک حد تک کامیابی ہوئی اور عبیدہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کی حفاظت کے لئے مشرک قریشیوں
پر سب سے پہلے تیر چلایا تھا حضور انور کے دو صحابی جو قریشیوں کے ساتھ تھے اس موقع پر بھاگ کے
حضرت عبیدہ سے آملے ان میں سے ایک کا نام عتبہ تھا اور دوسرے کا نام مقداد تھا واقدی نے اس کے متعلق
بالکل خاموشی اختیار کی مگر شامی نے صاف طور پر لکھدیا ہے۔

ہوں سے ڈرنا چاہئے پھر "ایاک نعبد" (یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہیں) کے کہنے سے اخلاص از سر نو کرو اور طاقت اور قوت
سے عاجزی اور برات اس قول سے نئی کرو "وایاک نستعین" (یعنی تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) اور خوب دل میں ٹھان لو کہ
ہم کو بدون اس کے اطاعت کے طاعت میسر نہیں ہوئی اور اس کا بڑا احسان ہے کہ اپنی طاعت کی توفیق دی اور عبادت
کی خدمت تم سے لی اور تم کو اپنی مناجات کا اہل بنایا اگر بالفرض تم کو توفیق سے محروم رکھتا تو تم بھی شیطان لعین کے ساتھ
میں راندۂ درگاہ ہوتے پھر جب "اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور الحمد للہ" اور مطلق اعانت کی حاجت ظاہر کرنے سے فارغ ہو چکے
تو اب اپنے سوال کو معین کرو اور اس سے وہی چیز مانگو جو تمہاری حاجتوں میں سب سے زیادہ مہم ہو اور یہ کہو "
اہدنا الصراط المستقیم" دکھا ہمکو راہ سیدھی جو ہمکو تیرے پاس پہنچا دے اور تیری مرضیات تک لیجاوے اور اس کی
شرح اور تفصیل اور تاکید زیادہ کرنے کو کہو "صراط الذین انعمت علیہم" یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے نعمت
کو خاصہ فرمایا اور وہ انبیا و صدیقین اور شہدا و صالحین ہیں "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" سوائے ان لوگوں کی
راہ جن پر غصہ ہوا یا جو بہکنے والے ہیں اور وہ کافر یہود اور نصاریٰ اور صابئین ہیں پھر اس درخواست کے قبول ہونے
کی طلب کرو اور کہو کہ آمین یعنی ایسا ہی کر۔ جب تم الحمد کو اس طرح پڑھو گے تو عجب نہیں کہ تم ان لوگوں میں سے ہو
جو ان کے باب میں اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث قدسی میں جسکی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے فرمایا ہے کہ میں

تیسری مہم

ایک مہینے کے گزرنے کے بعد تیسری مہم بیس آدمیوں کی نوجوان سعد کی ماتحتی میں اسی طرف روانہ کیگئی اس وقت سعد کی عمر بیس یا پچیس برس کی تھی مگر اس مہم کو کامیابی نہیں ہوئی جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ ہر مہم میں حضور انور ایک سفید جھنڈا بناتے تھے اور اسے ایک نیزہ یا لکڑی پر نصب کرکے افسر مہم کو اپنے دست مبارک سے دیدیا کرتے تھے ان سب سرداروں کے نام صحیح احادیث میں بالتفصیل موجود ہیں۔

تین مہمیں

اسی سال تین بار حضور انور خود مہم کے سرگروہ بن کے مدینہ کے باہر تشریف لے گئے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مگر سوائے بنی ضمیرہ کے ساتھ صلح کرنے کے اور کوئی بڑا واقعہ نہیں ہوا۔ اسی عرصہ میں امیہ بن خلف تین سو مسلح قریشوں کے ساتھ شوم سے آرہا تھا اس نے شرارت سے یہودیوں کے ساتھ ملکے مسلمانوں کے اونٹوں اور بھیڑوں پر حملہ کیا جو ایک محفوظ مقام میں چر رہے تھے اور انہیں ہکا کے لیگئے اس میں یہودیوں کی بہت بڑی شرارت تھی جن سے حضور انور کا معاہدہ ہو چکا تھا حضور انور نے بنفس نفیس اس ڈاکو قافلہ کا تعاقب مقام بدر تک کیا مگر وہ بچکے نکل گیا۔

نے نماز کو اپنے آپ میں اور اپنے بندے میں آدھوں آدھ کرلیا ہے آدھی میری ہے اور آدھی میرے بندے کی اور ہر ایک بندے کو دونگا جو اس نے مانگا ہے بندہ کہتا ہے الحمدللہ رب العالمین تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی اور سمع اللہ لمن حمدہ کہنے سے غرض بھی ہے آخر حدیث تک یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ سنا اللہ نے اس کا قول جس نے اس کی تعریف کی۔ پس اگر تم کو نماز میں کوئی اور بات نہ ہوتی تو اس کے کہ خدائے تعالے نے باوجود اپنی عظمت و جلال کے تم کو یاد کیا تو بھی کافی اور غنیمت تھا اور جس صورت میں تمکو ثواب اور زیادتی کی توقع اس سے ہے تو پھر کیا کہنا ہے۔ اور اسی طرح جو سورت تم پڑھو اس کے معنی کو سمجھو۔ حاصل یہ کہ قرأت کے پڑھنے میں تم کو اس کے امر اور نہی اور وعدہ اور وعید اور نصیحت اور انبیا کی خبریں جتلانی اور احسانات کے ذکر کرنے میں غفلت نہ کرنی چاہئے اور ان میں سے ہر ایک بات کا جو حق ہے وعدہ کا حق رجا ہے اور وعید کا حق خوف ہے اور امر اور نہی کا حق عزم مصمم اس کی تعمیل کا ہے ...

ابوتراب

اسی عرصہ میں حضرت علی ایک نئے خطاب اور لقب سے پکارے گئے اس میں بھی مورخوں کا اختلاف
ہے بعض کچھ کہتے ہیں اور بعض کچھ۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مسجد سے ذرا دور فاصلے پر گزرے تو دیکھا کہ حضرت علی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے تمام کپڑے
خاک آلودہ ہو رہے ہیں۔ حضور انور نے پیر کے اشارے سے آپ کو ابوتراب کہکے اٹھایا جس کے معنی
خاک کا باپ ہیں اور فرمایا کہ اٹھ بیٹھ خاک پر اس طرح نہیں لوٹا کرتے۔ ہشامی اور طبری کا تو یہ بیان
ہے کہ حضور انور نے حضرت علی کو دیکھ کے یہ فرمایا کہ تو اسی طرح خاک وخون میں لوٹے گا۔ اسے گو ان کی
شہادت کے متعلق پیشین گوئی سمجھنی چاہئے مگر طبری نے ایک اور روایت بھی اس کے علاوہ نقل کی ہے
کہ جب حضرت علی حضرت بی بی فاطمہ کے گھر سے نکلے تو آپ مدینہ کی بڑی مسجد کے صحن میں لوٹنے لگے آپ کا
لباس اور آپ کے ہاتھ پیر چہرہ سب خاک آلودہ ہوگئے حضور انور کو یہ بات ناگوار گزری آپ نے پیر کا اشارہ
کرکے اور ابوتراب کہکے آپ کو زمین سے اٹھایا۔ مگر ایک اور روایت اس کے متعلق یہ ہے کہ حضرت بی بی
فاطمہ سے آپ کا کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور بدمزگی یہاں تک ہوئی تھی کہ آپ سخت غصہ اور مایوسی میں خاک
پر لوٹنے لگے تھے۔ ایسے معاملات بعض اوقات شوہر و زوجہ میں ہوجایا کرتے ہیں یہ کوئی تعجب انگیز اور نرالی

کا حق اس سے نصیحت حاصل کرنا ہے اور احسان کے ذکر کرنے کا حق اس کا شکر کرنا ہے اور نبیوں کی خبریں دینے کا
حق عبرت پکڑنا ہے ان حقوق کو مقرب لوگ پہچانتے ہیں اور وہی یہ حقوق ادا کرتے ہیں چنانچہ زرارہ ابن ابی اوفی
نماز میں جب اس قول خداوندی پر پہنچے "فاذا نقر فی الناقور" یعنی جب پھونکا جاویگا صور میں تو پچھاڑ کھا کر گرے اور
مرگئے۔ اور ابراہیم نخعی جب "اذا السماء انشقت" کو سنتے معنی یہ ہیں کہ جب پھٹ جاوے آسمان تو اتنا بیقرار ہوتے کہ ان
کے سارے جوڑ تھراتے۔ اور عبداللہ بن واقد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ نماز ایسی صورت سے پڑھتے
تھے جیسا کوئی غمزدہ ہوتا ہے اور آدمی کو شایاں یہی ہے کہ اس کا دل اپنے آقا کے وعدہ اور وعید سے سوختہ ہوجاوے
کیونکہ وہ بندہ گنہگار اور ذلیل سامنے جبار قہار کے ہے اور یہ باتیں درجات کے فہم کے بموجب ہوا کرتی ہیں اور فہم اسقدر
ہوتا ہے جس قدر علم اور دل کی صفائی زیادہ ہوتی ہے اور اس کے درجات کی کچھ انتہا نہیں اور نماز دلوں کی کنجی ہے اس
میں الفاظ کے اسرار واضح ہوتے ہیں۔ یہ ہے قرأت کا حق اور ذکر اور تسبیحوں کا حق بھی یہی ہے پھر قرأت میں سورت کا
لحاظ کرو یعنی حروف کو اچھی طرح ادا کرو اور جلد نہ پڑھو کیونکہ آہستہ پڑھنے سے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور رحمت اور

بات نہیں ہے۔ لفظ ابوتراب محض مذاقیہ سمجھنا چاہیے مگر یہ لفظ مشہور ہوتے ہوتے مذاق کے دائرے سے
نکل گیا اور اب حضرت علی کے نام کے ساتھ نہایت ہی عظمت اور عزت سے ملایا جاتا ہے باقی وہ روایت
جس میں اس خاک کے لوٹنے سے شہادت کی پیشین گوئی بیان ہوئی ہے اس کی صحت کا کہیں پتہ نہیں نہیں
ملتا۔ حضور انور کے پیچھے جتنی شہادتیں واقع ہوئیں بعض دل چلے راویوں نے سب کی نسبت پیشین گوئیاں
اُلٹی کردیں مگر صحت کسی کی بھی ثابت نہیں ہے حضور انور نے جب ابوتراب کا لفظ فرمایا اس کے ساتھ شہادت
کے متعلق کوئی اشارہ نہ تھا محض قیاس سے چاہے جو کچھ نتیجہ نکال لیا جائے یہ ہر شخص کو اختیار ہے مگر الفاظ
کسی پیشین گوئی کی شہادت نہیں دیتے۔ یہ واقعہ بھی انہیں معمولی واقعات میں سے ہے جو روزمرہ حضور انور
اور صحابہ کی زندگی میں پیش ہوتے رہتے تھے ان سے نہ کسی کی فضیلت کو کچھ تعلق ہے نہ مذہب کو مگر بعض
چالاک طبائع نے اس کو فضیلت قرار دیا ہے اور بہت لمبے چوڑے قصے اس کے ساتھ وابستہ کردیئے ہیں
حالانکہ یہ ایک مذاقیہ بات تھی۔

آپ کے نشان بردار

حضور انور ہر مہم میں خود ایک علم بردار مقرر فرماتے تھے اور اپنے دست مبارک سے سفید جھنڈا اُن کے دیدیا کرتے
تھے پہلا جھنڈا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں امیر حمزہ کو دیا گیا تھا جب دوسری مہم روانہ ہوئی تو وہ جھنڈا اسعد کو
دیا گیا تیسری مہم کے نشان بردار حضرت علی تھے۔

عذاب کی آیتوں کو اور وعدہ اور وعید اور تحمید اور تمجید کی آیتوں کو جدا جدا لہجوں میں پڑھو۔ ابراہیم نخعی جب اس جیسی آیت
پڑھتے "ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ" تو اپنی آواز پست کردیتے جیسے کسی کو اس بات سے شرم آوے کہ خدا
تعالےٰ کا ذکر ان اوصاف سے کرے جو لائق اس کی جناب پاک کے نہ ہوں۔ اور مروی ہے کہ قرآن والے کو قیامت
کے دن کہا جائے گا کہ پڑھ اور ترقی کر اور اچھی طرح پڑھ جیسے تو دنیا میں اچھی طرح پڑھا کرتا تھا۔ اور ساری قرات میں ٹھہر ٹھہر کر
سے یہ اشارہ ہے کہ دل اللہ تعالےٰ کے ساتھ حضور کی صفت پر ایک ہی طرح قائم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ اللہ تعالےٰ نمازی کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب تک کہ نمازی اور طرف دھیان نہ کرے۔ اور جس طرح کہ سر اور آنکھ
کی حفاظت اور طرف دیکھنے سے واجب ہے اسی طرح باطن کی حفاظت نماز کے سوا اور طرف دھیان کرنے سے
واجب ہے پس جس صورت میں کہ دل اور طرف متوجہ ہو تو اس کو یاد دلاؤ کہ خدائے تعالےٰ تیرے حال پر مطلع ہے
اور مناجات کرنے والے کو حالت مناجات میں اس ذات سے غفلت کرنی جس سے مناجات کہتا ہے اس لایق ہے

مدینہ میں قائم مقام کا تقرر

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے جب حضور انور کسی مہم کے سرکردہ بن کے مدینہ کے باہر تشریف لے جاتے تھے تو معاملات کو سرانجام دینے کے لئے ایک اپنا جانشین مقرر کر جاتے تھے۔ پہلا جانشین یا قائم مقام۔ یہودیوں کے قبیلے بنی خزرج کا ایک سردار ہوا تھا یہ سردار مسلمان ہو کر جلیل القدر صحابہ کے زمرے میں داخل ہو چکا تھا اور دوبارہ جب آپ روانہ ہوئے ہیں تو بنی اوس کے قبیلے کا سردار مقرر کیا تھا جو ایک معزز صحابی تھے سہ بارہ آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید کو اپنا جانشین مقرر کیا اس پر سر ولیم میور نکتہ چینی کے پیرائے میں حضور انور کی عالی دماغی کی تعریف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے ان دونوں مسلمان سرداروں کو جو یہودیوں کے ایسے دو قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن میں باہم سخت لڑائی تھی مدینہ سے باہر جاتے ہوئے اپنا جانشین مقرر کرنا اس بات کو جتاتا تھا حالانکہ وہ دونوں مخالف قبائل سے تعلق رکھتے ہیں مگر ہماری نظر میں ایک ہیں اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی منشاء تھا کہ حضور کو ایک پیمانہ میں رکھنے سے ایک شخص دوسرے پر چیرہ دست نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ یہودی خواہ کوئی ادنےٰ درجہ کا یہودی ہو یا ان کا سردار ہو مسلمان ہونے کے بعد دونوں حضور انور کی نگاہ میں ایک درجہ رکھتے تھے

دوبارہ جانے کو بہت بری ہے۔ اور اپنے دل پر خشوع ہو لازم کر لو کیونکہ ظاہر و باطن کے اور طرف دھیان کرنے سے نجات خشوع ہی کا نتیجہ ہے جب باطن خشوع کرے گا تو ظاہر بھی فروتنی کرے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے میں اپنی ڈاڑھی سے کھیل کرتے دیکھ کر فرمایا کہ اگر اس کا دل خشوع کرتا تو اس کا اعضا بھی خشوع کرتے اس لئے کہ رعیت کا حال حاکم کی طرح کا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے دعا میں یہ وارد ہوا ہے کہ الٰہی راعی اور رعیت دونوں کو درست کر اور راعی دل ہے اور اعضا رعیت ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں میخ کی طرح ہوتے تھے اور ابن زبیر رضہ لکڑی کی طرح اور بعض اکابر رکوع میں ایسے ہوتے تھے کہ ان پر چڑیاں بے ہراساں کر بیٹھ جاتی تھیں۔ اور یہ سب باتیں دنیا میں بادشاہوں کے سامنے باقتضائے طبیعت ہو جاتی ہیں تو شہنشاہ حقیقی کے سامنے جن لوگوں کو اس کا حال معلوم ہے کیسے نہ ہوں گی اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے تو خشوع پیٹ بھر کر کرے اور خدائے تعالیٰ کے سامنے اس کے ہاتھ پاؤں ہلتے جلتے رہیں تو وہ خدائے تعالیٰ کے جلال کی معرفت میں قاصر ہے اور نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ میرے دل اور وسوسوں پر آگاہ ہے

برخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کہ آپ نے اپنے کل ساتھیوں میں سے صرف پطرس کو ایسا آسمانی [illegible] کی بادشاہت کی کل کنجیاں اس کو سونپ دیں اور فرمایا کہ جو کچھ یہ زمین پر کھولے گا وہ آسمان پر کھولا جائیگا یا جو کچھ آسمان پر کھولے گا وہ زمین پر کھولا جائیگا۔ حضرت مسیح اپنی نوجوان عقل کی بموجب اس سے نیچے یہودیوں کو للچانے کی اور کوئی ترکیب نہ کر سکتے تھے اگرچہ بعض اوقات وہ سخت غصہ اور طیش کی حالت میں اپنے حواریوں کو گالیاں دینے لگتے تھے آپ نے ایک دفعہ تو یہاں تک کہدیا تھا کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوتا تو تم اس درخت سے کہتے کہ تو اپنی جگہ سے سرک جا تو وہ سرک جاتا حالانکہ کسی حواری نے بھی درخت کو جنبش دے کے اپنے ایمان کا ثبوت حضرت مسیح کے آگے پیش نہیں کیا مگر تو بھی بعض اوقات انھیں تھپکنے کے لئے آسمان کی بادشاہت کی خوشخبری دینے کے علاوہ انھیں بادشاہت کی کنجیاں تک سونپ دیتے تھے مگر حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ایسی بودی اور بے بنیاد حکمت عملی سے کام نہیں لیا۔

قبیلہ خزرج کے سردار جس کو حضور انور نے سب سے پہلے مدینہ میں اپنا عارضی جانشین مقرر کیا تھا سعد ابن عبادہ تھے اور بنی اوس کے سردار جو دوبارہ عارضی جانشین بنائے گئے سعد ابن معاذ تھے۔

حضرت عمر [illegible] اس آیت کی تفسیر میں ''الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین'' فرمایا ہے کہ قیام و رکوع اور سجدہ اور جلسہ کے وقت جو کہا ہے اور رکوع اور سجدہ میں یہ چاہیے کہ ان کے ادا کرنے کے وقت تم سر سے خدائے تعالیٰ کی بزرگی کو یاد کرو پھر نیت [illegible] سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے عذاب سے اس کے غضب کی پناہ مانگتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور پھر تو اس کے سامنے ذلت اور تواضع رکوع سے ادا کرو اور اپنے دل کے نرم کرنے اور نیز خشوع کرنے میں کوشش کرو اور اپنی ذلت اور اپنے معبود کی عزت کو خیال کرو اور دل میں اس بات کے ہونے پر زبان سے مدد دو یعنی زبان سے ''سبحان ربی العظیم'' پاک ہے میرا رب بہت بڑا کہو کہ اس کی عظمت تمہارے اقرار سے ثابت ہو اور ان کلمات کو مکرر کہو تاکہ دل میں اس عظمت کی تاکید ہو پھر اپنا سر رکوع سے اٹھاؤ اور یہ توقع کرو کہ وہ رحم کرتا ہے اور اپنے اس دل کی توقع کی تاکید ان لفظوں سے کرو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' یعنی جو شکر اللہ کا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سنتا ہے پھر اس کے بعد شکر بیان کرو کہ شکر سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے اور یہ ''ربنا لک الحمد'' اور حمد کی کثرت کے لیے یہ لفظ کہو ''ملاء السموات والارض'' یعنی اے رب ہمارے تجھ کو شکر ہے بمقدار آسمانوں اور زمین کے بھرنے کے پھر سجدہ کے واسطے جھکو یہ سب سے زیادہ

نخلے کی مہم (بماہ رجب)

انگریزی مہینوں کے حساب سے نومبر اور دسمبر میں حضور انور مدینہ میں قیام فرما رہے تھے اور آپ نے اپنے رشتہ کے ماموں عبداللہ بن جحش اسدی کو نو یا بارہ مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا جسوقت آپ عبداللہ کو رخصت کرنے لگے یہ خود عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک شب عشا کے نماز پڑھنے کے بعد مجھ سے ارشاد کیا کہ صبح کو ہتیار باندھ کے میرے پاس آنا کہیں تمھیں ایک مقام پر بھیجوں گا میں حضور انور کے ارشاد کے بموجب صبح کو حاضر ہوا قریش کے بہت سے آدمی میرے ساتھ تھے حضور انور نے میری صورت دیکھتے ہی ابی بن کعب کو حکم دیا کہ جو کچھ میں بتاتا جاؤں تو لکھتا جا۔ چنانچہ آپ نے نہایت ہی خاموشی سے کچھ لکھوایا اور وہ ہدایتیں بند کر کے میرے حوالے کیں اور ارشاد کیا کہ میں تمھیں اس گروہ کا سردار بناتا ہوں اور حکم کرتا ہوں کہ جب تک تم دو روز کی راہ پر نہ پہنچ جاؤ اسے کھول کے نہ دیکھیو اور جب مقام مقصود پر پہنچو تو اسے کھولیو اور دیکھنے کے بعد جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کیجیو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کس طرف جاؤں ارشاد کیا کہ جانب نجد پھر۔ یہ سنتے ہی عبداللہ اپنے یاروں کے ساتھ روانہ ہو گئے دو روز کے بعد آپ نے حسب ہدایت اس حکم کو کھولا اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

درجہ کی ذلت ہے یعنی اپنا منہ جو سب اعضا کی نسبت کر عزیز تر ہے اس کو سب چیزوں میں سے ذلیل تر یعنی مٹی پر رکھو اور اگر یہ بات تم سے ہو سکے کہ زمین پر سجدہ کرو اور زمین میں اور چہرے میں کوئی حائل نہ ہو تو ایسا ہی کرو کیونکہ اس صورت سے فروتنی بہت حاصل ہوتی ہے اور ذلت خوب معلوم ہوتی ہے اور جب تم اپنے آپ کو ذلت کی جگہ میں رکھ چکے تو جانو کہ تم نے اپنے نفس کو جہاں کا تھا وہاں رکھدیا اور فرع کو اصل تک پہنچا دیا اور تمہاری اصل پیدائش مٹی ہی سے ہوئی اور اسی کی طرف دوبارہ جاؤ گے اس وقت اپنے دل پر خدائے تعالے کی عظمت از سر نو کرو اور کہو "سبحان ربی الاعلی" اور اس کو مکرر کہکر دل میں بھی عظمت کی تاکید کرو کہ ایک دفعہ کے کہنے کا اثر ضعیف ہوتا ہے پس جب تمہارا دل نرم ہو اور یہ بات تم کو معلوم ہو جاوے تو خدائے تعالے کی توقع کرو کہ اس کی رحمت ضعف اور ذلت ہی کی طرف جلد پہنچتی ہے تکبر اور شیخی پر نہیں دوڑتی اب اپنے سر کو "اللہ اکبر" کہتے ہوئے اٹھاؤ اور اپنی حاجت ان الفاظ سے مانگو۔ "رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم" یا جو دعا تم کو منظور ہو طلب کرو پھر تواضع کو دوبارہ سجدہ کرنے سے پختہ کرو اور اسی طرح دوسرا سجدہ کرو۔ اور جب تشہد کے لئے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنی چیزیں تقرب کی ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اما بعد خدا کے نام اور اس کی برکت سے اپنے یاروں کے ساتھ برابر چلا جا یہاں تک کہ تو نخلہ میں پہنچے جب تو وہاں پہنچ جائے تو قریش کے قافلہ کا انتظار کیجیو شاید اس کارروان سے تجھے نفع پہنچے اور یہ ہدایت تجھے کی جاتی ہے کہ زبردستی اپنے ساتھ کسی کو نہ رکھیو جو شخص اپنے دل سے چاہے اور اس کی خوشی ہو وہ تیرے ساتھ رہ سکتا ہے۔

عبد اللہ کو جب یہ حکم معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ میں نخلہ کی طرف جاتا ہوں اور تم سے کہتا ہوں کہ جس شخص کو شہادت کی آرزو ہو وہ میرے ساتھ نخلہ چلے اور نہیں تو میں بہ خوشی حکم دیتا ہوں کہ تم سب واپس چلے جاؤ۔ یہ سنتے ہی سب نے یک زبان ہو کے جواب دیا کہ خدا کے نام کی برکت سے ہم اس کے اور اس کے رسول کے حکم کے مطیع و منقاد ہیں اور ہم آپ کے ساتھ چلنے کو موجود ہیں۔ اسی روز سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ جاتا رہا یہ دونوں باری باری سے اس پر سوار ہوتے تھے عبد اللہ بن جحش سے دونوں نے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اونٹ کو تلاش کر لائیں انھیں اجازت مل گئی اور وہ اپنے اونٹ کی تلاش میں چلے گئے پھر عبد اللہ اپنے باقی اصحاب کو لیکے بطن نخلہ میں پہنچے یہاں پہنچتے ہی قافلہ قریش سے مقابلہ ہوا اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی و حکم بن کیسان و عثمان بن عبد اللہ مخزومی اور اس کا بھائی نوفل بن عبد اللہ تھے یہ لوگ مسلمانوں

خواہ صلوات ہوں یا طیبات یعنی اخلاق ظاہر وہ سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی طرح ملک خدا کے لئے ہے اور یہی معنی التحیات کے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور اپنے دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچے اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کر کامل تر عنایت فرماویں گے پھر تم اپنے اوپر اور اللہ تعالےٰ کے نیک بخت بندوں پر سلام کہو اور یہ توقع کرو کہ خدائے تعالےٰ تم کو اس سلام کے جواب میں بقدر نیک بندوں کے پورے سلام و رحمت فرمائے گا پھر خدائے تعالےٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر شہادت کرو اور خدائے تعالےٰ کے عہد کو شہادت کے دونوں جملے پڑھ کر نیا کرو پھر اپنی نماز کے آخر میں جو دعا حدیث میں آئی ہو تواضع اور خشوع اور سکنت اور عاجزی اور قبول ہونے کی بھی توقع کے ساتھ پڑھو اور اپنی دعا میں اپنے ماں باپ اور سب ایماندار وں کو شریک کرو اور سلام کے وقت نیت کرو کہ فرشتوں اور حاضرین پر سلام کہتا ہوں اور سلام سے نماز کے پورا ہونے کی نیت کرو اور خدائے تعالےٰ کے شکر کا دل میں خیال کرو کہ ہم کو اس طاعت کے پورا کرنے کی توفیق دے اور یہ سمجھو کہ تم اپنی اس نماز کو رخصت کرتے ہو اور شاید پھر تمہاری زندگی نہ ہو

دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور چاہا کہ کسی طرح سے سٹک جائیں عبد اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ قافلے والے ہم سے خوف زدہ ہو گئے ہیں تم میں سے ایک شخص اپنا سر منڈوا ڈالے تاکہ انھیں گمان ہو کہ ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں یہ سنتے ہی عامر بن ربیعہ نے عکاسہ بن محسن کا سر مونڈ ڈالا عکاسہ سر منڈواتے ہی مشرکوں کے پاس سے ہو کے گزرا مشرکوں نے دیکھ کے کہا کہ یہ لوگ عمرہ کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں اس خیال سے انھیں اطمینان ہو گیا انہوں نے اپنے اونٹوں کو کھول کے جنگل میں چھوڑ دیا اور آپ باطمینان کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئے یہ دن رجب کی پہلی تاریخ کا تھا مگر بعض مسلمانوں کو مغالطہ ہوا کہ آج آخر جمادی الثانی یا غرہ رجب ہے اور پھر یہ گفتگو ہونے لگی کہ اگر آخر جمادی الثانی ہے تو ان پر کیونکر حملہ کیا جائے آخر بڑی قیل و قال کے بعد اس بات کا فیصلہ ہوا کہ قطعی غرہ رجب ہے آج حملہ ہو جانا چاہیے یہ فیصلہ ہوتے ہی مسلمانوں نے مشرکوں پر حملہ کر دیا۔ باہم خوب لڑائی ہوئی قافلہ والوں میں سے بعض مارے گئے بعض گرفتار کر لئے گئے اور بعض بھاگ گئے اور کارواں کا سارا مال مسلمانوں کے قبضے میں آگیا یہ مال و اسباب لیکے عبد اللہ ابن جحش مدینہ کی طرف پھرے جب مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو وہ مال انہوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور ایک حصہ حضور انور کے لئے رہنے دیا ابھی تک غرض خمس کی آیۃ نازل نہیں ہوئی تھی نخلہ جہاں یہ لڑائی ہوئی مکہ کے شرق میں واقع ہے۔

ایسی نماز پڑھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو وصیت کی تھی فرمایا تھا کہ نماز رخصت کرنے والے کی سی پڑھو۔ پھر اپنے دل میں نماز میں قصور کرنے کا خوف اور شرم کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں نماز نامقبول نہ ہو اور کسی گناہ ظاہر یا باطن کی جہت سے بری ٹھیر کر سونہ پر ماری جاوے اور اس کے ساتھ ہی یہ توقع رکھو کہ وہ اپنے فضل و کرم ہی سے اس کو قبول فرمائے گا۔ یحیی بن وثاب جب نماز پڑھ لیتے تو کسی قدر ٹھیرتے اور ان کے چہرے سے آثار بحالی اور غم کے معلوم ہوتے تھے۔ اور ابراہیم نخعی بعد نماز کے ایک گھنٹہ ٹھیرے رہتے گویا بیمار ہیں یہ صورت ان نماز گزاروں کی ہوتی ہے جو خشوع کرتے ہیں اور نماز کی نگاہداشت اور مداومت کرتے ہیں اور جتنی ان کو بندگی میں مقدور و طاقت ہوتی ہے اس کے موافق اللہ تعالٰی کی مناجات میں مصروف ہوتے ہیں پس آدمی کو چاہئے کہ جو نماز پڑھے اس میں انھیں باتوں کا پابند رہے اور جس قدر اس کو ان میں سے حاصل ہو اس سے خوش ہونا چاہئے اور جو حاصل نہ ہو اس پر حسرت کرنی چاہیے اور اس کے علاج میں کوشش کرنی لازم اور غافلوں کی نماز تو مقام خطر ہے ہاں اگر اللہ تعالے اپنی رحمت کرے تو کیوں نہیں کہ اس کی رحمت وسیع اور کرم عام ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم کو اپنی رحمت میں ڈھانپ

اور طائف سے نصف دوری پر ہے۔ جب قریش کے مشرکوں کو یہ خبر ہوئی تو انہوں نے اس بات کا غل مچایا کہ آنحضرت کے ارادے کیونکر کامیاب ہوں گے جبکہ آپ نے ماہ حرام کو حلال بنا دیا اور اس ماہ حرام میں اپنے صحابہ کو قتل و غارت کا حکم دیدیا اور یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو ابھی تک مکہ میں تھے سخت سرزنش کرنے لگے ادہر یہودیوں نے بھی آوازے بلند کئے آخر کار یہ سارا شور و غل حضور انور کے مبارک کانوں تک پہنچا آپکو اس واقعہ کی مطلق خبر نہیں تھی نہ آپ کو یہ خیال تھا کہ یہ سریہ اتنی جلدی نخلہ پہنچ جائے گا آپ نے ہزارہا سال کی ایک طریقہ یا رسم کو بلا وجہ توڑنے سے سخت ملال ظاہر کیا اور آپ نے بلا لحاظ کسی امر کے یہ حکم دیدیا کہ وہ مال جو اس وقت غنیمت میں وصول ہوا ہے کوئی شخص اس پر قبضہ نہ کرے اور اصحاب سریہ پر عتاب کیا اور ارشاد کیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ تم ماہ حرام میں جنگ کرنا آپ عبد اللہ بن جحش کے سب ساتھیوں پر بہت ناراض ہوئے حالانکہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا اور صرف تاریخ کی غلطی ہو گئی تھی تو بھی اپنے نبی کے بے نظیر ادب اور تعظیم سے انہوں نے اُف تک نہ کی اور آپ کی خفگی سے ڈر گئے اور انہیں خوف معلوم ہونے لگا کہ کہیں خدا کا غضب ہم پر نازل نہ ہو چنانچہ آسمان سے یہ حکم نازل ہوا۔

سے اور اپنی مغفرت سے ہماری پردہ پوشی کرے کہ ہم کو بجز اس بات کے کہ اس کی اطاعت کی بجا آوری سے عاجزی کا اقرار کریں اور کوئی وسیلہ نہیں۔ اور جان لو کہ نماز کو آفات سے پاک کرنا اور صرف خدا کی ذات کے لئے اس کو خالص کرنا مع شروط باطنی مذکورہ بالا یعنی خشوع اور تعظیم اور حیا کے ساتھ اس کو پڑھنا دلوں میں انوار کے حاصل ہونے کا سبب ہے اور یہ انوار علوم مکاشفہ کے لئے کنجیاں ہوتی ہیں پس اولیاء اللہ جو آسمان اور زمین کے ملکوت اور ربوبیت کے اسرار کو مکاشفہ کرتے ہیں تو بھی وہ نماز ہی کے اندر خصوص سجدہ کی حالت میں معلوم کرتے ہیں کیونکہ سجدہ کے باعث بندہ اپنے پروردگار سے قریب ہو جاتا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واسجد واقترب یعنی سجدہ کر اور قرب حاصل کر اور ہر ایک نمازی کو نماز میں مکاشفہ اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ وہ دنیا کی کدورتوں سے صاف ہوتا ہے اور یہ بات قوت اور ضعف اور قلت اور کثرت و ظہور اور خفا میں مختلف ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ بعضوں کو چیز بعینہ منکشف ہوتی ہے اور بعضوں کو اس کی صورت مثالی معلوم ہوتی ہے جیسے بعضوں کو دنیا مردار کی صورت میں معلوم ہوئی اور شیطان کو کتے کی طرح اس پر جھپٹتا ہوا دیکھا کہ اس طرف بلا رہا ہے اور مکاشفہ کا اختلاف کشف کی چیز میں بھی ہوتا ہے مثلاً بعضوں پر خدائے تعالیٰ کے صفات اور جلال منکشف ہوتے ہیں اور بعضوں کو اس کے افعال اور بعض کو علوم معاملہ کی باریکیاں۔ اور ان باتوں کے معین کرنے کے لئے ہر وقت میں اتنے اسباب پوشیدہ ہوتے ہیں جن کی انتہا نہیں اور سب میں زیادہ سخت ان اسباب میں فکر

يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل ولا يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم عن دينكم ان استطاعوا ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فاولئك حبطت اعمالهم في الدنيا والاخرة واولئك اصحب النار هم فيها خلدون - ان الذين امنوا والذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله اولئك يرجون رحمت الله والله غفور رحيم -

(ترجمہ) (اے محمد ﷺ سلمان) تم سے ماہ حرام میں جنگ کرنے کی بابت سوال کرتے ہیں (کہ اس مہینے میں لڑائی کا کیا حکم ہے) کہدو اس (مہینہ) میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے اور فساد (کرنا) قتل سے (بھی) زیادہ سخت ہے اور وہ تو (تم) سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر قابو پائیں تو تمہیں تمہارے دین (یعنی اسلام) سے پھیر دیں اور جو تم میں اپنے دین سے پھر جائے گا اور کفر (ہی) کی حالت میں مرجائے گا تو ایسوں کے عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہوجائیں گے اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ابدالآباد تک اس میں رہیں گے۔ بیشک جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

دل کی مناسبت ہے کہ وہ جب کسی معین چیز میں مصروف رہتا ہے تو وہی چیز منکشف ہونے کے واسطے اولے ہوتی ہے اور چونکہ یہ باتیں جلا کیے ہوئے آئینوں میں بھی پر تو افگن ہوتی ہیں اور آئینے سب زنگ خوردہ ہیں سی وجہ سے اُن پر عکس ہدایت نہیں پڑتا نہ اس جہت سے کہ منعم حقیقی کی جہت سے بخل ہو بلکہ اس وجہ سے کہ ہدایت کے کرنے کے مقام پر میل کی تہیں جم رہی ہیں اس لئے زبانیں ان کا مکاشفہ کی باتوں کے انکار پر دوڑ پڑیں کیونکہ یہ امر طبیعت کی سرشت میں ہے کہ جو چیز موجود نہیں اس کا انکار کرنے لگے اگر بالفرض پیٹ کے بچے کو عقل ہوتی تو وہ ہوا کے اندر انسان کے وجود کے امکان کا انکار کرتا اور اگر صغر سن لڑکے کو تمیز ہوتی تو وہ تمام امور کا انکار کرتا جو عاقل لوگوں کو آسمان اور زمین کے ملکوت اور اسرار معلوم ہوتے ہیں اور یہی حال انسان کا ہے کہ جس حال میں ہوتا ہے اس کے بعد کے احوال کا گویا منکر ہوتا ہے اور جو شخص ولایت کے حال کا منکر ہو اس پر یہ لازم آوے گا کہ نبوت کے حال کا منکر ہو حالانکہ خلق کی پیدائش بہت سے حالات میں ہوئی ہے پس آدمی کو نہیں چاہئے کہ جو درجہ اپنے درجہ کے بعد ہوگا اس انکار کر بیٹھے۔ ہاں از انجا کہ ان لوگوں نے اس فن کو مجاولہ اور پراگندہ مباحثہ سے تلاش کیا اور غیر اللہ سے دل کو صاف کرکے طلب نہ کیا اسی واسطے اس سے محروم رہے اسو جہ سے اس

اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا کافروں پر خود حملہ نہیں ہوتا تھا بلکہ خود مکہ کے مشرک ان پر حملہ کرتے تھے اس آیت کے نازل ہونے سے اصحاب سریہ خوش ہوئے۔ حضور انور نے اس مال غنیمت کو غزوہ بدر کے بعد تقسیم کرلیا اور خود تقسیم نہ کیا بلکہ عبداللہ بن جحش کے ہاتھ سے تقسیم کرا دیا مگر بعض روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ آپ نے اس وقت آیت کے نازل ہونے کے بعد یہ مال غنیمت تقسیم کر دیا تھا۔ قریشیوں نے آپ کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور ایک خط حضور انور کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ آپ فدیہ لیکے حکم بن کیان اور عثمان کو چھوڑ دیں حضور نے ارشاد کیا کہ سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان اپنے اونٹ کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں ابھی تک ان کا پتہ نہیں اگر وہ صحیح وسالم مدینہ میں پہنچ گئے تو میں تمہارے قیدیوں کو دیدوں گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو ان دو کے عوض میں یہ دونوں قتل کر ڈالے جائیں گے یہ جواب سن کے قاصد چلا گیا اس کے بعد سعد اور عتبہ مدینہ پہنچ گئے حضور انور نے حسب وعدہ قیدیوں کو بلایا اور انھیں اسلام کی دعوت دی پہلے انھوں نے انکار کیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد حکم بن کیان مسلمان ہوگیا مگر عثمان بن عبداللہ نے مسلمان ہونے سے انکار کیا حضور انور نے حجت پوری کر کے اُسے چھوڑ دیا۔ کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلی مہم تھی جس میں مال غنیمت بھی ہاتھ لگا اور دو قیدی بھی اور یہ بھی صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ حضور انور نے اس کامیابی پر عبداللہ بن جحش کو امیر المومنین کا خطاب عطا فرمایا۔

کا انکار۔ اور جو شخص مکاشفہ والوں میں سے نہ ہو تو اس سے کمتر تو یہ ہونا چاہیے کہ غیب پر ایمان اور تصدیق ہی کرے یہاں تک کہ تجربہ سے خود مشاہدہ کرے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے درمیان میں سے پردہ اٹھا دیتا ہے اور اس کو اپنے منہ کے سامنے کر لیتا ہے اور فرشتے اس کے مونڈھے سے لیکر ہوا تک کھڑے ہو جاتے ہیں اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور نمازی پر آسمان کے بوسے لیکر اس کے سر کی مانگ تک نیکی برستی ہے اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اگر یہ مناجات کرنے والا جانتا ہے کہ کس سے مناجات کرتا ہوں تو ادھر ادھر متوجہ نہ ہوتا اور یہ کہ آسمان کے دروازے نمازیوں کے لئے کھل جاتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر نمازی کے صدق سے فخر کرتا ہے پس کھلنا آسمان کے دروازوں کا اور روبرو ہونا خدائے تعالیٰ کا نمازی سے اسی کشف سے اشارہ ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اور توریت میں لکھا ہے کہ اے ابن آدم اس بات سے نا عاجز ہو کہ تو میرے سامنے روتا ہوا نماز پڑھتا کھڑا ہو کہ میں اللہ ہوں تیرے دل سے نزدیک ہوا اور تو نے غیب سے میرا نور دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم جانا کرتے تھے کہ رقت اور رونا

مس میر کے متعلق عیسائیوں کا یہ اعتراض ہے کہ بحت دغابازی اور فریب سے حملہ کیا گیا حالانکہ یہ ان کی
زیادتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ تہذیب ۔ شائستگی ۔ ورجدید فنون جنگ کا اضافہ ہوا ہے دشمن کو دہوکہ
دے کے ہلاک کرنا منافی قوانین جنگ نہیں سمجھا گیا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ حضور انور کے بیر
پر اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے اس زمانہ کے فنون جنگ سے کیوں فائدہ اٹھایا یہ اعتراض بہت ہی
بیجا اور لغو ہے جس کے زیادہ جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سر ولیم میور نے اپنی متعصب فطرت

اور فتوح جو نمازی اپنے دل میں پاتا ہے وہ اسی جہت سے ہے کہ اللہ تعالٰی دل سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ
یہ قرب مکان کی جہت سے نہیں کہ اس سے خدائے تعالٰی مبرا ہے تو ضرور ہے کہ ہدایت اور رحمت اور پردہ دور
کرنے کے اعتبار سے قرب مراد ہوگا۔ اور کہتے ہیں کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اس سے دس صفیں فرشتوں کی
تعجب کرتی ہیں جن میں کی ہر ایک صف دس ہزار کی ہوتی ہے اور اللہ تعالٰی اس بندے سے ایک لاکھ فرشتوں
پر فخر کرتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ آدمی کے لئے نماز میں قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ ایک ساتھ ہیں حالانکہ اللہ
تعالٰی نے ان چیزوں کو چالیس ہزار فرشتوں پر بانٹ رکھا ہے کہ کھڑے ہونے والے قیامت تک رکوع نہ
کریں گے اور سجدہ والے سر نہ اٹھائیں گے اور یہی حال ہے رکوع اور قعود کرنے والوں کا اور ایک وجہ یہ ہے
کہ اللہ تعالٰی نے جو قرب اور رتبہ فرشتوں کو عنایت فرمایا ہے وہ ایک ہی طرح پر مدام رہتا نہ زیادہ ہو نہ کم
چنانچہ خود ان کا قول کلام مجید میں نقل فرمایا "وما منا الا له مقام معلوم" اور انسان کا حال اس باب میں فرشتوں کا
سا نہیں یہ ایک درجے سے دوسرے پر ترقی کرتا رہتا ہے کیونکہ ہمیشہ تقرب الی اللہ کرتا ہے اور زیادتی حاصل کرتا ہے اور
اور زیادتی کا باب فرشتوں کے لئے مسدود ہے ان میں ہر ایک کا وہی رتبہ ہے جس پر وہ ٹھہرا ہے اور وہی عبادت
ہے جس میں وہ مشغول ہے نہ اس رتبہ سے بدلے نہ عبادت میں قصور کرے چنانچہ خدائے تعالٰی فرماتا ہے۔
"ولا یستحسرون یسبحون اللیل والنہار لا یفترون" اور زیادتی کے درجات کی کنجی نماز ہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔
"قد افلح المؤمنین الذین ہم فی صلوتہم خاشعون" اس میں لوگوں کا وصف ایمان کے بعد ایک نماز مخصوص سے فرمایا
جو خشوع کے ساتھ مقرون ہو پھر ان فلاح پانیوں کے اوصاف کو نماز ہی پر ختم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے "والذین
ہم علی صلوتہم یحافظون" پھر ان صفات کے ثمرہ کے بیان میں ارشاد فرمایا "اولئک ہم الوارثون الفردوس ہم
فیہا خالدون" اول وصف فلاح سے فرمایا اور آخر میں فردوس کی وراثت سے اور مجھ کو نہیں معلوم ہوتا کہ زبانی
ذکر کرنے کو باوجود دل کی غفلت کے اس درجہ کی فضیلت ہو اور اسی وجہ سے ان لوگوں کے مقابلوں کے

کے مطابق مسلمانوں پر الزام قائم کرنے کے لئے ایک عجیب و غریب استدلال سے کام لیا ہے جس کی عبارت ہم یہاں درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ آپ کتنے بڑے محقق اور منصف مزاج شخص ہیں چنانچہ آپ اپنی کتاب لائف آف محمد جلد ۳۔ صفحہ ۶۹ اور ۷۰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

آنحضرت اور آپ کے اصحاب کو مدینہ میں پناہ لئے ہوئے ڈیڑھ برس گزر چکا اور اب اہل مکہ سے ان کی مخاصمت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ان بیشمار کاروانوں کو منتشر کرنے کے لئے جو حجاز کے راستے سے گزرتے تھے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا مکہ کی سرسبزی کا دارومدار بالکلیہ ان کاروانوں کی آمد و شد پر تھا تاکہ یہ شام کی تجارتی اشیاء لائیں اور مکہ میں فروخت کریں کیونکہ شام کے مقابلہ میں یمن اور حبش کی تجارت ادنیٰ درجہ کی تھی مگر اب یمن اور طائف کی طرف بھی گزشتہ حملے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ ان کا دشمن ان مقامات پر بھی انھیں امن نہیں دینے کا اس حملے سے انھیں یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ ہم پر حملہ کرنے کے لئے اپنی زندگی اور پاک جینوں کا بھی خیال نہیں کرنے کے خون بہ چکا تھا اور ابھی تک کسی صورت سے اس کا انتقام نہیں لیا جا سکتا تھا۔

ہمارے محقق سر ولیم میور صاحب کی عادت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف یک طرفی ڈگری دیتے ہیں جو مظالم اہل مکہ نے مسلمانوں پر کئے تھے اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اس کا تذکرہ مسلمانوں پر الزام دینے کے وقت میور صاحب کچھ نہیں کرتے اس کے علاوہ ان سازشوں سے بھی چشم پوشی کرتے ہیں جو اہل مکہ نے بت پرستوں کے ساتھ کی تھیں ہم چونکہ اس کے متعلق گزشتہ صفحوں میں بالتفصیل بحث کر چکے ہیں اس لئے دوبارہ لکھنا تحصیل حاصل سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد میور صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اہل مکہ کا صبر و برداشت یہاں تک گزر گئی تھی کہ باوجود پیغمبر اسلام کے متواتر حملوں کے انہوں نے ان مسلمانوں کو مطلق تکلیف نہیں دی تھی جو مکہ میں موجود تھے تو بھی جوش بڑھتا جاتا تھا دشمنی اپنی گہری جڑیں دلوں میں سرایت کرتی جاتی تھی خون خون کی طرف دوڑ رہا تھا اور اس کے بھڑکنے کے سامان ہو رہے تھے۔

میور صاحب کی یہ ابلہ فریبی ہے یہ صحیح ہے کہ جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے انہیں ابھی تک قتل نہیں کیا گیا مگر ظلم۔

باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین" غرض کہ نمازی ہی فردوس کے وارث اور وہی اللہ تعالیٰ کے نور کے مشاہدہ کرنے والے اور اس کے قرب و جوار سے تمتع پانے والے ہیں خدائے تعالیٰ ہم کو بھی ان میں سے کرے اور ایسے لوگوں کے عذاب سے ہم کو بچا دے جن کی باتیں تو اچھی اور فعل برے ہوں وہ کہ ہم مسلمان اور خدا کا احسان ہے۔

اُن کے لئے کم نہیں تھا کہ انھیں ان کے مذہبی فرائض ادا کرنے کے لئے روک دیا گیا تھا وہ عام طور پر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے اور نظر بندوں کیسی ان کی حالت تھی مثل مجرموں کے اُن کی پوری دیکھ بھال کی جاتی تھی ہمارے خیال میں اس سے زیادہ ظلم اور نہیں ہو سکتا۔ مگر میور صاحب اسے معمولی بات سمجھتے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں پر پورا الزام قائم ہو۔ ہمارا یہ خیال ہے اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مدینہ آنے پر بھی جب قریشیوں نے مسلمانوں کا پیچھا نہ چھوڑا تو اب مسلمان سخت بے چین ہوئے کہ کیا کرنا چاہئے اور اس بات کے منتظر ہوئے کہ آسمان سے کوئی حکم لڑنے کا کافروں سے نازل ہو چنانچہ جب پانی سر سے گزر چکا تو کئے آسمانی حکم پے در پے نازل ہوئے منجملہ اُن کے ایک حکم یہ ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین و اقتلوھم حیث ثقفتموھم و اخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکفرین فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم و قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۔

ترجمہ۔ (کفار میں سے) جو تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں (اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے) اُن سے لڑو اور زیادتی مت کرو (کہ پہلے تم ہی لڑائی شروع کر دو) بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو (کبھی) اچھا نہیں سمجھتا اور تم ان (مشرکوں) کو جہاں کہیں پاؤ مار ڈالو اور انہوں نے جہاں سے تمہیں نکالا ہے (یعنی مکہ سے) وہاں سے تم بھی انھیں نکال دو اور (شرک کا گناہ) خونریزی سے (بھی) بڑھ کے ہے اور جب تک تم سے وہ مسجد حرام میں نہ لڑیں تم بھی اس جگہ اُن سے نہ لڑو پھر اگر (وہ) تم سے لڑیں تو تم (بھی) انھیں (بے کھٹکے) مارو۔ ان کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر (وہ اپنی حرکات سے) باز رہیں (اور توبہ کریں) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور یہاں تک اُن سے لڑو کہ شرک (کا نام و نشان باقی) نہ رہے اور خالص دین اللہ ہی کا رہے پھر اگر (وہ شرک سے) باز آ جائیں تو بے انصافوں کے سوا (کسی پر) دست درازی کرنی نہیں چاہئے۔

اور مشرکوں یعنی اہل قریش کے معاہدوں اور ان کی لڑائیوں کا با تفصیل ذکر مفصلہ ذیل آسمانی فرمان میں آیا ہے جس سے سمجھ لیا جائے گا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے تعلقات کہاں تک کشیدہ تھے اور آسمانی حکم میں کہاں تک انصاف اور بے رو رعایت پائی جاتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں اس کے متعلق حسب ذیل آیا ہے۔

براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین۔ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم غیر

معجزی اللہ و ان اللہ مخزی الکفرین واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بری من المشرکین
ترجمہ۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کا قطع تعلق ہے جن سے (اے مسلمانو) تم نے
معاہدہ کیا تھا۔ پس (اے مشرکو) چار مہینے زمین میں سیر کر لو اور جان لو کہ تم اللہ کے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور
بے شک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کو حج
اکبر کے دن اطلاع دینی باقی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہے۔

ورسولہ فان تبتم فھو خیر لکم وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ وبشر الذین کفروا بعذاب الیم
الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم
الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین۔ فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم
واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم ان
اللہ غفور رحیم وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلم اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم
قوم لا یعلمون۔ کیف یکون للمشرکین عھد عند اللہ وعند رسولہ الا الذین عاھدتم عند المسجد
الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ۝ کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم
الا ولا ذمۃ یرضونکم بافواھھم وتابی قلوبھم واکثرھم فاسقون ۝

ترجمہ۔ پس اے مشرکو اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم (توبہ سے) اعراض کرو تو جان لو
کہ تم اللہ کے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور (اے نبی) کافروں کو درد دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔
مگر وہ مشرک جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں (معاہدے کے پورا کرنے میں) تم سے کچھ کمی نہیں کی اور تمہارے
مقابلہ میں کسی کو مدد نہیں دی تو تم (بھی) ان کا عہد ان کی (مقرر کی ہوئی) مدت تک ان سے پورا کرو
بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پس جب ماہ حرام نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو انہیں
جہاں پاؤ۔ اور ان کو پکڑ لو اور انہیں قید کر دو اور ان کے (غارت کرنے کے) لئے ہر گھات کی جگہ میں
بیٹھو پھر اگر توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو (اور انہیں تکلیف نہ دو) بیشک اللہ بخشنے
والا مہربان ہے۔ اور اگر مشرکوں میں سے کوئی (اے نبی) تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو یہاں تک
کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس سبب سے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں
مشرکوں کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کس طرح (قائم) رہ سکتا ہے مگر وہ

لوگ جن سے (اے مسلمانو) تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا پس جب تک وہ تم سے (عہد) قائم رکھیں تو تم (بھی) ان سے قائم رکھو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے (کافروں کی صلح) کیونکر (قابل اعتبار) ہو سکتی ہے) اور اگر وہ تم پر غالب ہو جائیں تو (پھر) تمہارے حق میں نہ کسی قرابت کا خیال کریں گے اور نہ کسی عہد کا۔ تمہیں (صرف) اپنے منہ سے (اور زبانی گفتگو سے) راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (اس سے) انکار کر رہے ہیں اور ان میں کے اکثر لوگ بدکار ہیں۔

ان آیتوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے مشرکوں کے خلاف نہ کوئی سازش کی گئی اور نہ کوئی زیادتی کی گئی ہر ایک بات کی ابتدا مشرکوں کی طرف سے ہوتی تھی اور عقل باور کرتی ہے کہ مشرک ہی ہر جنگ کے باعث ہوتے ہوں گے اس لئے کہ انھیں میں سے ایک نیا گروہ پیدا ہوا تھا اور وہ اس گروہ کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے علاوہ اس کے مشرکوں کی تعداد زیادہ تھی انھیں حملہ کرنا ہر طرح سزاوار تھا۔ اب ہی عہد شکنی یہ مشرکوں کی طرف سے کئی دفعہ وقوع میں آچکی تھی اور عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ جس شخص یا گروہ کو اپنی قوت پر گھمنڈ ہوتا ہے اور مخالف کو زک دینے کے لئے اسے اپنی وجاہت اور عظمت کا خیال نہیں رہتا تو وہ فوراً عہد شکنی کر بیٹھتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ عہد شکنی کا وبال اس کی گردن پر کہاں تک پڑے گا۔ یہ ساری بُرائیاں مخاصمانہ حملوں اور متواتر عہد شکنیوں سے وقوع میں آئی تھیں۔ تاریخی واقعات اس کی شاہد ہیں اور اس سے کوئی فرد بشر بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اسلام نے محض ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دینے اور حملے کا جواب دینے کے لئے تلوار اٹھانے کا حکم دیا ہے پہلے اس کا بھی حکم نہ تھا اور مسلمان دنیا بھر کے ظلم

اشتروا بآیت اللہ ثمنا قلیلا فصدوا عن سبیلہ انھم سآء ما کانوا یعملون ○ لا یرقبون فی مؤمن الا ولا ذمۃ واولئک ھم المعتدون ○ فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین ونفصل الآیت لقوم یعلمون ○ وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون ○

ترجمہ۔ اللہ کے احکام (کو ترک کر کے ان) کے عوض میں تھوڑے سے دام لے لیتے ہیں پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بیشک یہ لوگ بہت برا کام ہے جو کرتے ہیں۔ کسی مسلمان کے حق میں نہ کسی قرابت کا خیال کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں پس اگر یہ توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم (اپنے) احکام بتفصیل بیان کرتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں اور اگر یہ لوگ بعد اپنے عہد (کر چکنے) کے اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو بیشک ان کی قسمیں کچھ (بھی قابل اعتبار) نہیں ہیں تاکہ یہ (اپنی شرارتوں سے) باز رہیں۔

بستے تھے اور اف نہ کرتے تھے مسلمانوں کا یہ خیال تھا اور وہ پکار پکار کے کہہ رہے تھے کہ جب تک خداوند تعالے نے کا
حکم جنگ کے لئے نازل نہ ہوگا ہم تلوار نہیں اٹھائیں گے چنانچہ حکم نازل ہوا اور مسلمان آمادہ پیکار ہوگئے۔ اور ان
لڑنے والوں کو خداوند تعالے کی طرف سے بہشت بریں اور روحانی انعاموں کی بشارت دی گئی واقعی یہ
بشارت ایک حد تک قابل لحاظ ہے۔ ہم کسی آئندہ باب میں بشارت کے متعلق بالتفصیل بحث کریں گے۔

چھٹا باب
جنگ بدر
رمضان المبارک میں

اس جنگ سے اسلام کا نیا سال شروع ہوتا ہے اس جنگ کے واقعات اگرچہ بہت سی تاریخوں میں مندرج ہیں لیکن مسلسل اور دلچسپ اور صحیح بیانات ایک جگہ کم جمع کئے گئے ہیں لھذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بدر کے ہو۔ سے پورے حالات قلم بند کردیں کیونکہ یہ وہ جنگ ہے جس سے اسلام کی ترقی کا آغاز ہوتا ہے حق ہمیشہ کامیابی پیدا کرتی ہے اور صداقت کو کبھی آنچ نہیں آتی اگر اس جنگ میں مسلمان شکست کھا جاتے تو یہ خیال کرکے کلیجہ کانپ جاتا ہے کہ پھر اسلام کی کیا حالت ہوتی یہ صحیح ہے کہ مسلمان مثل اسرائیلیوں اور نصرانیوں کے اپنے

الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانہم وھموا باخراج الرسول وھم بدءوکم اول مرۃ اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین ○ قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مومنین ○ ویذھب غیظ قلوبھم ویتوب اللہ علی من یشاء واللہ علیم حکیم ○ ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دونہ

ترجمہ۔ (اے مسلمانو) تم ایسی قوم سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور انہوں نے (ہمارے) رسول کے نکال دینے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم سے پہلی مرتبہ چھیڑ شروع کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو (اگر ایسا ہے) تو اگر تم ایماندار ہو تو اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ ان لوگوں سے لڑو، اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انہیں رسوا کریگا اور تمہیں ان پر فتح دے گا اور مسلمان لوگوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دلوں کے رنج کو دور کرے گا اور (یاد رکھو کہ) اللہ جس شخص پر چاہتا ہے مہربانی کرتا ہے اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔ کیا (اے مسلمانو) تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم یوں ہی چھوڑ دئے جاؤ گے (اور جہاد کا حکم نہ دیا جائیگا) حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو ممتاز نہیں کیا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور انہوں نے

ساتھ خدا کا دشمن مشرکوں کے مقابلہ میں کام کرتا ہوا دیکھتے تھے تو بھی اگر انہیں ناکامی ہو جاتی تو یقیناً ہزاروں لاکھوں عورتیں، بچوں اور مردوں کا قتل عام ہو جاتا اس جنگ کی ابتدا اس صورت سے ہوئی جو زیادہ توجہ کے قابل ہے

حضور انور کی جب پیاری صاحبزادی بی بی رقیہ جو حضرت عثمان غنی کو بیاہی ہوئی تھی فوت ہو گئیں تو حضور کو بہت ہی صدمہ ہوا۔ یہ بی بی ابھی حبش سے واپس آئی تھیں ادھر تو یہ غم ادھر ایک مہم کا سامان کرنا واقعی بڑا کٹھن کام تھا مشرکان قریش کی ساز باز مدینہ کے یہودیوں سے ہو گئی تھی۔

ابوسفیان حضور انور سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہو رہا تھا جونہی قریشیوں کے قیدی مکہ میں پہنچے ابوسفیان دو سو سواروں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا اور یہ قسم کھائی کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے بذات خود بدلا نہ لیلوں گا مدینہ سے واپس نہیں آنے کا چنانچہ وہ آندھی اور مینہ کی طرح سے مدینہ پر چھپٹا۔ مدینہ کی آس پاس کی کھیتیوں کو چند میل تک بالکل برباد کر دیا اور کچھ مسلمان جو کھیتوں میں کاشت کر رہے تھے ان پر بے خبری میں آپڑا اور انہیں پارہ پارہ کر دیا یہ خبر آگ کی طرح مدینہ میں پھیل گئی مسلمانوں کو بہت جوش آیا وہ تلواریں لے لے کے نکل پڑے اور ابوسفیانیوں پر حملہ کیا تو مقابلہ کی تاب نہ لا کے بھاگ گئے مسلمانوں کو اپنے یگانہ اور بے خبر بھائیوں کے اس طرح مارے جانے سے بہت صدمہ ہوا لہو خون کے سے گھونٹ پی کے چپکے ہو رہے اور حسب قوانین انسانیت اس بات کے منتظر رہے کہ جب موقع ہو مشرکوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیں۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ حضور انور ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے آپ بالکل تنہا تھے اور اس درخت

کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین ۝ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون ۝ یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنت لھم فیھا نعیم مقیم ۝ خلدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم ۝۔

ترجمہ۔ جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک (یہ دونوں ہرگز) برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے۔ اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک درجہ میں بہت بڑے ہیں۔ اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی مہربانی اور رضامندی کی خوشخبری دیتا ہے اور ایسے باغوں کی جن میں ان کے لئے دائمی عیش ہوگا وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے بیشک ان لوگوں کے لئے اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے۔

سے آپ کے کیمپ کا ذرا فاصلہ تھا کہ یکایک غل وشور سے آپ کی آنکھ کھلی دیکھا کہ سرہانے ایک اعرابی ننگی تلوار لئے کھڑا ہے اور تعلّی جتا کے کہ رہا ہے تجھے اس تلوار سے کون بچا سکتا ہے حضور نے نہایت استقلال اور پورے بھروسہ سے جواب دیا کہ خداوند تعالٰے۔ یہ سنتے ہی وہ وحشی اعرابی حضور پر جھپٹا اور چاہتا تھا کہ تلوار سے گردن اڑا دے کہ حضور نے اس کی کلائی پکڑ کے تلوار چھین لی۔ اور بہت زور خشمناک ہو کے ارشاد کیا اب بتا اس تلوار سے تجھے کون بچا سکتا ہے۔ اس نے نہایت درد بھرے لہجہ میں جواب دیا کہ افسوس کوئی نہیں۔ حضور نے نیچی نگاہ کر کے اس کی تلوار اسے واپس دیدی اور ارشاد کیا کہ جا اور رحم کا پیشہ سیکھ۔ اپنے سے ضعیف پر رحم کرنا عین انسانیت ہے۔ یہ دیکھتے ہی اعرابی چلّا اٹھا۔ حضور کے قدموں پر گر پڑا اور مسلمان ہو گیا اور جب تک جیا اسلام کی نمایاں خدمتیں انجام دیتا رہا۔

ابوسفیان چونکہ شکست کھا کے چلا گیا تھا اس لئے اسے اور بھی جوش آگیا تھا اور اب وہ اس موقع کی تاک میں لگا ہوا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں پر کامیابی سے حملہ ہو۔ اور وہ بالکل نیست ونابود کر دئے جائیں۔ چنانچہ وہ ایک جم غفیر کے ساتھ شام سے مکہ کی طرف واپس آرہا تھا۔ ادھر مسلمان اس فریب اور دغابازی کے حملے سے انتقام پر تلے ہوئے تھے جو ان پر کچھ عرصہ پہلے اہل مکہ نے کیا تھا۔ اور جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ حضور انور نے جب ابوسفیان کے لشکر یا قافلے کی آمد آمد سنی تو آپ نے طلحہ بن عبداللہ اور سعد بن زید کو مدینہ کی جانب غرب ساحل بحر پر روانہ کیا کہ وہ ابوسفیان کے لشکر کی مفصل خبر لائیں۔ یہ دونوں صحابی مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اور منزلیں طے کرتے ہوئے قبیلہ جہینہ کے سردار کے مکان پر اترے۔ اس سردار نے ان دونوں مسلمانوں کی بہت خاطرداری کی۔ اور انھیں اپنے مکان میں ٹھہرائے رکھا۔ اسی اثنا میں ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے جہنی کے مکان پر پہونچا۔ اور اس سے دریافت کیا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے جاسوسوں میں سے تو کوئی شخص نہیں آیا۔ سردار جہنی نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور کانوں پر ہاتھ رکھے۔ کہ تو یہاں کوئی شخص نہیں آیا۔ ابوسفیان کو یقین آگیا اسے حضور انور کی طرف سے بہت ہی خوف تھا۔ کیونکہ وہ پہلے کئی بار حملہ کر چکا تھا۔ اور اسے معلوم تھا کہ مجھ سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی مخبر نہیں آیا تو اس نے اہل قافلہ کو حکم دیا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو راستہ طے کرو۔ حکم ہوتے ہی قافلہ بہت تیزی سے روانہ ہوا۔ سعید اور طلحہ نے دیکھا کہ ابوسفیان آگے کی طرف بڑھ گیا ہے تو یہ دونوں صحابی ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئے اور قافلہ کا سارا ساز وسامان اور مسلح آدمیوں کی تعداد اچھی طرح دیکھ لی۔ پھر دوسرے راستہ

سے نکلکر فوراً مدینہ واپس چلے آئے بایں ہمہ ابوسفیان کو یہ معلوم ہو گیا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے قافلہ پر حملہ کرنے کی خوب تیاری کی ہے یہ خبر ابوسفیان نے حدود شام ہی میں سن لی تھی۔ کیونکہ مدینہ میں ابوسفیان پر حملہ کرنے کی تیاری کھلم کھلا ہو رہی تھی۔ اس نظر سے ابوسفیان نے فوراً مکہ میں قاصد دوڑا دئے کہ میری مدد کے لئے ایک زبردست فوج قریشوں کی روانہ کی جائے۔ اُدھر قاصد روانہ ہوا ادھر بحر احمر کے کنارے کنارے ابوسفیان کا قافلہ تیزی کے ساتھ مکہ کی جانب بڑھتا گیا۔ حضور انور کو یہ خیال تھا ایسا نہ ہو کہ مشرکین کا قافلہ مثل سابق کے زور سے بچ کے نکل جائے۔ آپ نے جاسوسوں کے پہونچنے سے پہلے عام طور پر اعلان دیدیا۔ کہ فوراً جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس لئے کہ قریشوں کا کاروان قریب آگیا ہے اگر اللہ نے تمہیں فتح دی تو تم سرخرو اور مالا مال ہو جاؤ گے۔ یہ سنتے ہی نہ صرف مہاجر بلکہ انصار بھی حضور انور کے جھنڈے کے نیچے آکے جمع ہو گئے۔ صرف حضرت عثمان مدینہ میں چھوڑ دئے گئے کیونکہ بی بی رقیہ بیمار تھیں اور ان کے پاس کوئی دوسرا تیماردار نہ تھا۔ اس سے پہلے حضرت بی بی رقیہ کی وفات کی خبر درج ہو چکی ہے اس لئے ناظرین کو تعجب ہوگا کہ غزوہ بدر تک جب زندہ تھیں تو اس سے پہلے غزوے میں فوت ہونے کے کیا معنی۔ یہ صرف روایتوں اور بعض غزوات کی تقدیم و تاخیر سے باقی کسی قسم کا تناقض یہاں پیدا نہیں ہو سکتا اس کو ہم آگے کہیں جاکے خوب مشرح کر دیں گے۔ غرض جس وقت سب آدمی آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے تو مدینہ کے دو بت پرست نوجوان مسلح ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ارشاد کیا کہ تمہارے آنے کا منشا کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم حضور کے ساتھ ہو کے مشرکوں سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد کیا تو کچھ ضرورت نہیں ہے۔ جب تک تم مسلمان نہ ہو ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم بہت بڑے جنگجو ہیں اور چونکہ حضور مدینہ کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں اور محض مدینہ کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم حضور کا ساتھ دیں۔ آپ نے ارشاد کیا یہ سب کچھ سہی مگر میں غیر مسلم کی مدد قبول نہیں کرتا اگر تم خدا پر اور روز آخرت پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لے آؤ گے تو بیشک تم جنگ میں شریک ہو سکتے ہو۔ حضور کی ان آزادانہ اور راست بازی کی باتوں نے ان کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ فوراً مشرف بہ اسلام ہو گئے اور وہیں کلمہ طیبہ پڑھ کے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس کے بعد حضور

انور نے اپنی مٹھی بھر فوج کی طرف دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جو لوگ جنگ کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ اور کچھ بچے صغر سنی کی وجہ سے ان کے ساتھ واپس کئے گئے اس وقت عبداللہ بن عمرو انصاری نے حضور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس منزل میں حضور کا نزول اجلال ہماری بے انتہا فخر اور خوشی کا باعث ہے۔ مجھے امید ہو گئی ہے کہ حضور یقیناً مظفر و منصور ہوں گے کیونکہ ہم زمانہ جاہلیت میں جب خسرو کی جنگ کے لئے نکلے تھے تو ہم نے اسی منزل میں قیام کیا تھا۔ اور اسی مقام پر ان لوگوں کو جو ابھی بچے تھے اور جنگ نہ کر سکتے تھے ان کے گھروں کو واپس کر دیا تھا۔ اور جب ہم سب جنگجو رہ گئے تو ہم نے اپنا جھنڈا بلند کر کے بڑی دلیری سے دشمن پر حملہ کیا تھا اور خسرو کی سپاہ کو پارہ پارہ کر دیا تھا اور ہم فتحیاب ہو کر اور کثرت سے مال غنیمت لے کے اپنے گھروں کو واپس چلے آئے تھے۔ لهذا میں عرض کرتا ہوں اور مجھے پورا یقین ہے کہ اسی طرح حضور بھی دشمنان اسلام پر فتح حاصل کر کے مدینہ واپس تشریف لے جائیں گے۔ آپ نے عبداللہ بن عمرو انصاری کی اس گفتگو کو خوب سنا اور آگے کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جب لشکر بیوت السقیا سے [illegible] آیا۔ تو حضور انور نے قیس بن ابی صعصعہ کو حکم دیا کہ ابی عتبہ کے کنوئیں کے پاس کھڑے ہو کے فوج کا شمار کرو سو ایک روایت میں تو یہ ہے کہ تین سو تیرہ آدمی شمار ہوئے۔ اور ایک روایت میں ۳۰۵ مہاجروں میں سے اسی صحابہ تھے اور باقی انصار جنمیں سے ۶۱ قبیلہ بنی اوس والے تھے اور باقی سب بنی خزرج تھے۔ ابن اسحٰق واقدی اور دیگر مورخوں میں تعداد کے متعلق اختلاف ہے واقدی نے پچاسی مہاجرین لکھے ہیں اور اسی نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ صرف چوہتر لکھے ہیں۔ ابن اسحٰق مہاجرین کی تعداد چوراسی لکھتے ہیں اور بنی اوس والوں کی اکسٹھ اور بنی خزرج کی ایک سو ستر جن میں سے پانچ غیر حاضر تھے۔ مگر واقدی اور موسیٰ ابن عقبہ بنی اوس کی تعداد ترسٹھ لکھتے ہیں اور بنی خزرج کی ایک سو پچھتر جن کا مجموعی شمار ۳۲۳ ہوا۔ (کتاب الواقدی صفحہ ۹۹ و ۱۶۲ و ۲۷۵ و ۲۹۵ - واقدی ۱۹ [illegible] صفحہ ۲۴۴ طبری ۱۳۱۳) علاوہ تعداد کے سامان حرب اور جانوروں میں بھی اختلاف ہے تو بھی حسب ذیل تعداد ایک حد تک متفق علیہ ہے۔ ستر اونٹ تین گھوڑے آٹھ زرہ اور آٹھ تلواریں تھیں۔ جب حضور انور نے اپنے اصحاب کی قلت تعداد پر نظر کی تو آپ نے قبلہ رو کھڑے ہو کے یہ دعا کی۔ اے میرے خالق ان مٹھی بھر آدمیوں کی تو ہی مدد کرنے والا ہے۔ محض تیرے نام پر یہ لڑنے نکلے ہیں تو ہی انہیں فتح دے گا۔ اور تو ہی انہیں مال غنیمت سے مالا مال کر دے گا۔ حضور کی یہ دعا قبول ہو گئی۔ کیونکہ آپ ایک بڑی فتح کے بعد خوش و خرم مدینہ منورہ لوٹے جس کا مفصل تذکرہ آگے ملے گا۔

ایک ایک اونٹ کئی کئی آدمیوں کے پاس تھا۔ اسی طرح حضور انور حضرت علی اور زید بن حارثہ کے حصہ میں ایک اونٹ آیا تھا۔ اور باری باری سے اسی پر سواری کی جاتی تھی۔ چلتے چلتے جب حضور انور کے اترنے کی نوبت آئی تو حضرت علی اور زید نے عرض کیا کہ حضور اونٹ پر سے نہ اتریں ہم دونوں حضور کے عوض پیادہ چل لیں گے۔ حضور نے قبول نہیں کیا اور ارشاد کیا کہ میں اس عوضی دینے سے مستغنی ہوں۔

حضور انور مکہ کی سڑک پر دو دن تک برابر قدم بڑھاتے گئے۔ اور جب آپ مقام سفرہ میں پہنچے جو مدینہ سے چونتیس[۳۴] گھنٹے کا راستہ ہے جس سے دو راستے نکلے ہیں۔ ایک راستہ مکہ چلا گیا ہے اور ایک راستہ جانب شمال شام کی سڑک میں جاکے مل گیا ہے۔ اس شمالی راستہ کا آخری قصبہ بدر ہے جہاں اب بھی وہ حاجی جو شام سے مکہ جاتے ہیں قیام کرتے ہیں اور قدیم زمانہ میں بھی یہیں قافلے آکے ٹھیرا کرتے تھے۔ اور یہاں ایک بہت بڑا میلا ہوتا تھا۔ اس مقام پر پہنچنے سے پہلے حضور انور نے بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی کو بطور جاسوسوں کے آگے روانہ کیا کہ آیا بدر میں ابوسفیان کے قافلے کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں یا نہیں کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ قافلہ اسی مقام پر آکے قیام کرے گا۔ بدر کے چشمے پر جاسوسوں کو چند عورتیں ملیں جو پانی بھرنے آئی تھیں اور جو آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ امید ہے کل قافلہ ضرور آجائے گا۔ اور اگر کل نہیں آیا تو پرسوں ضرور ہی یہاں پہنچ جائے گا۔ یہ سنتے ہی وہ خوش ہوگئے۔ اور الٹے پیروں بھاگے ہوئے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت عرض کی۔

جب ابوسفیان بدر کے قریب پہونچا تو اسے نواح مدینہ میں آثار جنگ معلوم ہوئے۔ اس سے جہاں تک ممکن ہوا۔ وہ کاروان کو لیکے بہت تیزی سے بھاگا تاکہ مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہو جائے بدر میں پہونچ کر بعض آدمیوں نے اس سے بیان کیا کہ صرف دو اجنبی یہاں دکھائی دئے تھے وہ تھوڑی دیر اپنے اونٹوں کو آرام دے کے اور کنوئیں میں سے پانی پی کے یہاں سے چلے گئے۔ ابوسفیان فوراً اس مقام پر پہونچا۔ اور اس نے بڑی ہوشیاری سے چاروں طرف نظر کی اور بے ساختہ اس کی زبان سے یہ نکل گیا۔ کہ یہ اونٹ تو یثرب سے آئے تھے۔ چونکہ اس نے خرمے کی ایک گٹھلی سے اس بات کا پتہ لگا لیا کہ یہ خرمے یا کھجوریں خاص مدینہ ہی میں پیدا ہوتی ہیں۔ جن کی اس صورت کی گٹھلی ہے یہ یقینی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مخبر تھے۔ یہ کہہ کے وہ فوراً اپنے کاروان میں واپس آیا۔ اور انھیں جانب راست بہت جلد چلنے کا حکم دیا۔ ساحل بحر کے کنارے کنارے قافلہ روانہ ہوا۔ اندھا دھند شتابی کے ساتھ بھاگا چلا جاتا تھا۔ دن اور رات میں ایک لمحہ کے لئے کہیں نہیں ٹھیرا۔ آخر اپنی اس

پھرتی سے وہ مسلمانوں کی زد سے صاف بچ کے نکل گیا۔ راستہ میں اس نے سنا کہ قریش کی ایک بڑی
سپاہ اس کی مدد کے لئے آرہی ہے۔ اس نے فوراً ایک قاصد ان کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ اب مدینہ پر
حملہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں بحفاظت بچ کے نکل آیا ہوں۔ تب سب لوگ واپس چلے جاویں۔
اس سے دس یا بارہ روز پہلے مکہ میں ابوسفیان کے قاصد پہونچنے پر ایک تہلکہ عظیم برپا ہوگیا تھا۔ یہ قاصد حسب
قاعدہ اونٹ بھگاتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ اور مکہ کی بڑی شاہراہوں میں اونٹ کو بے تحاشہ بھگاتا ہوا کعبہ کے
کھلے ہوئے صحن میں پہونچا۔ اور اونٹ سے اتر کر دوزانو کھڑا ہوگیا۔ اور رونے لگا۔ کہ کچھ ہے محمد (صلعم) نے
اور فوراً اپنے اونٹ کی ناک کاٹ ڈالی اور پالان کو الٹا کر دیا۔ اور اپنی قمیص سامنے سے پھاڑ دی اور بہت شور و غل
چلا کر رونے پیٹنے اور یہ کہا۔ قریش! اے قریش! تمہارے کارواں کا تعاقب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کر رہے
ہیں۔ مدد کرو مدد کرو۔ بس یہ سننا تھا کہ تمام شہر میں آگ لگ گئی۔ کیونکہ صرف اسی ایک کارواں پر مکہ کی
تجارت کا دارومدار تھا۔ اور یہ سالانہ آیا کرتا تھا۔ اور عموماً بہت سے قریشیوں کا اس میں حصہ ہوتا تھا۔ فوراً
سب نے ارادہ کر لیا۔ کہ ایک زبردست فوج کے ساتھ ابوسفیان کی مدد کے لئے روانہ ہونا چاہئے اور پھر وہ
آپس میں ذکر کرنے لگے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نخلہ کی مہم پر ہو بیٹھے ہیں کہ وہاں انہیں فتح ہوگئی تھی اور دو
تین آدمی انہوں نے ہمارے گرفتار کر لئے تھے۔ وہ اس بات کا خیال اب دل سے نکال دیں۔ اب دیکھیں کون
ہمارے مقابلہ میں آتا ہے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہاں جاتے ہیں اس کے بعد بڑی دھوم دھام اور جوش
سے ہر طرف تیاریاں ہونے لگیں اہل مکہ نے ارادہ کر لیا تھا خواہ کتنی ہی جانیں نثار کیوں نہ ہو جائیں اور کتنا ہی
روپیہ صرف کیوں نہ ہو جائے مسلمانوں کو ایک دفعہ دنیا سے نیست و نابود کر کے چھوڑیں گے۔ جوش کی یہ
انتہا ہوگئی تھی کہ ہر شخص بچے سے لیکے بڑے تک فوج میں شریک ہونے کو آگیا تھا۔ مگر ابولہب آنحضرت کا چچا
اس فوج میں شریک نہیں ہوا محض اس وجہ سے کہ اگر وہ بھی مکہ سے چلا گیا تو بنی بکر جو دشمن ہیں ایک
قبیلہ ہے مکہ پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ خوف بھی ابولہب
جاتا رہا کیونکہ اس قبیلہ کے دو بڑے بڑے سرداروں نے اس بات کی ذمہ داری کر لی تھی کہ قریشیوں کے
چلے جانے پر مکہ پر حملہ نہیں کیا جائے گا۔

اسی اثناء میں یا اس سے کچھ پہلے عبدالمطلب کی بیٹی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا۔ صبح کو اس نے اپنے بھائی
عباس کے آگے خواب بیان کرنا چاہا مگر یہ اقرار لے لیا کہ میرا خواب کسی سے بیان نہ کرنا۔

خواب یہ ہے کہ ایک شتر سوار آکے ابطح میں کھڑا ہوگیا۔ اور بلند آواز سے یہ کہنے لگا کہ اے قریش اپنے قتل
کرانے پر جلدی کرو۔ پھر وہ مسجد میں آیا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے ہوئے اور پھر وہ مسجد کی چھت پر چڑھ گیا۔ اور
بھی تین دفعہ اس نے غل مچا کے کہا۔ اور پھر میں نے اس کو ابو قبیس پر دیکھا۔ وہاں چلا کے اپنے سب
قریشیوں کو ان کے گھر جانے کا حکم دیا وہ سب اپنے اپنے گھر چلے گئے پھر اس نے وہاں سے ایک پتھر لڑھکایا
جس پتھر نے کعبہ کے سب مکانوں کو مسمار کر دیا۔ ہاں صرف ایک بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے مکان بچے رہے
عباس یہ خواب سن کے خاموش ہو رہے مگر انہوں نے اپنی بہن کی وصیت کی کچھ پروا نہ کی۔ اور یہ سارا
خواب اپنے دوست ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے بیان کر دیا اور بہت کچھ اصرار کر کے کہدیا۔ خدا کے لئے اس
کا ذکر کسی سے نہ آئے ولید نے عباس کے کہنے کی کچھ پروا نہ کی اور یہ سارا خواب اپنے باپ سے کہدیا بس
پھر کیا تھا یہ خبر مکہ میں پھیل گئی۔ ابو جہل نے بھی اس خبر کو سنا۔ دوسرے روز عباس کعبہ کا طواف کر رہے تھے
کہ ابو جہل نے قریشیوں کے جلسے میں عاتکہ کا خواب بیان کیا اور کہنے لگا کہ اے اہل قریش اب یہ عورت بھی
درجہ نبوت تک پہنچنا چاہتی ہے عباس نے طواف کرتے کرتے پوچھا کون سی عورت۔ ابو جہل نے کہا تیری
بہن عاتکہ جس نے ایسا ایسا خواب دیکھا۔ عباس نے کہا مجھے تو خبر نہیں۔ ابو جہل برا بھلا کہنے لگا۔ اور غل مچا
کے کہا کہ تمہارے خاندان میں نبوت اُبل رہی ہے۔ مردوں کو چھوڑ عورتیں بھی دعوے پیغمبری کا کرنے لگیں۔
ہم تین دن تک اس بات کا منتظر ہیں۔ کہ خواب کا کوئی اثر معلوم ہو جائے۔ اور اگر تین دن گذر گئے اور خواب
کا کوئی اثر نہ دکھائی دیا تو عرب کے کل قبائل کے پاس میں یہ لکھ کے بھیجدوں گا کہ عربوں میں جو اول درجہ کے
جھوٹے ہیں وہ بنی ہاشم ہیں یہ کہہ کے ابو جہل چلا گیا۔ عباس اپنے گھر واپس چلے آئے۔ بنی ہاشم نے جب یہ سنا
کہ ابو جہل ایسی ایسی باتیں کہہ گیا ہے تو وہ سب ملکر عباس کے پاس آئے اور سخت ملامت کی کہ یہ خبیث
ابو جہل اس سے پہلے بھی ہمارے مردوں کو بہت کچھ زبان اور ہاتھ کی اذیت دے چکا ہے کسی نے اس کا
منہ بند نہ کیا۔ اب اس کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ مردوں کو تکلیف دیتے دیتے عورتوں پر طعن کرنے لگا افسوس
ہے کہ عباس تو نے اس کی اس بیہودہ گوئی کا کچھ بھی جواب نہیں دیا عباس نے کہا میں نے اس لئے اس کا
منہ نہیں توڑا کہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوتا اور جھگڑے کو طول ہو جاتا ہاں اس کے بعد اگر ابو جہل نے ایک لفظ
بھی منہ سے نکالا تو میں اُسے پوری طرح سمجھاؤں گا غرض اس وقت یہ بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر عاتکہ
کو غصہ رہا وہ اس واقعہ کے تیسرے روز مسجد الحرام میں آئی اس کا منشا تھا کہ یہاں ابو جہل مل جائے

تو اس کی خوب فضیحت کروں۔ جس وقت یہ مسجد الحرام میں گئی ہے تو ابو جہل موجود تھا۔ وہ اس کے جاتے ہی بھاگ گیا۔ عاتکہ یہ کہتی ہے کہ پہلے تو مجھے یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ مجھ سے خوف کھا کے ابو جہل بھاگ گیا ہے مگر پیچھے یہ معلوم ہوا کہ نہیں۔ وہ ضمضم کی صورت دیکھ کے بھاگا تھا۔ یہ ضمضم اسی قاصد کا نام ہے جو ابو سفیان نے قریشیوں کے پاس روانہ کیا تھا۔ اور جس سے قریش جنگ کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اس کا ذکر ابھی اوپر ہو چکا ہے۔ ابو سفیان نے بیس مثقال سونا اجرت میں دیا تھا کہ قریشیوں کو یہ خبر پہنچا دے۔ ضمضم یہ سونا لیکے مکہ میں چلا آیا اور قریشیوں میں ایک آگ بھڑکا دی اور اس نے اپنا ایک خواب بھی بیان کیا۔ اور وہ خواب یہ تھا کہ جب میں اپنے قافلے سے علحدہ ہو کے چلا ہوں تو میں نے وادی مکہ میں خون کی ندیاں بہتی ہوئی دیکھیں۔ بنی ہاشم ضمضم کے آنے سے بہت خوش ہوئے کہ عاتکہ کے خواب کی تصدیق ہو گئی۔ باینہمہ جو تیاریاں اہل مکہ نے کیں وہ عجیب وغریب ہیں۔ سہیل ابن عمرو زمعہ بن عمرو زمعہ بن الاسود اہل شہر کو جنگ میں شریک ہونے کی ترغیب دے رہے تھے پھر سب مل کے ابو لہب کے پاس گئے اس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے۔ مگر دوسری روایت میں یہ لکھا ہے کہ جب قریشیوں نے اس سے جا کے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے اگر تو ہمارے ساتھ اتفاق کرے گا تو اور لوگوں کو بھی جنگ میں جانے کی جرأت ہو گی۔ یہی مصلحت ہے کہ اس سفر میں آپ ہمارے ساتھ موافقت کریں یا کوئی شخص اپنے عوض بھیجدیں۔ ابو لہب نے لات وعزے کی قسم کھا کے کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہ خود جاؤں گا اور نہ کسی کو بھیجوں گا۔ ابو لہب کے انکار کے متعلق کئی روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو وہ ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں دوسری روایت یہ ہے کہ ابو لہب کا چار ہزار درم کا قرضہ عاص بن ہشام بن مغیرہ پر تھا۔ ابو لہب نے کہا تو میرے عوض جنگ پر چلا جا۔ میں اپنا قرضہ تجھ پر چھوڑتا ہوں۔

ایک طرف تو مکہ میں یہ جوش وخروش ہو رہا تھا اور دوسری طرف چند آدمی کچھ بددل سے ہو رہے تھے اور یہ بددلی عاتکہ کے خواب سے پھیلی تھی۔ حارث بن عامر وعتبہ۔ شیبہ۔ امیہ۔ حکیم بن حزام۔ لیسرا بیہ بن خلف اور عاص وغیرہ سخت پریشان تھے وہ چاہتے نہ تھے کہ فوج میں شریک ہوں اور مکہ سے باہر نکلیں۔ ابو جہل کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ بھاگا ہوا ان لوگوں کے پاس آیا اور اس نے بڑی سخت ملامت کی اور بہت کچھ ابھارا۔ آخر وہ مجبوراً فوج کے ساتھ ہو گئے پھر قریشیوں نے ہبل نامی بت کے پاس بہت بڑا مجمع کیا۔ اس کے بعد عرب نے قاعدے کے مطابق شگون لینے کے لئے تیر پھینکا وہ تیر موافق نہ آیا۔ ابو جہل نے کہا ہم اس جنگ کے لئے فال کی کچھ ضرورت نہیں سمجھتے۔ زمعہ نے اس کو توڑ ڈالا اور کہا کہ خدا کی قسم آج کے اس تیر سے زیادہ جھوٹا اور

کوئی تیر نہ ہو گا۔ اس پر سہیل بن عمرو نے دریافت کیا کہ اے ابا حلیمہ یہ کیا بات ہے کہ میں تجھے آج بہت غصہ میں دیکھتا ہوں۔ زمعہ نے ساری کیفیت بیان کی۔ سہیل نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا۔ کیونکہ عمرو بن وہب نے یہ ساری باتیں مجھ سے کہدی تھیں۔ اور مجھے ان پر اعتبار نہیں ہے۔ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جس وقت قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ عتبہ اور شیبہ نے اپنی زرہ باہر نکال کے اس کی مرمت کرنی شروع کی یہ کیفیت عداس دیکھ رہا تھا۔ عتبہ نے اس کی طرف نظر کر کے کہا کہ تو اس شخص کے حال سے واقف ہے جس کو طائف میں ہم نے تیرے ہاتھ انگور بھیجے تھے۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم اب اس کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ عداس نے کہا آپ فرمائیں۔ عتبہ نے کہا کہ ہم اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہم اسے قتل کر ڈالیں۔ عداس یہ سنکر رونے لگا۔ اور کہا خدا کی قسم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو خدا کے رسول ہیں تمہیں کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے کہ تم ان پر حملہ کرو۔ اور ان کے ساتھ لڑو۔ عداس یہ کہتا جاتا تھا اور چیخ چیخ کے رو رہا تھا۔ حکیم بن حزام کا بیان ہے کہ عداس کی باتوں کا میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ میں نے کسی طرح جنگ میں جانے کی مصلحت نہ سمجھی مگر بدقسمتی سے میں مجبور کر دیا گیا اور مجھے جنگ میں جانے کی حقیقی برکت حاصل ہوئی۔ اسی عرصہ میں نماص بن منبہ بن حجاج نے اس کے پاس آکے دریافت کیا کہ تو کیوں رو رہا ہے اس نے کہا کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ یہ دو سید قوم اس ذات پاک کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو عالم کا نجات دہندہ اور خدا کا رسول ہے عداس کی اس گریہ وزاری کا اثر تمام قریشیوں پر نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کی مجموعی صورت سخت غضبناک تھی۔ اور وہ حضور انور کے تلخ ترین دشمن تھے غرض جس وقت قریشیوں کی فوج تیار ہوئی اور اس کا شمار ہوا تو نو سو پچاس زبردست جوان جھنڈے کے نیچے دیکھے گئے جن کے ہمراہ سات سو اونٹ اور سو گھوڑے تھے۔ اکثر ان میں سوار تھے اور جو پیادے تھے وہ سب زرہ پوش تھے ان لوگوں کے پاس علاوہ سامان حرب کے عیش کا بھی بہت سامان تھا یعنی گانے والی عورتیں بکثرت تھیں اور ہر منزل پر دف بجا کے اور گا کر جنگ آوروں کو خوش کرتی تھیں۔ اور مسلمانوں کو ہزار ہا گالیاں دیتی تھیں اور مکہ کے سرداروں نے باہم یہ بات طے کر لی تھی کہ باری باری سے ایک ایک سردار فوج کو کھانا دے۔ ایک دن عتبہ اور شیبہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کے تنہائی میں بیٹھ کے عاتکہ کے خواب کا ذکر کرنے لگے۔ اتفاق سے ابوجہل اس وقت نکلا۔ اس نے دریافت کیا کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ انہوں نے سچ سچ کہہ دیا ابوجہل کو سخت غصہ آیا اس نے کہا کہ مجھے بنی عبد المطلب سے سخت تعجب ہے کہ وہ اپنے مردوں ہی کی نبوت پر قانع نہیں ہیں بلکہ عورتوں کو بھی پیغمبری بخشنا چاہتے ہیں۔ خیر مکہ واپس جانے پر میں ان لوگوں سے اچھی طرح سمجھ لوں گا۔ اس پر عتبہ نے

جواب دیا کہ آپ کو صلح رحم اور قرابت قریبہ کا بھی کچھ خیال ہے پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس لشکر کا ساتھ ہی چھوڑ دو۔ اور مکہ چلے جاؤ۔ ابو جہل نے کہا ایسا غضب نہ کرنا کہ پہلے تم نے قوم کے ساتھ موافقت کی اور اب اس کے ساتھ مخالفت کرتے ہو۔ اور یہ خوب سمجھ لو کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کو ہمارے ساتھ ہرگز مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہونے کی۔ اس وقت میرے اشارہ پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار شمشیرزن جمع ہو سکتے ہیں۔ میں جہاں جاؤں گا میرے ساتھ جائیں گے جہاں ٹھیروں گا میرے ساتھ ٹھیریں گے۔ اور جو کچھ حکم دوں گا وہ کریں گے اور اگر تم نہیں مانتے اور تم دونو مکہ جانا چاہتے ہو تو تمہیں اختیار ہے جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔ عتبہ اور شیبہ نے یہ کہا کہ کمبخت تو خود بھی مارا جائے گا اور دوسروں کو بھی قتل کروائے گا اور اپنی قوم کے برباد کرنے پر تو نے کمر باندھی ہے تو بہت بڑا شوم ہے۔ ہماری محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جو کچھ خصوصیت اور قرابت ہے وہ تجھے حاصل نہیں ہے اور ساتھ ہی عتبہ نے یہ کہا کہ میرا بیٹا حذیفہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہے میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ کسی طرح جنگ پر جاؤں مگر شیبہ نے پھر یہ کہا کہ اے بھائی کیوں خواہ مخواہ قوم کی ملامت سنتے ہو۔ جب مکہ سے باہر نکل آئے تو اب فوج کے ساتھ چلے بھی چلو آگے دیکھا جائے گا۔ غرض یہ دونوں بھائی پھر بہ مجبوری فوج کے ساتھ ہو لئے۔

جب قریشیوں کی فوج مقام حجفہ میں پہنچی تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے خواب میں دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار جس کے ساتھ ایک اونٹ ہے قریش کے لشکر کی طرف آیا ہے اور لشکر کے پاس پہنچ کے کھڑا ہو گیا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ عتبہ۔ شیبہ۔ ربیعہ۔ بن الاسود۔ امیہ بن خلف۔ ابو البختری ابو الحکم بن ہشام اور نوفل بن خویلد کو قتل کا حکم ہوا ہے۔ اور سہیل بن عمرو کے لئے قید کا۔ اور حارث اپنے بھائی کے ہاتھ سے بھاگ جائے گا۔ پھر وہ گھوڑے سوار اپنے اونٹ کو چھری سے زخمی کر کے قریشیوں کے خیمہ میں گھس آیا کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جو اس اونٹ کے خون سے تر بتر نہ ہوا ہو۔ اس کے بعد جہیم کی آنکھ کھل گئی اس نے اپنے دوستوں سے صبح کو یہ خواب بیان کیا آناً فاناً میں یہ خواب سارے لشکر میں پھیل گیا جب ابو جہل نے اس خواب کو سنا تو سخت غصے ہو کے کہا کہ یہ بنی عبد مناف سے دوسرا پیغمبر پیدا ہوا ہے کل معلوم ہو جائے گا کہ آیا ہم سب قتل ہونگے یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یا آپ کے اصحاب خاک و خون میں لتھڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یقیناً یہ شیطان تھا جو جہیم کے خواب میں نظر آیا۔ عتبہ نے سر ہلا کے شیبہ سے کہا کہ یہ خواب تو بالکل عاتکہ کے خواب کی تصدیق کرتا ہے۔ ع اس بھی تیج کہتا تھا۔ ہر ایک

بات کی تصدیق ہوتی جاتی ہے۔
یہاں کی تو یہ کیفیت ہوئی۔ اب سنئے ابوسفیان کے قافلہ کی سرگزشت کہ جب ابوسفیان خطرے کی حد سے نکل گیا تو اس نے قیس بن امرالقیس کو اپنے کارواں میں سے قریشیوں میں بھیجا کہ تم لوگ حرم سے صرف میری مدد کو آئے ہو کہ قافلہ کا مال اور سامان ضائع نہ ہو۔ اب میں خداوند تعالےٰ کے حکم سے اس خطرہ سے باہر نکل آیا ہوں۔ لہذا تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ تم سب مکہ واپس چلے جاؤ۔ اب یثرب پر حملہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب سے کچھ تعلق نہ رکھنا چاہئے کیونکہ اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے قیس یہ خبر لیکے منزلوں کو طے کرتا ہوا قریشیوں کے لشکر میں پہونچا۔ ابوسفیان کا یہ پیغام نہیں سنا دیا۔ ابوجہل نے کہا خدا کی قسم ہم کبھی مکہ واپس نہیں جانے کے ہم ضرور بدر جائیں گے وہاں تین شبانہ روز قیام کریں گے خوب کھانے کھائیں گے۔ شراب پئیں گے عورتوں کا ناچ دیکھیں گے اور اُن کا گانا سنیں گے اور اگر ہم بغیر اس کے واپس مکہ چلے جائیں گے۔ تو تمام قبائل میں اس بات کا غل مچ جائے گا کہ ہم ڈر کے مارے بھاگ آئے ہماری مہابت اور ہماری دلیری ہمارے دشمنوں کی نظر میں کم ہوجائے گی قیس یہ سنکر واپس چلا آیا اور اُس نے ابوسفیان سے آکے کہدیا کہ قریش نہیں مانتے اور وہ بدر کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ یہ سن کے ابوسفیان نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا واقوماہ یہ کام عمرو بن ہشام کا ہے یعنی ابوجہل کا۔ (ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام تھا) یہ شخص محض یہ خیال کرکے واپس جانا سخت مذموم امر ہے اور قوم کی بیکی ہے مراجعت کو مکروہ جانتا ہے واللہ اگر ہمارے اصحاب نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ کیا تو وہ ضرور ذلیل ہوں گے۔

قریش کے لشکر میں ابھی تک یہ کھچڑی پک رہی تھی کہ آیا جنگ میں جائیں یا مکہ واپس چلے جائیں منجملہ اور آدمیوں کے جو نبرد ہو رہے تھے ایک اخنس بن شریق تھا جب اُس نے یہ سنا کہ کارواں صحیح وسلامت مکہ پہنچ گیا تو اُس نے اپنے احباب سے کہا کہ خداوند تعالےٰ نے تمہارے کارواں کو نجات دے دی اور اُن کی اموال کو آسیب سے بچا دیا۔ اور مخرمہ بن نوفل کو جو تمہارا صاحب ہے اُسے خلاصی بخشی۔ اب تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جنگ سے ہاتھ اٹھالو کیونکہ وہ تمہارا برادر زادہ ہے اگر وہ فی الحقیقت پیغمبر ہے تو تم مخلوق میں نیک بخت ترین ہوگے اور اگر وہ پیغمبر نہیں ہیں تو اور قبائل ان سے قتال کرنے کے لئے الیا کم ہیں جو تم ان کے خلاف تلوار اٹھاتے ہو تمہارے کاموں میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اب مصلحت

کہتی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اور ابوجہل کے قول کا کبھی اعتبار نہ کرو کہ وہ اپنی قوم کی ہلاک کرنے کی کوشش کر رہا ہے بنو زہرہ نے اس کی نصیحت بہت رغبت سے سنی اس نے دریافت کیا کہ ہم واپس جانے کا کونسا بہانہ کریں۔ اخنس نے کہا کہ جب رات ہو گی تو میں اونٹ پر چڑھ کر نیچے گر پڑوں گا تم غل مچا دینا کہ اسے سانپ نے کاٹا ہے اور پھر یہ کہنا کہ اسے ہم مکے لے جاتے ہیں وہ منع کریں گے کہ تم اس کے ساتھ نہ جاؤ۔ تم یہ کہنا کہ جب تک یہ تندرست نہ ہو جائے یا مر نہ جائے ہم اس کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ غرض بنو زہرہ مع اخنس کے اس حیلہ سے مکہ پہنچ گیا اب ہم پھر حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ کے چھوٹے سے لشکر میں کیا ہو رہا تھا۔ ادھر تو قریش حملہ آور ہو رہے تھے ادھر آپ نہایت تیزی سے بدر کی طرف بڑھ رہے تھے کیونکہ آپ کو مخبروں نے یہ خبر دی تھی کہ ابوسفیان کا کاروان بدر کے لگ بھگ ہو گیا ہے۔ آپ منگل کے دن مقام روحا پر پہونچے اور آپ نے کنوئیں پر سے پانی پیا اور آپ نے اس مقام کو برکت دی اور فرمایا کہ یہاں تھکے ہوئے مسافر آتے ہیں اور آرام کرتے ہیں جمعرات کے دن ابھی آپ بدر پہونچے تھے کہ چند مسافروں نے آپ کو آکے خبر دی کہ دشمن بہت تیزی سے حملہ کی غرض سے آپ کی طرف آ رہا ہے یہ پہلا موقع ہے کہ مسلمان قوی دشمن کے سامنے شمشیر بدست ہوتے ہیں اور ایک شائستہ فوج سے جنگ کرتے ہیں۔ فوراً حضور انور نے جنگ کی کونسل طلب فرمائی اور اپنے خاص خاص سرداروں کو مشورہ دینے کی غرض سے اپنے پاس جمع کیا سب کی ایک ہی رائے تھی۔ اور سب جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت فاروق اعظم کی تو یہ رائے ہوئی کہ بہت شتابی سے آگے بڑھنا چاہئے۔ اس کے بعد حضور انور نے انصار کی طرف خطاب کیا کیونکہ ان سے یہ معاہدہ نہیں ہوا تھا کہ وہ مدینہ کے باہر نکل کے جنگ لڑیں گے حضور انور نے ارشاد کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے کل انصار کی طرف سے سعد بن معاذ نے یہ جواب دیا۔ اے پیغمبر خدا جہاں حضور کی خوشی ہو عنان عزیمت پھیرئے اور جہاں حضور چاہیں وہاں لشکر گاہ بنائیں حضور کی بالکل مرضی پر ہے جس سے چاہیں جنگ کریں اور جس سے چاہیں صلح کریں۔ میں اس ذات پاک کی قسم کھاتا ہوں جس نے حضور انور کو صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ حضور اس حد تک آگے بڑھیں کہ ہمارے اونٹ بے دم ہو کے گر پڑیں۔ پھر بھی ہم حضور کی ہمرکابی سے نہیں ہٹنے کے اور جب تک ہماری جان میں جان باقی ہے ہم کبھی حضور کی رکاب نہیں چھوڑنے کے۔ ہم میں سے کوئی شخص

ہرگز پیچھے نہیں رہنے کا۔ پھر حضور انور نے نہایت جوش سے یہ فرمایا خدا کی رحمت اور برکت تم پر ہو۔ یا تم اُن کی رحمت اور برکت میں سفر کرو۔ یقیناً خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ خواہ کارواں یا فوج قریش ان میں سے ایک چیز وہ مجھے دے دیگا۔ میں ابھی میدان جنگ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ اور قریشیوں کی لعشوں کے پشتے بھی خدا کی طرف سے مجھے دکھائے گئے ہیں۔ حضور انور نماز پڑھنے کے بعد نہایت جوش سے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کے یہ دعا کرتے تھے کہ اے خداوند تعالیٰ ابوجہل زمعہ بن الاسود و سہیل بن عمرو کو پوری سزا دے۔ اور سب سے زیادہ ابوجہل کو کہ وہ اس امت کا فرعون ہے اسے نصیب نہ ہو کہ وہ میدان جنگ سے زندہ بچ کے چلا جائے۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا کی کہ سلمہ بن ہشام عیاس بن ابی ربیعہ اور اسلام کے کمزور مردوں کو جنہیں قریش نے مکہ میں قید کر رکھا ہے نجات فرما۔

جمعرات کو سپہر کے وقت جب حضور انور نواح بدر میں پہنچے تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص کو مع اور چند آدمیوں کے اس لئے روانہ کیا کہ کسی بلند قطع زمین کا پتہ لگالیں اور اگر کوئی خبر بھی مل سکے تو وہ بھی لے آئیں چنانچہ حضرت علی مع اپنے ساتھیوں کے ایک کنوئیں پر پہنچے وہاں دیکھا کہ قریشیوں کے لشکر کے چند آدمی شکوں میں پانی بھر رہے ہیں حضرت علی اُن پر جا پڑے اور اُن سب کو گرفتار کر لیا۔ صرف ایک شخص اُن میں سے بچ کے نکل گیا حضرت علی یہ سمجھے کہ ابوسفیان کے قافلے کے یہ لوگ ہیں حالانکہ وہ لشکر قریش کے آدمی تھے۔ حضرت علی نے سوال کیا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے لشکر کے سقے ہیں۔ حضرت علی کو یقین نہیں آیا آپ نے فرمایا تم جھوٹے ہو اور پھر حضرت علی نے انھیں کوڑے مارنے شروع کئے جب انہیں پٹنے سے زیادہ تکلیف ہونے لگی تو آخر انہوں نے جھوٹ موٹ کہدیا کہ ہاں ہم ابوسفیان کے غلام ہیں۔ حضرت علی نے یہ سنکر کوڑے تھمالئے۔ یہ مار پیٹ اس وقت ہوئی کہ جب حضور انور نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ ان سقوں کو پکڑ کر اسی وقت حضرت علی حضور انور کی خدمت میں لے آئے تھے۔ آپ نے سلام پھیر کر اپنے اصحاب کی طرف یہ خطاب کیا کہ انہوں نے پہلی بات سچ کہی تھی اس پر تم نے انہیں مارا۔ اب جب وہ جھوٹ بولے تو تم اُنسے باز رہے۔ ان میں سے دو شخصوں کا نام جو گرفتار ہو کر آئے تھے۔ عریض اور اسلم تھا۔ حضور نے اُن سے دریافت کیا کہ قریش کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ اس پہاڑی کے پیچھے جیسے مقام ہیں وہاں ان کا لشکر پڑا ہوا ہے ایک جگہہ کا نام عدوہ قصوے ہے اور ایک کو کثیب کہتے ہیں اور ایک کو عقنقل کہتے ہیں۔ اس مضمون کو واقدی نے اپنی زبان میں اس طرح لکھا ہے۔

اخذ فی شدادمن علی القلیب یسار مولی سعید بن العاص و اسلم مولی عتبۃ الحجاج و ابو رافع مولی
اُمیۃ بن خلف فاتی بھم النبی وھو قائم یصلی فسألھم المسلمون فقالوا نحن سقاء القریش بعثونا نسقیھم
من الماء فکرہ القوم خبرھم و فرحوا ان یکون لابی سفیان واصحاب العیر فیضربونھم فلما اذیتموھم
بالضرب قالوا نحن لابی سفیان ونحن فی العیر لھذا العوز فکانوا اذا قالوا ذالک یمسکون عن ضربھم
فسلم رسول اللہ من صلوۃ فقال ان صدقو کم ضربوھم وان کذبو کم ترکوھم فقال اصحابہ علیہ السلام
انھم یارسول اللہ قریشا قد جاء و فقال لقد صدقو کم خرجت قریش بمنع غیرھا وخافو کم علیھا۔
غرض جب حضور انور اپنے صحابہ سے یہ گفتگو کر چکے تو آپ قریشوں کے سقوں کی طرف رجوع ہوئے اور ارشاد کیا
کہ قریشوں کی تعداد کتنی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہت ہے آپ نے ارشاد کیا کہ میں یہ نہیں پوچھتا بلکہ یہ
دریافت کرتا ہوں کہ گنتی میں کتنے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہم نہیں جانتے پھر حضور نے سوال کیا کہ اچھا کتنے اونٹ
وہ اپنے لئے ذبح کرتے ہیں۔ اس سوال سے اعلیٰ درجہ کی دانائی اور زیرکی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے
حضور کے سوال کا جواب دیا کہ کسی دن دس اور کسی دن نو اونٹ وہ اپنے لئے ذبح کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا
کہ مجھے تعداد معلوم ہو گئی ہے وہ ہزار سے کم ہیں۔ اور نو سو سے زیادہ ہیں پھر حضور نے یہ استفسار فرمایا کہ قریش
کے ساتھ سردار کون کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ۔ عتبہ۔ شیبہ۔ حارث بن عامر۔ ابو البختری۔ حکیم بن حزام
طلیعہ بن عدی۔ نضر بن الحارث۔ ربیعہ بن الاسود۔ ابو الحکم بن ہشام۔ امیہ بن خلف۔ بنیہ منبہ حجاج کے بیٹے
سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبد ود ہیں۔ اس کے بعد حضور نے یہ سوال کیا کہ ان میں سے بعض لوگ رستے ہی
سے واپس ہو گئے یا نہیں۔ سقوں نے کہا ہاں ابی بن شریق یعنی اخنس بنی زہرہ کے ساتھ رستے میں سے مکہ واپس
چلے گئے اس پر حضور نے ارشاد کیا ارشدہم وما کان برشید یعنی انہوں نے اسوقت اپنی قوم کو راہ راست دکھائی
جبکہ وہ خود راہ راست پر نہیں ہیں اس کے بعد پھر آپ نے یہ سوال کیا کہ ان کے علاوہ اور کوئی بھی رستے سے
واپس چلا گیا انہوں نے کہا بنو عدی بن کعب بھی رستے سے واپس چلے گئے۔ اس سارے سوال وجواب کے
بعد حضور انور نے اپنے خاص اصحاب کی طرف خطاب کر کے فرمایا اسیروا علی فی المنزل یہ سن کے حباب بن
منذر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر وحی اور امر خدا تعالٰے اس مقام پر قیام کرنے کا نہیں ہے تو ہمیں ضرور قدم آگے
بڑھانا چاہئے اور بدر کے کنوئیں کے پاس ٹھیرنا نہایت مناسب ہے کیا حضور انور حرب کے لئے کوئی جگہ تجویز
فرمانا چاہتے ہیں حضور نے ارشاد کیا ہاں حباب نے عرض کیا جنگ کے لئے تو وہ کنواں ہی مناسب جگہ

میں اس مقام کی کیفیت اچھی طرح جانتا ہوں جب ہم وہاں پہنچ جائیں گے تو ایک حوض تیار کریں گے اور اسے کنوئیں کے پانی سے بھر لیں گے اور پھر کنوئیں کو بند کر دیں گے اس صورت سے ہمیں تو بہ افراط پانی مل جائے گا اور ہمارے دشمن پانی نہ پا سکیں گے حضور نے حباب کی باتوں کو توجہ سے سنا اور اس پر پورا عمل کیا اور فوراً کوچ کرنے کا حکم دیدیا۔

وادئ بدر کے ساتھ ایک بڑا میدان ملا ہوا تھا اور اس کے شمال اور مشرق میں پہاڑیاں ہیں جنوب میں ایک نشیبی چٹانی سلسلہ ہے اور جانب غرب ایک سلسلہ ریتلی پہاڑیوں کا چلا گیا ہے پہاڑیوں میں سے ایک چشمہ پیدا ہوا ہے جو وادی میں بہتا ہے اور جس سے مسافروں کی آسائش کے لئے کئی باولیاں کھود لی گئی تھیں اور ان میں پانی بھرا رہتا تھا یہی مقام ہے جہاں حضور انور کا چھوٹا سا لشکر آ کے پڑا تھا شب قریب ہوتی جاتی تھی چنانچہ حضور انور کے صحابہ نے کنوئیں کے قریب پہنچ کے کھجور کی شاخوں کا ایک جھونپڑا حضور انور کے لئے تیار کیا اور وہاں حضور انور نے اور حضرت ابوبکر صدیق نے شب کو آرام فرمایا جھونپڑے کے دروازہ پر سعد بن معاذ شب بھر ننگی تلوار کے ساتھ پہرا دیتے رہے۔

شب کو خوب بارش ہوئی لیکن اس کی شدت قریشیوں کے کیمپ کی طرف زیادہ ہوئی حضور انور کو خواب میں اس بات کی بشارت دی گئی کہ آپ کا دشمن مغلوب ہوگا اور آپ فتح نصیب ہوں گے۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے جس پر ہم آگے بالتفصیل بحث کریں گے۔

علی الصباح حضور انور نے اپنی مٹھی بھر سپہ کو آگے بڑھایا اور آپ نے ایک تیر ٹھیک کے چھوٹے چھوٹے پرے باقاعدہ جمائے اور مختلف اصحاب کو ان پروں کا سردار مقرر کر دیا کچھ عرصے کے لئے ہم حضور انور کو جنگ کے میدان میں اسی طرح تیار اور آراستہ چھوڑتے ہیں اور کچھ ذکر قریش کے لشکر گاہ کا بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ عین جنگ کے موقع پر ان میں کیا کھچڑی پک رہی تھی۔

جب حضرت علی نے قریشیوں کے غلاموں کو پکڑا تھا جو کنوئیں پر پانی بھر رہے تھے تو اسی وقت ان میں سے ایک شخص عمرو نامی بچ کے نکل گیا تھا جو نہیں وہ قریشیوں کے لشکر میں پہنچا اس نے غل مچایا کہ اے آل غالب یہ پسر ابو کبشہ اور اس کے دوست ہیں جنہوں نے پانی لانے والے غلاموں کو قید کر لیا یہ سنتے ہی تمام قریشیوں میں پریشانی پھیل گئی چنانچہ حکیم بن حزام کا بیان ہے کہ ہم بہت سے آدمی ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے کباب کھا رہے تھے کہ اس واقعہ کے سنتے ہی ایسی ہیبت ہم پر طاری ہوئی

پھر ہم سے کباب نہ کھائے گئے ہیں تو فوراً خیمہ کے باہر نکل آیا تاکہ اپنے اور احباب سے مل کے اپنے دل کی تسکین کروں میں خیمہ کے باہر نکلا ہی تھا کہ عتبہ بن ربیعہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوالخالد میں نے یہ تماشہ تمام عمر بھی نہیں دیکھا کہ جب ہمارا قافلہ بحفاظت اپنے وطن میں پہنچ گیا پھر یہ شمشیر زنی کیسی میں نے کہا بیشک یہی خیال مجھے بھی ہے اور یہ ساری کارروائی ابن الحنظلہ کی ہے پھر عتبہ کہنے لگا کہ اے اباخالد کیا تجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہم پر شب خون ماریں میں نے یہ جواب دیا کہ تو کیوں ڈرتا ہے تو تو بالکل امن میں ہے پھر عتبہ کہنے لگا یہ تو سب کچھ صحیح ہے مگر اس کی تدبیر ہم کیا کریں میں نے یہ کہا کہ مختلف لوگوں کو پہرہ پر کھڑا کرو تاکہ وہ نگرانی کرتے رہیں عتبہ نے کہا بیشک سچ ہے سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے اتفاق سے اس وقت ابوجہل بھی وہاں آگیا اور کہنے لگا کہ عتبہ تم تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب سے لڑنا مکروہ جانتے ہو تمہارے اس قسم کے خیالات ہو گئے مردوں کی زبان سے میں نے عورتوں کا رونا پیٹنا کبھی نہیں سنا مگر تم میں دیکھتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا رعب ایسا جم گیا ہے کہ روز مرہ نئی نئی باتیں تم میدان سے بھاگنے کی نکالتے ہو یہ کہتے ہی ابوجہل اپنی قوم کی طرف موُنھ کر کے کہنے لگا کیونکہ باہمی گفتگو اور غل کے مارے سے سیکڑوں آدمی عتبہ کے خیمہ کے پاس جمع ہو گئے تھے " تم سے عجب ہے کہ تم یہ گمان کرنے لگے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب تم سے قوی ہیں اور تم پر غلبہ پالیں گے خدا کی قسم نوحی قوم میں سے کسی نو لاح میں اُن میں اتنی طاقت بھی تو نہیں ہے کہ وہ گزر جائیں صرف آج کی تم اپنی نگرانی کرو پھر تمہیں نگرانی کی ضرورت نہیں ہونے کی " غرض وہاں یہ کیفیت تھی اور یہاں جب صبح ہوئی تو حضور انور نے بلند قطعہ زمین پر قریشیوں کو آتے ہوئے دیکھا حضور انور حضرت صدیق اکبر کو ساتھ لیکے اپنی جھوپڑی سے خواب گاہ میں چلے گئے اور اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو خداوند تعالے کے حضور میں پھیلا کر یہ دعا مانگی کہ اے میرے مالک میں تیرے حضور میں التجا کرتا ہوں کہ اپنے اس وعدہ کو جو تو نے اپنی مدد اور فتح کا کیا ہے پورا کیجیو اے میرے مالک اگر یہ چھوٹا سا گروہ نیست و نابود ہو گیا تو بت پرستی عام طور پر پھیل جائے گی۔ اور صاف اور بے لوث پرستش صفحۂ دنیا سے مٹ جائے گی اس پر حضرت صدیق اکبر نے نہایت پرجوش لہجہ میں یہ عرض کیا خالق ارض و سماء میرے ماں باپ قربان تیری مدد کو آنے لگا اور تیرا مقدس چہرہ فتح کی خوشی سے تاباں کرے گا خداوند تعالے نے اپنا وعدہ پورا کیا اور حضور انور کو خواب میں فتح کی بشارت دے

دی اور قرآن مجید میں اس طرح ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فی منامک قلیلاً ط ولو اراکہم کثیراً لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلم انہ علیم بذات الصدور ط واذ یریکموہم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلاً ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امراً کان مفعولا ط یعنی تمہارے خواب میں کم دکھاتا تھا اور اگر انہیں تم کو بہت (کر کے) دکھا دیتا تو یقیناً تم سست ہو جاتے اور (لڑائی کے) کام میں باہم اختلاف کرنے لیکن اللہ نے (تمہیں اس سے) بچا لیا بیشک وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے اور (وہ وقت بھی یاد کرو کہ) جب انہیں تمہاری آنکھوں میں (یعنی بحالت بیداری) جب تم ان کے سامنے آئے اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھاتا تھا تاکہ اللہ اس کام کو پورا کرے جو (اس کے علم میں) آیا ہوا تھا۔

مخالف کی تعداد کو کم دکھانے سے یہ مطلب ہے کہ ان کی قوت کو آپ کی اور مسلمانوں کی نظروں میں حقیر کر دیا کیونکہ تعداد تو آپ کو پہلے سے معلوم ہو چکی تھی جب آپ نے قریش کے سقوں سے تعداد کے متعلق سوالات کر لئے تھے یہاں سر ولیم میور متوفی نے ایک عجیب بات لکھی ہے اور تعجب آتا ہے کہ مشرقی علوم کا اتنا بڑا فاضل قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے وہ اپنی کتاب صفحہ ۱۰۰ جلد ۳ میں لکھتا ہے کہ قریش کی بڑی تعداد نشیب میں چھپی ہوئی تھی اور جس وقت آنحضرت کو بلند قطعہ زمین پر پوری تعداد معلوم ہوئے تو آپ کو اپنی کمزور اور نازک حالت کا پورا علم ہو گیا اس پر آنحضرت نے خداوند تعالٰے کی مدد کی نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ دعا مانگی حالانکہ وہ پہلے خود لکھ چکے ہیں کہ آنحضرت نے اپنی اعلیٰ درجہ کی دانائی سے قریشیوں کے سقوں سے یہ سوال کر کے کہ روزمرہ قریش کے کیمپ میں کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں ان کی تعداد خود بتا دی تھی پھر بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ جب آپ کو یہ علم تھا کہ قریش ہزار سے کم اور نو سو سے زیادہ ہیں پھر انہیں دیکھ کے آپ کے دل میں کیوں خوف طاری ہونے لگا تھا اس وقت اس مٹھی بھر فوج میں تین علم تھے ایک مہاجرین میں اور دو انصار میں حضور انور نے مہاجرین میں سے ایک علم مصعب بن عمیر کو دیا اور ایک جھنڈا ابن المنذر کو دیا جو قبیلہ بنی خزرج میں سے تھے اور ایک جھنڈا سعد بن معاذ کو دیا جو قبیلہ بنی اوس میں سے تھے اور ایک علم طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا گیا جب یہ ترتیب پوری ہو چکی حضور انور نے ایک لکڑی سے جو حضور کے دست مبارک میں تھی لوگوں کو کھڑا کرنا شروع کیا آپ نے دیکھا کہ سواد بن عزیہ کئی قدم صف سے باہر نکلے ہوئے ہیں آپ نے عزیہ کے کھلے ہوئے پیٹ پر آہستہ سے لکڑی کی نوک ماری اور ارشاد کیا کہ استو یا سواد انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس لکڑی کی ٹھیس سے میرے

سینے میں تکلیف ہونے لگی حق جل وعلا نے حضور کو راستی کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے آپ میرا قصاص مجھے
دیں یہ سنتے ہی حضور انور نے اسی وقت اپنا سینہ کھول دیا اور سواد کی طرف خطاب کر کے کہا کہ تم قصاص
لے لو سواد نے اسی وقت دوڑ کے حضور انور کے مبارک سینے کو چوم لیا اور عرض کیا کہ بس میں قصاص
لے چکا حضور نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا سواد نے عرض کیا کہ یہ میدان جنگ ہے اس سے بچ جانے
کی امید نہیں ہے میری آرزو ہوئی کہ میں اپنی زندگی کے آخر ایام میں حضور انور کے مبارک سینے کو مس کروں
حضور نے یہ سن کے سواد کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور پھر اپنی تھی بھر فوج کو ارشاد کیا کہ جب تک میں
حکم نہ دوں ہرگز تلوار نہ کھینچنا اور نہ کفار پر حملہ کرنا اور جب قریش تمہارے بہت نزدیک آجائیں تو انہیں
تیر مارنا غرض جب مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا گروہ پورا آراستہ ہو لیا تو حضور انور حضرت صدیق اکبر کو ساتھ
لیکے عریش میں چلے آئے اور سعد بن معاذ انصار کا ایک گروہ اپنے ہمراہ لیکے حضور انور کی نگہبانی کیلئے
مقرر ہوئی اور پھر حضور انور نے یہ دعا کی

"اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اہل الاسلام لاتعبد فی الارض ابدا"

کئی کئی بار آپ نے یہ دعا مانگی دعا مانگتے وقت آپ کی مبارک آنکھوں سے برابر آنسو رواں تھے
آپ کی حالت ایسی پر تضرع تھی کہ آپ کے مقدس کندھے سے آپ کی چادر گر پڑی حضرت صدیق
اکبر نے فوراً ردائے اطہر کو اٹھا کے حضور انور کے کندھے پر ڈال دیا اور حضور کو کندھے سے لگا کے عرض
کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بس کافی ہے خداوند تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی خدا کی قسم یا رسول اللہ
آپ کو ظفر و نصرت حاصل ہوگی کہتے ہیں اسی عرصے میں کچھ غنودگی آپ کو طاری ہوگئی اور اس غنودگی
میں خداوند تعالیٰ نے آپ سے ہمکلام ہوا جس کی ہمکلامی کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں غنودگی کے رفع ہونے
کے بعد حضور نے حضرت صدیق اکبر سے یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی ہم یقیناً فتحیاب ہوں گے
اس کے بعد آغاز جنگ ہوا سب سے پہلے قریشوں کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ نے اپنے بھائی شیبہ
اور اپنے بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں آکے پکارنے لگا کہ کون ہے جو ہمارے مقابلے پر آتا ہے یہ آواز
سنتے ہی فوراً مسلمانوں کی طرف سے قاعدہ جنگ عرب کے مطابق صرف تین آدمی معاذ مسعود اور
عون میدان میں نکلے قریشوں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو کہا ہم فلاں فلاں ہیں عتبہ
نے کہا کہ ہم تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے تو ہی اعمام کو بلاتے ہیں یہ سن کے انصار واپس چلے آئے

اس پر حضور انور کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت حمزہ اور حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کو مشرکوں سے لڑنے کے لئے بھیجا جب یہ تینوں مرد میدان مقابلے میں پہنچے تو عتبہ نے حضرت حمزہ سے دریافت کیا کہ تم کون ہو حضرت حمزہ نے جواب دیا کہ میں حمزہ ابن عبد المطلب ہوں شیر خدا اور شیر رسول ہوں اس پر عتبہ نے بھی اپنی تعریف بیان کی اور کہا بیشک تو ہمارے لڑنے کے مقابل ہے پھر اس نے دریافت کیا کہ یہ دو شخص جو تمہارے ساتھ آئے ہیں کون ہیں حضرت حمزہ نے ارشاد کیا کہ ان میں سے ایک کا نام علی ابن ابی طالب ہے اور دوسرے کو عبیدہ بن الحارث بن مطلب بن عبد مناف کہتے ہیں عتبہ نے کہا بیشک تم ہمارے مدمقابل ہو اور ہم تم سے بخوشی جنگ کریں گے جب یہ باتیں ہو چکیں تو ولید اپنے باپ کے اشارے سے حضرت علی کی طرف بڑھا اور عتبہ نے حضرت حمزہ کے مقابلے میں تلوار نکالی اور شیبہ عبیدہ کی طرف جھپٹا حضرت علی نے ولید کو ایسی تلوار ماری کہ وہ زمین پر گر پڑا اور حضرت حمزہ نے تلوار کے ایک ہی ہاتھ میں عتبہ کے دو ٹکڑے کر دئے مگر شیبہ نے حضرت عبیدہ بن الحارث کے پیر میں ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ میدان میں گر پڑے اور ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی یہ دیکھ کر حضرت حمزہ اور حضرت علی عبیدہ کی مدد کے لئے دوڑے اور شیبہ کو وہیں میدان جنگ میں قتل کر ڈالا اور حضرت عبیدہ کو کندھے پر اٹھا کے حضور انور کی خدمت میں حاضر کر دیا عبیدہ نے حضور کی صورت دیکھتے ہی غل مچا کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں شہید نہیں ہوا حضور نے ارشاد فرمایا نہیں تم شہید ہوئے اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی اور آپ روحایا وادی صفرا میں مدفون ہوئے۔

جب یہ تینوں قریشی سردار میدان جنگ میں کام آئے تو بنو مخزوم نے جمع ہو کے ابوجہل کو گھیر لیا اور ابوجہل کے گرد اتنے نیزے بردار جمع ہو گئے جن سے ابوجہل بالکل چھپ گیا بنو مخزوم نے اسے مجبور کیا کہ وہ خود فوج کا سپہ سالار بن کے مسلمانوں پر عام حملہ کر دے چنانچہ قریشیوں کی کل صفیں حرکت میں آئیں اور چاروں طرف عام جنگ پھیل گئی حضور انور ننگی تلوار لئے ہوئے اپنی چھوٹی سی صفوں کے آگے گئے اور خوب جوش سے جنگ ہو رہی تھی حضرت علی کا قول ہے کہ اس پر طوفان جنگ میں ہر شخص نے چاہا کہ میں حضور انور کے ساتھ رہوں مگر کسی کو یارا نہ ہوا۔

اس دن بہت تیز ہوا چل رہی تھی حضور انور کو خدا کی مدد کی طرف سے چونکہ پورا اطمینان قلب حاصل

ہو گیا تھا اس لئے حضور صاف نظر کر رہے تھے کہ فرشتے آپ کی مدد کو آگئے ہیں جب جنگ کی آگ خوب بھڑکی تو حضور انور نے کچھ سنگ ریزے اٹھا کے قریش کی فوج کی طرف پھینکے اور ارشاد کیا کہ تم پر پریشانی غالب ہو جائے حکیم بن حزام کا قول ہے کہ ہم قریش کی فوج کی طرف سے بہت سرگرمی کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ ہمیں سنگ ریزے گرتے ہی آسمان سے ایسی آواز آئی کہ گویا پتھر کسی طشت میں گر رہے ہیں کہ یکایک ہمارے پیروں کو شکست ہوئی اور ہم پیچھے ہٹنے شروع ہوئے حضرت علی کا قول ہے کہ میں تین دفعہ معرکہ سے باہر آکے عریش میں گیا کہ سید عالم کی صورت دیکھوں ہر بار میں نے یہی دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور عرض کر رہے ہیں یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔

تیسری بار جب میں حاضر ہوا تو ہمیں پوری فتح حاصل ہو چکی تھی قریشیوں پر ایسی بدحواسی چھائی کہ ان کی ساری صفیں ٹوٹ گئیں اور وہ بے اوسان ہو کے بھاگے مسلمانوں نے بڑے جوش سے ان کا تعاقب کیا بہتوں کو قتل اور اکثر کو گرفتار کر لیا قریش نہ صرف اپنے لدے ہوئے جانور بلکہ اپنا سامان حرب اور تمام خیمے بھی چھوڑ کے بھاگے ۴۹ مقتول اور اسی قدر قید ہوئے مسلمانوں میں ۱۴ اصحابی شہید ہوئے جن میں ۸۔ انصار میں سے تھے اور ۶ مہاجرین میں سے۔

قریش کے بہت سے نامور آدمی اور اسلام کے تلخ تر دشمن اس جنگ میں مقتول ہوئے جن میں ابوجہل بھی تھا معاذ ابن عمرو نے تلوار کے ایک ہاتھ سے دونوں ٹانگیں ابوجہل کی قلم کر دیں مگر اسی وقت ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے تلوار کا ایک ہاتھ معاذ کے شانے پر مارا شانہ بالکل جدا ہو گیا مگر تھوڑی سی کھال لٹکتی باقی رہ گئی جس سے ہاتھ لٹکنے لگا معاذ نے اس ہاتھ کو اپنے پیر کے نیچے دبا کے ایک جھٹکا مارکے الگ کر دیا اور پھر دوسرے ہاتھ میں تلوار لیکے مثل شیر غراں کے مخالف کے مقابلے میں آکودے ابوجہل کا اس وقت تک دم نہیں نکلا تھا۔ وہ ماہیٔ بے آب کی طرح میدان جنگ میں تڑپ رہا تھا کہ اتنے میں حضور انور کے خادم عبد اللہ نے دوڑ کے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور وہ سر حضور انور کی خدمت میں حاضر کیا جوں ہی حضور انور کی نظر ابوجہل پر پڑی بے اختیار آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلا لا الہ الا اللہ پھر حضور نے یہ فرمایا کہ یہ دشمن خدا کا سر ہے۔

واقدی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۰ میں اور شامی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۸ میں عبد اللہ اور ابوجہل کی گفتگو کا حال لکھا ہے جس کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے۔

جب عبداللہ ابوجہل کے پاس آیا تو اس نے اس کی گردن پر پیر رکھ کے یہ کہا افسوس اے دشمن خدا آج تو اللہ تعالیٰ نے تجھے کامل ذلت عطا کی ابوجہل نے اپنی مرتی ہوئی آواز میں یہ جواب دیا میں تو صرف ان لوگوں کی حفاظت کرنے کے لئے آیا تھا جو میدان جنگ میں مقتول ہوئے اس پر عبداللہ نے کہا اب بھی تو مسلمان ہو جا ابوجہل نے اس کا یہ جواب دیا اے بھیڑوں کے چرانے والے اس وقت تو بڑی خطرناک بلندی پر چڑھا ہوا ہے۔

جب جنگ ختم ہوگئی تو قیدیوں میں سے بعض لوگ قتل کر ڈالے گئے اس پر سب مسیحی مورخ یک زبان ہو کے مسلمانوں کی بے رحمی کا راگ گاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ قیدیوں پر بھی مسلمانوں نے ترس نہیں کھایا اور انھیں بے رحمی کے ساتھ قتل کر ڈالا یہ اعتراض بجائے خود کوئی وقعت نہیں رکھتا اگر دشمن سے انتقام لینے کے معنی بے رحمی ہیں تو رحم دلی دنیا میں نظر نہیں آنے کی۔ موجودہ لڑائیوں میں اس قسم کے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ مقابل تو مقابل غریب رعایا کو جس کے پاس نہ ہتھیار نہ وہ ہتھیاروں کا استعمال جانے متمدن یورپ کے شائستہ مگر سنگدل سپاہی قتل کر ڈالتے ہیں چنانچہ جنگ روم و روس میں کئی لاکھ شیر خوار صغیر سن بچے بے پناہ عورتیں مریض مرد بوڑھے اور اپاہج آدمی نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالے گئے تھے ان سے گھر میں بیٹھ کے سپاہیوں کے جوشیلے جذبات اور میدان جنگ کی آتش فشانی پر رائے دینی کبھی صحیح نہیں ہو سکتی بدر کے قیدیوں میں سے اگر بعض شخص قتل کر ڈالے گئے تو اس سے مسلمانوں کے وحشی پن اور سنگدلی پر استدلال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مسلمان بہت ستائے گئے تھے اور ان پر بڑے بڑے ظلم توڑے گئے تھے اور جب وہ مدینہ میں آکے پناہ گزیں ہوئے تو یہاں بھی آتش مزاج قریشیوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اگر تقاضائے فطرت انسانی سے بعض مسلمانوں کے ہاتھ سے چند قیدی قتل کر ڈالے گئے تو حقیقت میں قاتل معذور تھے سب سے پہلا قیدی جو قتل کیا گیا وہ نوفل ابن خویلد ہے۔ واقدی نے اپنی کتاب صفحات ۱۰۰۔۱۰۶ میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی یہ سمجھ کے کہ حضور انور کا اشارہ ہے نوفل پر جا پڑے اور اس بیچارے قیدی کو قتل کر دیا اور ایک قیدی کو حضرت عمر نے قتل کر ڈالا اور وہ صرف اس بات پر کہ جب حضرت عمر ابن وہب کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا کیوں تم لوگوں کی کیسی خبر لی گئی قیدی نے لات وعزے کی قسم کھا کے کہا کیا ایک مسلمان کا ایک قیدی کافر سے ایسا طرز کلام مناسب ہے لات وعزے کا نام سن کے حضرت عمر کا غصہ بھڑک اٹھا اور آپ نے تلوار سے اس کی گردن اڑا دی اس کے بعد ایک اور

اس کے بیٹے کا واقعہ ہے وہ دونوں قریشیوں کے ساتھ نہ بھاگ سکے اور جب عبدالرحمن کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا تم ہمیں قید کر لو ہمیں امید ہے تم ہم پر رحم کھاؤ گے عبدالرحمن نے اپنی قدیمی دوستی کو یاد کر کے غنیمت کے مال کو اپنے پاس سے پھینک دیا اور ان دونوں کو اپنا قیدی بنا لیا اور اسلامی لشکرگاہ کی طرف روانہ ہوئے جب وہ لشکرگاہ کے قریب پہنچے تو حضرت بلال نے انہیں دیکھا اور فوراً غل مچا کے کہا امیہ کو قتل کر ڈالو یہ مشرکوں کا سرغنہ ہے بلال پہلے امیہ کے غلام تھے اور امیہ نے صرف اس بنا پر کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے انہیں تپتے ہوئے چٹان پر آفتاب کی جھلستی ہوئی کرنوں کے نیچے چت لٹا کے ایک وزنی پتھر رکھدیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک تو اسلام سے توبہ نہ کرے گا میں تجھے نہیں چھوڑنے کا یہ بیچارے بے آب ودانہ تین روز تک اسی طرح پڑے رہے آخر حضرت صدیق اکبر نے اپنے پاس سے روپیہ دے کر انھیں خریدا اور آزاد کر دیا بلال کو اپنی تکلیف اور اپنے آقا کی یہ بے رحمی اچھی طرح سے یاد تھی اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر امیہ بلال کو میدان جنگ میں پالیتا تو بغیر قتل کئے نہ چھوڑتا تقاضائے فطرت ہی تھا کہ بلال کی زبان سے امیہ کو دیکھتے ہی بے ساختہ یہی نکلا کہ قتل کر ڈالو بلال کے غل مچاتے ہی کئی مسلمان ان دونوں باپ بیٹوں کے قتل کے لئے آمادہ ہوئے مگر عبدالرحمن نے کمال یہ کیا کہ انہیں آزاد کر دیا اور یہ کہا کہ اگر تم سے بھاگا جائے تو بھاگ جاؤ یا تم سے اپنی حفاظت ہو سکے تو اپنی حفاظت کر لو ان دونوں باپ بیٹوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا مگر یہ بہت جلدی پارہ پارہ کر دئے گئے۔

مال غنیمت اور اُسکی تقسیم

عبادہ ابن صامت کا بیان ہے کہ میدان بدر میں مسلمانی سپاہ کی تین جماعتیں تھیں ایک جماعت حضور انور کے لئے عریش کی حوالی میں قیام پذیر تھی اور ایک جماعت میدان جنگ میں لڑ رہی تھی اور ایک جماعت قیدیوں کی گرفتاری ہتھیاروں اور اموال کے ضبط میں مشغول تھی جب قریش شکست کھا کے بھاگ گئے تو ان تینوں جماعتوں میں سے ہر جماعت نے غنیمت کے مال کا دعوے کیا ارباب قتال نے یہ کہا کہ اگر ہم جنگ نہ کرتے تو مال غنیمت کبھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا اس لئے ہم مال غنیمت کے زیادہ حقدار ہیں اس کے بعد محافظان رسول کریم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے اجر و ثواب آخرت کی

بے رغبتی سے جنگ نہیں کی بلکہ محض اس وجہ سے آپ کی حفاظت کرتے رہے کہ ایسا نہ ہو مخالف آپ پر
پل پڑیں ہم سب سے زیادہ غنیمت کے حق دار ہیں مگر وہ جماعت جو مال غنیمت فراہم کر رہی تھی اس نے اور
بھی غل وشور مچایا کہ اس مال کے ہم حق دار ہیں یہ واقعی ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا چونکہ مال غنیمت
کے متعلق نہ کوئی قانون ابھی تک بنا تھا اور نہ حضور انور نے ابھی اس کا کچھ فیصلہ کیا تھا اس لئے عربوں
کے قدیمی قوانین کے مطابق کہ میدان جنگ میں جو چیز جس کے ہاتھ لگ جاتی تھی وہ ملک اسی کی قرار
پاتی تھی ایسے جھگڑے کا ہونا لازمی تھا آخر خداوند تعالیٰ کی طرف سے مال غنیمت کی نسبت حکم نازل ہوا
یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول ج فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم ص واطیعوا اللہ و
رسولہ ان کنتم مومنین ہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم۔
یعنی اے نبی یہ لوگ تم سے غنیمتوں کے مال کے احکام پوچھتے ہیں ان سے کہدو کہ غنیمتیں اللہ
اور رسول کے لئے ہیں انھیں اختیار ہے اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں صلح رکھو اور اگر تم سچے
ایماندار ہو تو اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ دیکھو سچے مومن وہی لوگ ہیں کہ
جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب اُن کے۔

علیہم ایٰتہ زادتہم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون الذین یقیمون الصلوۃ ومما رزقنٰہم ینفقون لا
اولئک ہم المومنون حقا لہم درجٰت عند ربہم ومغفرۃ ورزق کریم ہ کما اخرجک ربک من بیتک
بالحق وان فریقا من المومنین لکرہون ہ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت
وہم ینظرون ط واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم
ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکفرین ہ لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون ہ
اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین ہ

سامنے اس کی آئتیں پڑھی جائیں تو اُن کے یقین کو بڑھا دیں اور وہ لوگ اپنے پروردگار ہی پر
بھروسہ رکھتے ہیں جو لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے ہماری
راہ میں خرچ کیا کرتے ہیں یہی لوگ سچے ایماندار ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں بڑے

مرتبے ہیں اور بخشش ہے اور بہت اچھا رزق ہے۔ یہ ایسی ہی جس طرح تمہیں تمہارا پروردگار تمہارے گھر یعنی
ملک سے حق کے ساتھ نکال لایا اور بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ اس سے ناخوش تھا اور تم سے امر حق میں
جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ حق ظاہر ہو چکا تھا یا وہ موت کی طرف چلائے جاتے تھے اور اس حالت کو
دیکھ رہے تھے اسی طرح اللہ ہر کام اپنی مرضی سے کرتا ہے تو لوگوں کی خوشی ناخوشی سے کیا کام اور اے مسلمانو
وہ وقت یاد کرو جب اللہ تم سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتا تھا کہ وہ تمہارے لئے ہے اور تم
یہ چاہتے تھے کہ بے لڑے تمہیں ملجائے اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنی باتوں سے ثابت کر دے اور کافروں
کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق ثابت کر دے اور باطل کو مٹا دے اگرچہ اس سے گنہگار ناخوش ہوں جب
تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے اور اس نے تمہیں جواب دیا کہ بے شک میں لگاتار ہزار فرشتوں سے
تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔

وما جعله الله الا بشرى ولتطمئن به قلوبكم وما النصر الا من عند الله ان الله عزيز حكيم ٥ اذ يغشيكم النعاس امنة
منه وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به ويذهب عنكم رجز الشيطن وليربط على قلوبكم ويثبت به الاقدام ٥
اذ يوحي ربك الى الملائكة اني معكم فثبتوا الذين امنوا سالقي في قلوب الذين كفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق
واضربوا منهم كل بنان ٥ ذالك بانهم شاقوا الله ورسوله ٥ ومن يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب ٥
ذالكم فذوقوه وان للكفرين عذاب النار ٥ يايها الذين امنوا اذا لقيتم الذين كفروا زحفا فلا تولوهم الادبار ٥
ومن يولهم يومئذ دبره الا متحرفا لقتال او متحيزا الى فئة فقد باء بغضب من الله وماوه جهنم ٥ وبئس المصير ٥ فلم
تقتلوهم ولكن الله قتلهم ٥ وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى ٥ وليبلي المؤمنين منه بلاء حسنا ٥ ان الله سميع عليم

اور اس مدد کو اللہ نے صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد
تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے جب تمہیں امن دینے کے لئے
نیند کو تم پر غالب کرتا تھا اور تم پر آسمان سے پانی برساتا تھا تاکہ تمہیں اس کے ذریعے سے تمہارے قدم جما دے
جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو وحی کرتا تھا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں پس مسلمانوں کو ثابت
قدم رکھو عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ پس تم ان کی گردنوں پر مارو اور

ان کو چھوڑ دیا اور یہ اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو ایسا ہی سخت عذاب ہوتا ہے کیونکہ اللہ سخت عذاب والا ہے ۔ اے کافرو یہ تو تم دنیا میں چکھو اور جان لو کہ بے شک آخرت میں کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے اے مسلمانوں جب تم لڑائی میں کافروں سے بھڑو تو ان کی طرف پیٹھ نکرو۔ یعنی میدان سے فرار نکرو اور یہ سمجھ لو کہ جو کوئی اس وقت ان کی طرف پیٹھ کرے گا بغیر اس کے کہ لڑائی کی تدبیر کرنیوالا ہو یا مسلمانوں کی کسی جماعت سے پناہ لینا چاہتا ہو تو وہ بیشک میدان جنگ سے خدا کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا بری جگہ ہے۔ پس تم نے ان کافروں کو نہیں مارا ولیکن انہیں اللہ نے مارا اور تم نے اے نبی کافروں پر خاک کی مٹھی نہیں پھینکی ——— تم اس کے پھینکنے والے تھے ولیکن اللہ نے پھینکی تھی اور یہ اس لئے کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے اچھی نعمتیں دے کر آزمایش کرے بیشک اللہ سننے والا دانا ہے۔

ذالک وان اللہ موہن کید الکفرین ○ ان تستفتحو فقد جاءکم الفتح ج وان تنتہو فہو خیر لکم ج وان تعودو نعد ولن تغنی عنکم فئتکم شیئاً ولو کثرت وان اللہ مع المؤمنین ○ یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولاتولو عنہ وانتم تسمعون ○ ولاتکونو کالذین قالو سمعنا وہم لایسمعون ○ ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لایعقلون ولو علم اللہ فیہم خیراً لاسمعہم ولو اسمعہم لتولو وہم معرضون ○ یاایہا الذین اٰمنو استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون ○ واتقو فتنۃ لاتصیبن الذین ظلمو منکم خاصۃ ج واعلمو ان اللہ شدید العقاب ○ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون ○

یہی بات ہے اور بے شک اللہ کافروں کے مکر کو سست کرنے والا ہے اے کافرو اگر تم حق کی فتح چاہتے ہو تو بے شک تمہارے پاس حق کی فتح آ گئی اور اگر تم کفر سے باز رہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر کفر کروگے تو ہم بھی پھر عذاب کریں گے اور تمہارے جماعت ہرگز تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اگرچہ بہت زیادہ ہو اور بے شک اللہ مسلمانوں کے ہمراہ ہے۔ اے مسلمانو اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو اور اس سے اعراض نہ کرو حالانکہ تم سن رہے ہو اور ان لوگوں کے مثل نہ ہو جاؤ جو کہتے

[illegible] بیشک تمام [illegible] سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ گونگے اور بہرے
ہیں جو نہیں سمجھتے اور اگر اللہ ان میں کچھ بہتری سمجھتا تو بے شک انہیں سنا دیتا اور اگر انہیں سنا دیتا
تو وہ بے شک اس سے اعراض [illegible] ایمان والو اللہ رسول کے احکام قبول کرو
جب رسول تمہیں ایسے کام کے لئے بلائے جو تمہارے [illegible] کا سبب ہو اور جان لو کہ اللہ قادر
مطلق ہے آدمی اور اس کے دل کے ارادے کے درمیان میں حائل ہو جاتا ہے یعنی اس کا دلی ارادہ
پورا نہیں ہونے دیتا۔ اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ بیشک [illegible] بعد اٹھائے جاؤ گے اور فساد
سے بچو کیونکہ خاص کر ان ہی لوگوں کو پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا ہے بلکہ تم سب اس میں پھنس جاؤ گے
اور جان لو کہ بیشک اللہ سخت عذاب والا ہے اور وہ وقت یاد کرو جب تم دنیا میں تھوڑے اور کمزور تھے
اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے پس اللہ نے تمہیں رہنے کو مدینے میں جگہ دی
اور تمہیں اپنی مدد سے قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عنایت کیں تاکہ تم شکر کرو۔

یا ایہا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون ط واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ لا
وان اللہ عندہ اجر عظیم ہ یا ایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیاتکم ویغفر لکم ط واللہ ذو الفضل
العظیم ہ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ط ویمکرون ویمکر اللہ ط واللہ خیر الماکرین ہ
واذا تتلی علیہم آیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ہذا لا ان ہذا الا اساطیر الاولین ہ واذ قالوا اللہم ان کان ہذا
ہو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم ہ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم ط و
ما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون ہ وما لہم الا یعذبہم اللہ وہم یصدون عن المسجد الحرام وما کانوا اولیاءہ ط
ان اولیاؤہ الا المتقون ولکن اکثرہم لا یعلمون ہ

[illegible] اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو [illegible] کی خیانت نہ کرو [illegible] جان
لو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہاری بڑی آزمائش ہے اور بے شک اللہ کے ہاں اس آزمائش میں
پورے اترنے والوں کے لئے بڑا اچھا بدلہ ہے اے ایمان والو اگر تم اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو گے
تو اللہ تمہارے لئے امتیاز پیدا کر دے گا اور تمہارے گناہ تم سے مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ

بڑے فضل کا مالک ہے اور اے نبی وہ وقت یاد کرو جب کافر تم سے فریب کرتے تھے تاکہ تمہیں قید کردیں
یا تمہیں قتل کردیں یا تمہیں مکہ سے نکال دیں اور وہ اس کی تدبیر کرتے تھے اور اللہ اُن کے خلاف تدبیر
کرتا تھا اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے اور ان لوگوں کے سامنے جب ہماری آیتیں پڑھی
جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم نے سن لیا اگر ہم چاہتے تو یقیناً ہم بھی اس کی مثل کہہ لیتے یہ تو صرف اگلوں
کے قصے ہیں اور وہ وقت بھی یاد کرو جب یہ کافر کہتے تھے کہ اے اللہ اگر یہی جو محمد کہتے ہیں تیری طرف
سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر کا مینہ برسا دے یا ہم پر کوئی دوسرا درد دینے والا عذاب بھیج دے
اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ انہیں عذاب کرے اس حالت میں کہ تم جیسے باعث رحمت اُن میں موجود ہو
اور اللہ ایسا بھی نہیں ہے کہ انہیں عذاب کرے اس حالت میں کہ وہ استغفار کر رہے ہیں اور اُن کو بات
سے کیا اطمینان ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ کرے گا حالانکہ یہ لوگ مسجد حرام میں لوگوں کو عبادت کرنے
سے روکتے ہیں اور یہ اُس کے مختار نہیں ہیں اُس کے مختار تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں ولیکن ان میں کے
اکثر نہیں جانتے۔

وماكان صلاتهم عند البيت الا مكاء وتصدية ط فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون وان الذين كفروا ينفقون
اموالهم ليصدوا عن سبيل الله ط فسينفقونها ثم تكون عليهم حسرة ثم يغلبون ط والذين كفروا الى جهنم يحشرون
ليميز الله الخبيث من الطيب ويجعل الخبيث بعضه على بعض فيركمه جميعا فيجعله في جهنم ط اولئك هم الخسرون
قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف ج وان يعودوا فقد مضت سنت الاولين ه وقاتلوهم حتى لا تكون
فتنة ويكون الدين كله لله ج فان انتهوا فان الله بما يعملون بصير ه وان تولوا فاعلموا ان الله مولكم ط نعم
المولى ونعم النصير ه واعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه وللرسول ولذي القربى واليتمى والمسكين وابن
السبيل ان كنتم امنتم بالله وما انزلنا على عبدنا يوم الفرقان يوم التقى الجمعن ط۔

اور ان کی نماز (جو یہ) کعبہ کے پاس پڑھتے ہیں) سوا سیٹی بجانے اور تالی پیٹنے کے (اور کچھ بھی) نہیں ہے
پس (اے کافرو) عذاب (کے مزے) کو چکھو بسبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے بیشک وہ لوگ جو کافر
ہیں وہ اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکیں پس عنقریب وہ

اُسے خرچ کریں گے پھر انہیں پشیمانی ہوگی پھر یہ مغلوب ہو جائیں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف بھیجے جائیں گے تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور بعض ناپاک کو بعض پر رکھے اور اُن سب کو یکجا کرے پھر اسے جہنم میں ڈال دے یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں اے نبی کافروں سے کہہ دو کہ (اپنے کفر سے) باز آئیں جو کچھ گذر چکا وہ اُن کے لئے بخشدیا جائے گا اور اگر پھر کریں گے تو بیشک گزر چکی ہے حالت اگلے (کافر) لوگوں کی (اور جو کچھ اُن کا حشر ہوا تمہیں معلوم ہو چکا) اور (اے مسلمانو) ان سے لڑو یہاں تک کہ کچھ فساد (یعنی کفر کا غلبہ) نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائیں پس اگر یہ کافر اپنے کفر سے باز آئیں تو یقیناً جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ اعراض کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا دوست ہے وہ اچھا دوست ہے اور اچھا مددگار اور جان لو کہ (کافروں کا) جو کچھ (مال) لو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لئے ہے اور رسول کے قرابت والوں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے (محمد) پر فیصلے کے دن نازل کی ہے یعنی جس دن دو جماعتیں ایک کافروں کی ایک مسلمانوں کی باہم بھڑ رہی تھیں۔

واللہ علیٰ کل شیء قدیر ۔ اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصویٰ والرکب اسفل منکم ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعٰد ولکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ وان اللہ لسمیع علیم ۔ اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلا ولو اراکھم کثیرا لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلم انہ علیم بذات الصدور ۔ واذ یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا والی اللہ ترجع الامور ۔ یاایھا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۔ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ۔ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط

اور اللہ ہر شے پر قادر ہے جب تم نزدیک کے کنارے پر تھے اور وہ دور کے کنارہ پر اور قافلہ نے سوا تم سے نیچے (نشیب میں) تھے (تم اس کے خلاف نہ کرو) اور اگر تم باہم وعدہ (جنگ) کرتے تو یقیناً

وعدہ کے خلاف کرتے تھے ولیکن (اللہ نے تم سب کو جمع کر دیا) تاکہ اللہ اس کام کو جو ہونے والا تھا پورا کر دے) تاکہ جو شخص (حق کی) دلیل (ظاہر ہونے) کے بعد ہلاک ہو گیا (یعنی باطل کو اختیار کیا) وہ ہلاک ہو جائے اور جو شخص (حق کی) دلیل (ظاہر ہونے کے بعد زندہ ہو گیا (یعنی حق اختیار کیا) وہ زندہ رہے اور بیشک یقیناً اللہ سننے والا (اور) دانا ہے (اے نبی وہ وقت یاد کرو) جب ان کافروں کو اللہ تمہارے خواب میں کم دکھلاتا تھا اور اگر انہیں تم کو بہت کر کے دکھا دیتا تو یقیناً تم سست ہو جاتے اور (لڑائی کے) کام میں باہم اختلاف کرتے ولیکن اللہ نے (تمہیں اس سے) بچا لیا بیشک وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے اور (وہ وقت بھی) یاد کرو کہ جب انہیں تمہاری آنکھوں میں (یعنی بحالت بیداری) جب تم اس کے سامنے آئے اور تمہیں انکی آنکھوں میں کم کر کے دکھاتا تھا تاکہ اللہ اس کام کو پورا کرے جو (اسکے علم میں) کیا ہوا تھا اور (یاد رکھو) کہ اللہ ہی کی طرف سب کام پھیرے جائینگے اے ایمان والو جب تم (میدان جنگ میں) کسی گروہ کے مقابل ہو تو جمے رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور باہم نہ جھگڑو اگر ایسا کرو گے تو کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا (بندھی ہوئی) جاتی رہیگی اور صبر کرو (اور ثابت رہو) بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراکر اور لوگوں کے دکھانے کو نکلے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسکو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

وإذ زين لهم الشيطن اعمالهم وقال لا غالب لكم اليوم من الناس وانی جار لكم ج فلما تراءت الفئتن نكص على عقبيه وقال انی بریء منكم انی اری ما لا ترون انی اخاف الله ط والله شديد العقاب ٥ اذ يقول المنفقون والذين فی قلوبهم مرض غر هؤلاء دينهم ط ومن يتوكل على الله فان الله عزيز حكيم ٥ ولو ترى اذ يتوفى الذين كفروا الملائكة يضربون وجوههم وادبارهم ج وذوقوا عذاب الحريق ٥ ذلك بما قدمت ايديكم وان الله ليس بظلام للعبيد ٥ كداب ال فرعون والذين من قبلهم كفروا بايت الله فاخذهم الله بذنوبهم ط ان الله قوی شديد العقاب ٥ ذلك بان الله لم يك مغيرا نعمة انعمها على قوم حتى يغيروا ما بانفسهم وان الله سميع عليم ٥

اور جب ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال کو زینت دی اور ان سے کہا کہ آج آدمیوں میں

سے تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور بیشک میں تمہارا مددگار ہوں پھر جس وقت دونوں لشکر مقابل ہوگئے
تو شیطان اپنی ایڑیوں پر لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ بیشک تم سے میں علحدہ ہوں بیشک میں وہ دیکھ رہا
ہوں جو تم نہیں دیکھتے بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں (اور جانتا ہوں کہ) اللہ سخت عذاب والا ہے
جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے کہنے لگے کہ ان (مسلمانوں) کو ان
کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے حالانکہ جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو بیشک اللہ غالب
اور حکمت والا ہے اور (اے نبی) اگر تم اس وقت دیکھو جب کافروں (کی ارواح) کو فرشتے
قبض کرتے ہیں اُن کے مونھ پر (طمانچہ) مارتے ہیں اور اُن کی پیٹھوں پر اور اُن سے کہتے ہیں کہ
جلنے کا عذاب چکھو یہ اس سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے کرکے بھیجا ہے بیشک اللہ
بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے (ان لوگوں کا حال) فرعون والوں کی حال کی مثل ہے اور ان لوگوں
کے جو اُن سے پہلے تھے انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا پس انھیں اللہ نے ان کے گناہوں
کے سبب سے گرفتار کرلیا بے شک اللہ قوی (اور) سخت عذاب والا ہے یہ اس سبب سے
کہ اللہ اس نعمت کو بدلنے والا نہیں ہے جو اس نے کسی قوم کو دی یہاں تک کہ وہ اس چیز کو
بدل دیں جو اُن کے دلوں میں ہے اور بیشک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

كدأب آل فرعون والذين من قبلهم كذبوا بآيات ربهم فأهلكناهم بذنوبهم وأغرقنا آل فرعون وكل
كانوا ظالمين ٥ إن شر الدواب عند الله الذين كفروا فهم لا يؤمنون ٥ الذين عاهدت منهم ثم ينقضون
عهدهم في كل مرة وهم لا يتقون ٥ فإما تثقفنهم في الحرب فشرد بهم من خلفهم لعلهم يذكرون ٥ وإما تخافن
من قوم خيانة فانبذ إليهم على سواء ٥ إن الله لا يحب الخائنين ٥ ولا يحسبن الذين كفروا سبقوا ٥
إنهم لا يعجزون ٥ وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين
من دونهم ج لا تعلمونهم ج الله يعلمهم ط وما تنفقوا من شيء في سبيل الله يوف إليكم وأنتم لا تظلمون
وإن جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله ط إنه هو السميع العليم ٥

(ان لوگوں کا حال فرعون والوں اور ان لوگوں کے حال کی مانند ہے جو ان سے پہلے تھے ہوئے

اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا پس ہم نے انھیں ان کے گناہوں کے سبب سے ہلاک کر دیا اور فرعون
والوں کو غرق کر دیا اور یہ سب لوگ ظالم تھے بیشک اللہ کے نزدیک تمام جانداروں میں بدتر وہ لوگ
ہیں جو کافر ہوگئے اور پھر وہ ایمان نہیں لاتے وہ لوگ جن سے اے نبی تم نے عہد کیا پھر وہ اپنا عہد ہر بار
توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (اس سے) پرہیز نہیں کرتے پس اگر تم انہیں میدان جنگ میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا
دو کہ) ان کے اس حال کے دیکھنے سے جو لوگ ان کے پیچھے ہیں ان کو بھی بھگا دو تاکہ وہ نصیحت مانیں
اور تم کو کسی قوم سے خیانت یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو تم انھیں ترکی بترکی جواب دو بیشک اللہ خیانت کرنے والوں
کو دوست نہیں رکھتا اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ (مسلمانوں سے) سبقت لے گئے بیشک وہ (مسلمانوں
کو عاجز نہیں کر سکتے اور (اے مسلمانو جس قدر تم سامان کر سکو (مردانہ) قوت اور گھوڑوں کے باندھنے
سے وہ ان (کی لڑائی) کے لئے مہیا رکھو اس سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراؤ اور دوسرے لوگوں
کو (بھی) جو ان کے سوا ہیں جنہیں تم نہیں جانتے (مگر) اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی تم
خرچ کرو گے (تو اس کا بدلہ) تمہیں پورا دیا جائے اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر وہ لوگ صلح کے لئے
جھکیں تو تم بھی صلح کے لئے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک وہ سننے والا دانا ہے۔

اس حکم کے بعد حضور انور نے یہ فرمایا کہ جو کچھ جس کے پاس ہو وہ واپس دے اور ایک مقام پر یہ کل مال جمع
کیا جائے چنانچہ سارا مال خاص مقام پر جمع ہوا اور وہ عبداللہ ابن کعب کی نگرانی میں سپرد کیا گیا۔
جب خدا کا حکم نازل ہو گیا تو مسلمانوں کو تسکین ہو گئی اور پھر کسی نے چون و چرا نہیں کی دوسرے روز کل
مال میں سے ایک پانچواں حصہ علٰحدہ کر کے باقی کو سب میں تقسیم کر دیا اور یہ تقسیم وادی صفرا میں کی
گئی ہاں پیدلوں سے دوگنا حصہ سواروں کو دیا گیا اور ہر سوار کے حصہ میں ایک اونٹ اور اس کا سامان
آیا۔ حضور انور نے ابوجہل کا اونٹ اپنے قبضہ میں کر لیا اور ایک تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا وہ بھی آپ
کے حصہ میں آئی مورخوں کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ذوالفقار ابوجہل کی تھی یا عاص بن ربیعہ کی تھی لیکن
عام طور پر کثرت رائے ابوجہل کی طرف ہے یہ تلوار اسی کی تھی جس کا نام ذوالفقار تھا اور حضور انور نے اپنی
تلوار کو ان حضرت علی کو دیدیا تھا۔ ایک پانچواں حصہ جو مال میں سے لیا گیا تھا اس کے علاوہ یہ تلوار بھی
آفتاب غروب ہوتا جاتا تھا اس لئے مسلمانوں نے بہت جلدی میدان جنگ میں ایک گڑھا کھودا تاکہ

[illegible] حضرت صدیق [illegible] مقتولین کی لاشیں اس میں ڈال دی گئیں چنانچہ حضور انور اس گڑھے کے پاس کھڑے ہوئے تھے جب مخالفوں کے مقتولین کی لاشیں لائی گئیں تو حضرت صدیق اکبر نے ایک ایک کا نام لے لے کے پکارا عتبہ۔ شیبہ۔ امیہ۔ ابوجہل۔ یہ سن کے حضور انور کی زبان مبارک سے یہ پُراثر الفاظ بے ساختہ نکل گئے۔

"ھل وجدتم ما وعدربکم حقا فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا"

یعنی اب تمہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ جو کچھ تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا وہ سچا نکلا یا جو کچھ میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ صحیح نکلا۔ پھر آپ نے یہ فرمایا تم پر افسوس ہے۔ تم نے مجھے قبول نہ کیا تم نے مجھے وطن سے بے وطن کیا مگر دوسروں نے مجھے پناہ دی۔ تم مجھ سے جنگ کرنے کے لئے آئے اور دوسروں نے میری مدد کی۔ جب آپ یہ فرما رہے تھے تو پاس والوں میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا مردے بھی باتیں سن سکتے ہیں کہ آپ انہیں مخاطب کرکے یہ کہہ رہے ہیں۔ حضور نے ارشاد کیا یقیناً انہیں اب معلوم ہو جائے گا کہ خداوند تعالےٰ نے ان کے لئے جو وعدہ کیا تھا وہ بالکل صحیح نکلا۔

جب عتبہ کی لاش گڑھے میں ڈالی جانے لگی تو عتبہ کے بیٹے حذیفہ کے چہرہ پر جو گڑھے کے پاس کھڑے ہوئے تھے حزن وملال کے آثار نمودار ہونے لگے۔ حضور انور نے یہ دیکھ کے نہایت مہربانی سے فرمایا حذیفہ تم اپنے باپ کی بدقسمتی سے کیوں محزون ہوتے ہو۔ حذیفہ نے بڑے پُرجوش لہجہ میں جواب دیا۔ نہیں رسول خدا میں اس کی بدقسمتی کا افسوس کرکے حصہ دار نہیں بنتا بلکہ مجھے یہ خیال ہے کہ یہ میرا باپ نہایت عاقل فہیم اور نرم دل تھا اگر چندے اسے مہلت ملتی تو یہ ضرور مسلمان ہو جاتا اور اس میں تو شک نہیں کہ خدا کی طرف سے اس کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ بالکل انصاف پر مبنی ہے اب جبکہ میں نے اسے مقتول پایا تو اس کے ایمان لانے کی کل امیدوں پر پانی پھر گیا اسی بنا پر میں روتا ہوں یہ سن کر حضور انور کو حذیفہ کے اس کہنے پر ترس آگیا آپ نے عتبہ کے لئے دعائے مغفرت کی اور آپ نے اسی برکت دی۔ (واقدی صفحہ ۱۰۶۔ ہشامی صفحہ ۲۳۰۔ طبری صفحہ ۲۹۶)

مدینہ کا لشکر اپنے شہدا اور مال کو لے کے شام کے وقت اثیل میں خیمہ زن ہوا یہ مقام تین عربی میل طول میں ہے اور بدر سے اس کا فاصلہ دو میل ہے یہاں حضور انور آفتاب غروب ہونے پر پہنچے تھے اور شب کو آپ نے قیام بھی نہیں فرمایا تھا۔ جس وقت آپ اس مقام پر پہنچے اسیران جنگ آپ کی خدمت میں پیش

کئے گئے اس سے پہلے قیدیوں نے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں کہلا بھیجا تھا کہ ہمیں قتل نہ کیا جائے بلکہ آپ رسول اللہ سے ہماری سفارش کر دیں۔ حضرت صدیق اکبر انتہا درجہ کے نرم دل تھے آپ اسیران قریش کا پیغام سنکے فوراً حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی سفارش کی حضور انور نے ہاں نہاں کا کچھ جواب نہیں دیا جب حضرت فاروق اعظم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ بھی رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کی کبھی جان بخشی نہ کی جائے یہ خدا اور اس کے رسول کے دشمن ہیں انہوں نے ہمیں وطن سے بے وطن کر دیا ہے اور ہم پر بے انتہا ظلم کیا ہے انھیں ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے یہ کفر کے اشاعت کرنے والے ہیں اور کافروں کے رہبر ہیں۔ حضور انور نے اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد پھر حضرت صدیق اکبر دوبارہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قیدیوں کی سفارش کی حضور انور نے کچھ زبان سے نہیں فرمایا۔ اس کے بعد پھر فاروق اعظم حاضر خدمت ہوئے اور اسی جوش اور انقطاعی لہجہ میں کہا کہ ان کو ضرور قتل کر دینا چاہئے اس کا جواب بھی حضور انور نے کچھ نہیں دیا غرض جب سب پہلو آپ کے حضور میں پیش کئے گئے تو سب سے زیادہ آپ کے غصہ کی نظریں نضر حارث کے بیٹے پر پڑیں نضیر دیکھتے ہی غل مچا کے کہنے لگا خدا کی قسم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بغیر قتل کئے ہمیں نہیں چھوڑنے کے کیونکہ آپکی دونوں آنکھوں میں مجھے اپنی موت کی تصویر دکھائی دے رہی ہے مصعب نے جو پاس کھڑا ہوا تھا اسکا یہ جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے تیرے دل میں دہشت ایسی سما گئی ہے کہ تجھے اپنی موت کی تصویر دکھائی دینے لگی۔ یہ سنکے نضر نے مصعب بن عمیر سے کہا کہ تو میرا بہت ہی قریب کا رشتہ دار ہے تو اپنے صاحب (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم) سے میری سفارش کر کہ وہ مجھے اپنے اصحاب میں داخل کر لیں مصعب نے جواب دیا کہ میں تیری کیونکر سفارش کر سکتا ہوں جبکہ تو نے رسول اللہ اور آپ کے صحابہ کو حد سے زیادہ تکلیفیں پہنچائی ہیں نضر نے کہا اگر اس طرح سے مکہ والے تجھے گرفتار کر کے لیجاتے اور تو میری سفارش چاہتا تو میں کبھی تجھے قتل نہ ہونے دیتا اور اگر مکہ والے جبر کرتے تو پہلے میں اپنی گردن حاضر کر دیتا مصعب نے جواب دیا یہ تو سچ کہتا ہے مگر میری حالت تیری سی نہیں ہے کیونکہ اسلام نے کل عہدوں کو قطع کر دیا ہے اس اثنا میں حضور انور نے حکم دیا کہ نضر کی گردن ماری جائے اس پر مقداد نے عرض کیا کہ یہ میرا قیدی ہے حضور انور نے حضرت علی کی طرف خطاب کر کے فرمایا تم اٹھو اور نضر کو قتل کر ڈالو چنانچہ حضرت علی نے حکم کی تعمیل کی اور نضر کی گردن اڑا دی۔ بات یہ تھی کہ مظالم سہتے سہتے دل پک گیا تھا اور انسانی فطرت اس بات کی مقتضی تھی کہ ایسے شدید ظالموں

سے انتقام لیا جائے۔ سر ولیم میور صاحب نے حضور انور کی نسبت بے رحم کا لفظ استعمال کیا ہے

دو بستیں جو بزعم خود اپنے کو اعلیٰ درجہ کی متمدن سمجھتی ہیں فتح ممالک کا خیال کر کے بے وجہ ملکوں پر چڑھ دوڑتی

ہیں اور ایسے مسکین اور غریب لوگوں کو چنوں کی طرح بھون ڈالتی ہیں جو نہ مقابلہ کرتے ہیں اور نہ تلوار اٹھانا

جانتے ہیں اگر انتہا درجہ ظلم سمجھو اور تنگ آکے حضور انور نے دو چار قیدیوں کو قتل کروا دیا

ہوسکتا ہے مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ جو اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے مصیبتیں

اٹھا چکا تھا انتقام لینے کا متمنی تھا اب مصلحت نہیں تھی کہ مسلمانوں کو جن پر یہ ظلم ہو چکے تھے

انہیں مایوس کر دیا جاتا اور وہ توحید کی منادی کرنے کے لئے آئندہ سرگرمی نہ دکھاتے کسی مجرم کو سزا دینا

در حقیقت بے رحمی نہیں ہے بلکہ بے رحمی یہ ہے کہ قاتلوں۔ ظالموں اور مجرموں کو چھوڑ دیا جائے اور پھر

وہ اپنے زیر دستوں کو ستائیں۔ سیرین جنگ کا غزوہ بدر کے بعد قتل ہونا کچھ بہت بڑی بات نہیں ہے

مگر مخالفوں نے اعتراضوں کی بوچھار کر کے زمین و آسمان ایک کر دیا ہے۔ بدر کی لڑائی حقیقت میں

اشاعت اسلام کا پیش خیمہ تھی یقیناً اگر اس لڑائی میں کامیابی نہ ہوتی تو اسلام کو بہت سخت نقصان پہنچتا

مخالفوں کا یہ طنزاً کہنا کہ اس قتل و غارت میں خداوند تعالیٰ مسلمانوں کا ممد و معاون تھا محض ایک

مجنونانہ بڑ ہے جو لوگ خدا پر اپنا پورا ایمان رکھتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ ہماری عقلیں اور

قوتیں بالکل ناچیز ہیں ہر بات میں خداوند تعالیٰ ہی رہبری کرتا ہے ان کا یہ خیال غلط نہیں ہوسکتا

بیشک جنگ بدر میں خداوند تعالیٰ کی ضرور مدد تھی اگر آندھی اور مینہ نہ آتا اور مخالفوں کے دیدے چھپے

اکھڑ کے نہ بہک جاتے تو مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج کبھی قریشیوں پر غلبہ نہ پاتی اگر اسے خدا کی مہربانی نہ کہا جائے

تو اور کیا کہا جاسکتا ہے مخالف اگر نہ سمجھیں تو انہیں اختیار ہے۔

جنگ بدر کا بیان ختم ہوگیا

ہم نے جزئیات پر بحث نہیں کی ورنہ اسمیں بہت طول ہو جاتا مگر چوٹی کے واقعات خوب اچھی طرح تحقیق اور تنقید کر کے درج کر دیے ہیں اور یہ وہ واقعات ہیں کہ نہ صرف کل معتبر مورخ ہم زبان ہیں بلکہ محدثوں میں بھی یہ روایتیں متفق علیہ ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین ان واقعات سے مطمئن ہو جائیں گے اور وہ کوئی روایت ایسی نہیں پائیں گے جس میں ذرا بھی ضعف ہونیکا شبہ ہو۔

باب ساتواں

غزوہ بدر کے بعد کے واقعات
رمضان المبارک سے شعبان المکرم تک

سب سے سنگین اور وحشتناک واقعہ مدینہ میں داخل ہونے کے بعد ایک عورت کا قتل بیان کیا جاتا ہے اور وہ عورت بچے والی تھی اور قتل ہوتے وقت بچہ اس کا چھاتی سے علحدہ کر لیا گیا تھا۔ اس واقعہ کی اوپری صورت فی الواقع نہایت خوفناک ہے اور ضرور ایک نرم دل شخص کے آنسو ٹپک پڑیں گے مگر جب گہری تحقیق کے بعد اس کے اصلی اسباب پر نظر ڈالی جائے گی تو معلوم ہو جائے گا کہ قتل ناجائز اور خلاف انسانیت نہیں ہوا۔

ہمارے سر ولیم میور متوفی اس ایک عورت کے قتل پر بہت سے آنسو بہا چکے ہیں لیکن روس و روم کی جنگ میں جبکہ وحشی روسیہ کی فوجوں نے نو لاکھ بے پناہ عورتوں اور بچوں کو سخت قصائی پنے سے قتل کر ڈالا تھا تو یسوع مسیح کے نام لیوا سر ولیم میور کی آنکھ میں نمی بھی نہیں آئی تھی اس خدا کے بندے کو صرف ایک نابینا شخص کے خود اختیاری فعل پر تو نکتہ چینی کرنے کا موقعہ مل گیا مگر اپنے بڑے بڑے مسیحیوں کے اعمال کی خبر نہیں۔ ہم سب عیسائیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی گروہ یا قوم یا گورنمنٹ کے خلاف جوشیلے اشعار یا وعظ لکھ کے آمادہ جنگ کرے تو اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے۔ بہر حال ہم اس عورت اور اس کے قتل کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ یہ عورت یہودن تھی اور اس کا نام عصماء تھا اور اس کے باپ کا نام مروان تھا اور یہ قبیلہ بنی اوس سے تعلق رکھتی تھی اور بہت بڑی شاعر تھی اس نے غزوۂ بدر کے بعد ایک نظم موزوں کی جس میں اس نے مدینہ کے رہنے والے یہودیوں کو ان کی بیوقوفی اور بزدلی پر سخت لعنت ملامت کی اور کہا ایسے شخص پر (مراد از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے کیوں بھروسہ کیا جس نے اپنے ہی خاندان کے سب سے بڑے شخص کو قتل کر ڈالا تم اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو اور مدینہ سے اس کو مار کے نکال دو۔ اشعار مثل تیر آگ کے چاروں طرف پھیل گئے اور ان کی اتنی جلدی اشاعت ہوئی کہ اگر چھاپ کر کوئی پیپر تقسیم کی جائے تو اتنی جلدی اس کی۔

اشاعت نہ ہو۔ سنتے سنتے مسلمانوں کے کانوں تک بھی یہ اشعار پہنچے ان کو جس قدر پریشانی اور غصہ ہونا تھا وہ کم تھا ابھی بہ مشکل قریشیوں سے بال بال بچے تھے کہ یہودیوں سے جنگ کرنے کا بہانہ ہو جاتا۔ وہ یہ اشعار سنتے ہی بھڑک اٹھے اور ان کا غصہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ جب ان کے مجمع میں ایک شخص نے وہ شعر پڑھ کے سنائے تو سب سے پہلے عمیر بن عدی جو آنکھوں سے اندھے تھے نہایت پرجوش لہجہ میں قسم کھا کے بولے کہ میں اسی عورت کی قوم میں سے ہوں اور میں ہی اسے قتل کروں گا۔ چنانچہ جب وہ حضور انور کے ساتھ غزوہ بدر کے بعد مدینہ واپس آئے تو اپنی قسم پورا کرنے کی انہیں فکر ہوئی وہ چند روز کے بعد اندھیری رات میں کسی ترکیب سے اس کے مکان میں جا چھپے اگرچہ آپ نابینا تھے مگر کمال یہ کیا کہ عورت پر حملہ کرنے سے پہلے آپ نے اس کے بچے کو اس کے پاس سے علیحدہ کر دیا اور اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کے اس قدر زور سے دبایا کہ تلوار ہڈی کو توڑتی ہوئی پیٹھ سے نکل گئی۔ علی الصباح آپ فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے جب حضور انور کے ساتھ نماز پڑھ کے فارغ ہوئے تو حضور انور نے آپ کی صورت دیکھ کے پہچان لیا کہ اس نے اپنی قسم پوری کر دی ہے چنانچہ آپ نے ارشاد کیا عمیر کیا تم نے مروان کی لڑکی کو قتل کر ڈالا عمیر نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ پھر عمیر نے خوف کھا کے حضور انور سے دریافت کیا کہ آیا یہ کام مجھ سے کوئی برا تو نہیں ہوا اور کیا مجھے اس کی پاداش ملیگی حضور نے ارشاد فرمایا مگر تمام صحابہ کی طرف خطاب کر کے۔

" اذا احببتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ و رسولہ بالغیب فانظروا الیہ "

یعنی اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو کہ جس نے خدا اور اس کے رسول کی مدد کی تو دیکھو وہ یہاں ہے حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا کہ حضور کا مطلب عمیر بن عدی اندھے سے ہے حضور نے ارشاد کیا نہیں اسے اندھا نہ کہو بلکہ اسے عمیر بینا کہو۔

بعض مورخوں نے اس روایت میں اختلاف کیا ہے اور ان کا یہ اعتراض ہے کہ جب سیکڑوں بینا صحابی حضور انور کی خدمت میں حاضر تھے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک اندھا شخص کیونکر ایسے نازک کام کے لئے مقرر کیا جاتا اگرچہ شامی نے اپنی کتاب میں عصماء کے قاتل کا نام عمیر ہی لکھا ہے مگر فی الواقع بات سمجھ میں نہیں آتا بلکہ ہم نے جہاں تک تحقیق کیا وہ یہ معلوم ہوا کہ عمیر نے اپنی طرف سے ایک دوسرے شخص نوجوان کو اس عورت کے قتل کے لئے مقرر کیا تھا بہر حال کچھ ہو یہ قتل کوئی ناجائز قتل تصور نہیں کیا جا سکتا۔

نماز پڑھتے اور حضور انور سے باتیں کرنے کے بعد جب عمیر اپنے گھر واپس آنے لگے تو بلندی مدینہ پر انہوں نے دیکھا کہ عصما کے بیٹے اپنی مقتول ماں کو دفن کر رہے ہیں انہوں نے عمیر کی صورت دیکھتے ہی اس پر لعنت ملامت کی۔ عمیر نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم نے وہی اشعار جو تمہاری ماں نے تصنیف کئے تھے منہ سے نکالے تو میں تمہاری ماں کی طرح تمہارے قتل کرنے کی بھی قسم کھاتا ہوں گا اور نہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے سارے خاندان کو قتل کر ڈالوں گا یہ سن کے لڑکوں کو بہت ہی غصہ آیا اس وقت تو وہ خاموش ہو رہے۔ لیکن انہوں نے علانیہ مسلمانوں کے خلاف منادی کرنی شروع کی۔ بنی اوس کا یہ گروہ تو پہلے ہی اسلام اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا اسے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کے لئے صرف ایک بہانہ چاہیے تھا ان لوگوں کی شرارتیں حد سے زیادہ گزر گئی تھیں اگرچہ حضور انور سے انہوں نے ہر قسم کا معاہدہ کر لیا تھا مگر خفیہ خفیہ اسلام کی بیخ کنی کے درپے تھے اور مشرکین مکہ کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے اور انھیں ساری خبریں مسلمانوں کی پہنچاتے تھے۔

عصمار کے قتل کے بعد ایک یہودی ابو افاق نامی کو مسلمانوں کے خلاف جوش آیا اور حالانکہ ان بد نصیبوں سے معاہدہ ہو چکا تھا مگر یہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور اس یہودی نے عصمار کی طرح اشعار کہہ کر مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کو بھڑکانا چاہا مسلمانوں کو اس کے اشعار سے بہت ہی تکلیف پہنچی آخر یہ شخص بھی ایک مسلمان کے ہاتھ سے قتل کر ڈالا گیا۔

ہشامی لکھتا ہے کہ یہ یہودی بہت دنوں سے اسلام کا دشمن تھا اور حارث کے قتل کے بعد سے اسنے اشعار کہنے کا وطیرہ اختیار کر لیا تھا مگر یہ ہشامی کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حارث جنگ احد کے بعد قتل ہوا ہے جب حضور انور نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ اپنی بد معاشی سے باز نہیں آتے تو آپ حجت پوری کرنے کے لئے بنی قینقاع کے پاس خود تشریف لے گئے جو ایک مضبوط مقام میں رہتے تھے اور انہیں اپنی قوت اور فنون حرب کی مہارت پر بہت ہی غرور تھا آپ نے انہیں جمع کیا اور آپ نے یہ فرمایا خدا کی قسم تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں لھذا تم مجھ پر ایمان لاؤ اور ایسی شرارت انگیز باتیں نہ کرو مجھے خوف ہے کہ تمہاری قسمت بھی قریشیوں کی سی نہ ہو جائے۔ انہوں نے ہنسکر جواب دیا آپ اپنی پیغمبری کو رہنے دیجئے قریشیوں پر فتح پاکر نہ پھولئے وہ لوگ فن قتال سے بالکل نابلد ہیں انہیں کیا معلوم کہ جنگ کیونکر کرتے ہیں۔ یہ سنکر حضور انور خاموش ہو رہے اور آپ واپس چلے آئے اس کے

دوسرے روز ایک عربی لڑکی جس کی مدینہ کے ایک مسلمان سے شادی ہوگئی تھی بنی قینقاع کے بازار میں سنار کی دوکان پر کچھ گہنا بنوانے آئی اور دوکان پر بیٹھ گئی ایک یہودی نے شرارت سے چپکے سے پیچھے سے آکے اس کے جامہ میں کیل ٹھونک دی جب وہ لڑکی بے خبری میں یکایک اٹھی تو اُسے ایک جھٹکا لگا اور اس کا کپڑا پھٹ گیا۔ یہودی نے اس پر آوازہ کسا اور ایک قہقہہ مارا ایک مسلمان سامنے کھڑا ہوا تھا اس نے جب یہ صورت دیکھی تو یہودی کو ڈانٹا اور اس کی اس بیہودگی پر اُسے لعنت ملامت کی یہودی نے اس مسلمان پر حملہ کیا اور پھر ادہر اُدہر سے اسکی مدد کو بہت سے یہودی نکل آئے اور بے رحمی سے اس اکیلے مسلمان کو قتل کر ڈالا اور عربی لڑکی کی بھی علانیہ توہین کی گئی اس مسلمان کے کنبہ نے مدینہ کے مسلمانوں سے فریاد کی انہوں نے حضور انور کی خدمت میں آکے سب عرض کر دیا۔ اور یہودیوں پر حملہ کی اجازت چاہی۔ حضور کو بھی بڑا رنج ہوا۔ آپ نے مسلمانوں کو حملہ کا حکم دیا حضرت امیر حمزہ سفید جھنڈا ہاتھ میں لیکے اور فوج کے سرگروہ بن کے یہودیوں پر حملہ آور ہوئے یہ واقعہ وسط شوال میں پیش آیا یہودیوں کی گڑھی بہت ہی سخت تھی حضرت امیر حمزہ نے آکے اس کا محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف سے مخالف کی امدورفت بند کر دی پندرہ روز تک محاصرہ رہا۔ ان لوگوں سے بنی خزرج نے مدد دینے کا وعدہ کیا تھا مگر جب وہ ان کی مدد کو نہ آئے آخر انہوں نے مجبور ہو کے شرائط پر اطاعت کرنی چاہی۔ حضور انور نے انہیں اجازت دی کہ تم آؤ اور اس کے متعلق گفتگو کرو چنانچہ بہت سے یہودی نیچے اتر کے چلے آئے ان کی طرف سے گفتگو کرنے والا اور شرائط صلح طے کرنے والا عبداللہ بن ابی منافق تھا جو اسلام کا تلخ تر دشمن اور مسلمانوں کا اول درجہ کا مخالف تھا۔ اور بہت کچھ مسلمانوں کہسا تھا چنانچہ ابھی شرائط صلح پیش بھی نہیں ہوئی تھیں کہ اس نے بڑی دلیری سے آگے بڑہ کے حضور انور کے گریباں میں ہاتھ ڈال دیا اور بہت زور سے پکڑ لیا (کیونکہ امیر حمزہ کو روانہ کرنے کے بعد حضور انور بنفس نفیس جنگ میں تشریف لے آئے تھے) اور کہا کہ اگر تم میرے سب ساتھیوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرو تو میں تمہارا گریبان چھوڑ دونگا حضور انور کو بہت ہی برا معلوم ہوا حضور نے بہت غصہ میں ارشاد کیا کہ تیری یہ سخت گستاخی اور نا انسانیت ہے تو میرا گریبان چھوڑ دے اس بدنصیب یہودی نے جواب دیا کہ نہیں یہ بھی نہیں ہونے کا جب تک ان سب کے چھوڑ دینے کا وعدہ نہ کرو گے میں تمہارا گریبان نہیں چھوڑنے کا حضور نے پھر غصہ میں فرمایا

کمبخت مجھے چھوڑ دے عبداللہ نے کہا نہیں ہرگز نہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ تین سو زرہ پوش سپاہیوں اور چار سو نیزہ گزاروں کو جنہوں نے اسود و احمر میں میری حفاظت کی تھی ایک دن میں قتل کر دیں حضور انور نے آخر یہ فرمایا کہ لعنت ہے اس پر اور لعنت ہے اس کے ساتھیوں پر انہیں سب کو چھوڑ دو مگر یہ یہاں نہ رہیں اور کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔

حضور انور نے عبادہ بن صامت کو حکم دیا کہ تم انہیں حدود شام میں پہنچا دو عبادہ بنی خزرج کے قبیلہ کا شیخ تھا انہوں نے عبادہ سے کہا کہ تم ہمیں تین دن کی مہلت دو مگر عبادہ نے اُسے منظور نہ کیا کیونکہ اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا عبادہ ان لوگوں کو لے کر ذباب پہنچے اور پھر وہاں سے ارزعات میں داخل ہوئے جو شام کی حدود میں واقع تھا۔

مال غنیمت

اس گروہ کا جو مال مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اس میں روپیہ پیسہ نہیں تھا اور نہ غلہ وغیرہ تھا کیونکہ یہ گروہ زراعت پیشہ نہ تھا اور نہ کوئی زرعی زمین اس کے قبضہ میں تھی ان کے گھروں میں ہتھیار اور سنار کے اوزار تھے کیونکہ قریب قریب یہ سارا قبیلہ سنار تھا۔ حضور انور کے حصہ میں صرف آٹھ زرہیں آئیں تین تیر کمانیں۔ تین تلواریں اور دو تھیلے کھجوروں کے عوض غنیمت کا پانچواں حصہ علیحدہ کر لیا گیا اور باقی کا فوج میں تقسیم ہو گیا۔

اس لڑائی پر تمام عیسائی نکتہ چینیوں کا یہ اعتراض ہے کہ بنی قینقاع پر یہ حملہ سخت دغا بازی اور فریب سے کیا گیا حالانکہ تمام تاریخی واقعات اس بات کی تردید کرتے ہیں مخالفوں سے ان لوگوں کی سازش کا پورا پتہ لگ چکا تھا اور پھر نوجوان مسلمان لڑکی سے مذاق کرنا اور اسے چھیڑنا جو اس جنگ کی سب سے بڑی بنیاد ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے مخالفوں کا فرض یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہر گروہ کو تنہا در بہ مظلوم سمجھیں بلکہ معصوم بھی اور یہ خیال کر لیں کہ دنیا میں اگر کوئی گنہگار قوم ہے تو وہ مسلمانوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے مگر ایسے خیالات پر نہایت افسوس ہے اور تعجب ہے کہ خداوند مسیح کے ماننے والے کیوں ایسا ظلم روا رکھتے ہیں جب اپنا یہودیوں سے مقابلہ ہوتا ہے تو انہیں دنیا بھر کی بدتر اور ذلیل قوم سے تعبیر کرتے ہیں اور جب مسلمانوں کے مقابلہ میں یہودیوں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی بیگناہیت اور مظلومیت کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ سر ولیم میور متوفی یہ لکھتے ہیں کہ بغیر کسی اعلان جنگ اور خط و کتابت کے آنحضرت نے یہودیوں پر حملہ کر دیا یہ عجیب بات ہے کہ موجودہ قوانین جنگ کی عینک سے آپ اس زمانے کے واقعات

جنگ کو دیکھتے ہیں عجیب عقل ہے۔ مکہ کے قریشیوں نے جب مدینہ پر حملہ کیا ہے تو انہوں نے کب اس کے متعلق خط و کتابت کی تھی اور کب اعلان جنگ دیا تھا اس پر بھی یہ بات دیکھنے کی ہے کہ حضور انور کے زبانی کل باتیں طے کر لی تھیں جبکہ بنی قینقاع نے ساری ہدایتوں اور نصیحتوں کا حضور انور کے یہ جواب دیا تھا کہ آپ قریشیوں پر فتح پا کر نہ پھولئے وہ لوگ فنون جنگ سے محض نابلد ہیں جب ہم سے ہاتھ ملے گا تو آپ کو کیفیت کھل جائے گی درحقیقت کیا یہودیوں کی طرف سے یہ اعلان جنگ نہ تھا کیا اس بات سے بنی قینقاع آمادہ پیکار نہ تھے انصاف سے واقعات کو جانچ کے کہو کہ اس میں قصور مسلمانوں کا تھا یا یہودیوں کا۔ پھر یہ اعتراض کہ یہودیوں پر بےخبری میں مسلمانوں نے حملہ کیا محض غلط ہے اگر انہیں خبر نہ ہوتی تو وہ کیوں اپنا پورا انتظام کر لیتے اور مسلمانوں کو پندرہ سولہ روز تک کس لئے محاصرہ کرنا پڑتا صحیح واقعات کو نظر انداز کر جانا اور معمولی باتوں سے غلط استنباط کرنا یہ شان مورخی اور علم نہیں ہے۔

یہودیوں کے دوسرے قبائل پر اس فتح کا اثر

بنی قینقاع کے اس واقعہ سے تمام اسرائیلی قبائل چونک پڑے اور مسلمانوں کے خلاف سب نے تعلق کر لیا ان کی دشمنی کی آگ اور زیادہ بھڑکنے لگی اور انہوں نے باہم مل جل کر اس بات کا فیصلہ کیا کہ سب ملکے مسلمانوں پر حملہ کرو اور انہیں نیست و نابود کر دو مگر ان قبائل کا جن میں سالہا سال سے عداوت چلی آتی تھی آناً فاناً میں مل جانا ایک امر محال تھا مگر ہاں نامہ و پیام اور صلاح اور مشورہ ہونے لگا اور مسلمانوں کے برباد کرنے کی مزید تدبیریں عمل میں آنے لگیں۔

غزوہ سویق

بنی قینقاع کے فتح کے بعد حضور انور نے ایک مہینے تک آرام لیا مگر یکایک مکہ کے قریشیوں نے پھر انتقام کا خیال کر کے مدینہ کی طرف باگیں اٹھائیں جس سے مسلمانوں میں ایک سنسناہٹ پیدا ہو گئی بدر کی شکست کے بعد ابوسفیان نے مکہ واپس آ کے یہ قسم کھائی کہ میں نہ سر میں تیل ڈالوں گا نہ عطر ملوں گا اور نہ کوئی کام کرونگا جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لے لوں گا اور یہ بھی ارادہ کر لیا کہ مدینہ کے اندر گھس کے مسلمانوں پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ دو سو سوار زرہ پوش اور ہتھیار بند ساتھ لیکے مشرقی راستے نجد کی سمت چھپتا ہوا بنی النضیر کی بستی میں پہنچا یہ یہودیوں کے ایک قبیلہ کی بستی ہے اور یہ یہودی مدینہ کے قریب رہتے تھے ان سے حضور انور کا معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ مسلمانوں کے کسی دشمن کو نہ اپنے ہاں رکھیں گے اور نہ اسے مدد دیں گے بلکہ مسلمانوں کے

پہلو بہ پہلو ان کے مخالف سے جنگ کریں گے اس معاہدہ کے خلاف بنی النضیر نے ابوسفیان کو اپنے ہاں اتارا اس کے لئے سامانِ رسد جمع کر دیا اور ہر طرح سے اس کی خاطر داری کی اگرچہ ایک تاریخ میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ اس قبیلہ کے سردار نے خوف کے مارے انھیں شب بھر رکھ کے صبح کو رخصت کر دیا تاکہ مخالف کا کھٹکا نہ پھر بھی اپنے ہاں قیام کسی طرح بھی جایز نہ تھا اس کے بعد ابوسفیان حی بنی اخطب کے ہاں جا کے ٹھیرا تاکہ حضور انور اور آپ کے اصحاب کا کچھ حال معلوم ہو جائے مگر حی نے صاف جواب دیدیا کہ میں تمہیں اپنے ہاں نہیں ٹھیرنے دوں گا اور نہ میں تمہیں کچھ حالات بتاؤں گا۔ اس سے مایوس ہو کے ابوسفیان سلام بن شکم کی منزل میں آیا یہاں اس کی بہت ہی خاطر داری کی گئی اور خوب پُر تکلف دعوت ہوئی۔ سلام نے مسلمانوں کی پوری خبریں بھی اس کے آگے بیان کیں شب تو ابوسفیان نے سلام کے پاس گزاری اور صبح کی پوپھٹتے ہی وہ سیدھا آگے بڑھا چلا گیا اور حرے کے اس باغ میں جو مدینہ کے شمال شرقی جانب دو یا تین میل فاصلہ پر تھا چند بے خبر انصار پر حملہ کیا بے خبر مسلمان بیٹھے ہوئے کاشت کر رہے تھے ابوسفیان کے دو سو خونخوار سوار ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو پارہ پارہ کر دیا چونکہ ابوسفیان کی قسم پوری ہو چکی تھی اس لئے وہ فوراً مکہ واپس چلا گیا۔ مدینہ میں داخل ہونے اور مسلمانوں سے دست بدست جنگ کرنے کی اُسے جرات نہ ہوئی جوں ہی یہ خبر مدینہ میں پہنچی مسلمانوں میں ایک تہلکہ بپا ہو گیا حضور انور اس دغابازی کے حملہ سے سخت آشفتہ خاطر ہوئے آپ نے نہایت دلیری اور استقلال سے چند مسلمانوں کو لیکے ابوسفیان کے تعاقب میں گھوڑے ڈال دے راستے میں مسلمانوں کو جرب السویق بہت سی پڑی ملیں جن میں قریشوں کا کھانا بھرا ہوا تھا چونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان ہمیں آلیں گے اور یہ بوجھ ہمارے بھاگنے میں مزاحم ہوگا اس لئے انھوں نے اپنے کھانے کا سامان راستہ میں ڈال دیا پانچ دن تک حضور انور تعاقب کرتے رہے مگر ابوسفیان نکل چکا تھا آخر آپ اس بے نتیجہ تعاقب کو ترک کر کے مدینہ واپس تشریف لے آئے یہ ذالحجہ کا مہینہ تھا اور بقرعید قریب آ گئی تھی آپ نے مدینہ واپس تشریف لا کر بہت دھوم سے تہوار منایا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر

گرمی اور موسم خزاں میں صرف دو یا تین بہت چھوٹے چھوٹے غزوے واقع ہوئے اور یہ غزوے بنی سلیم اور غطفان سے ہوئے تھے جو مدینہ کے جانب شرق نجد کے میدانوں میں آباد تھے بنی غطفان کا خون قریشوں سے ملا ہوا تھا مثل ابوسفیان کے بنی غطفان وغیرہ نے بھی یہ چاہا کہ مدینہ کو تاخت و تاراج

کر ڈالا جائے اور چوری چھپے حملہ کرکے جو ملے اس کو لوٹ لیا جائے اور قتل کر ڈالا جائے آخر ایک دن سب یہودی قرقرہ الکدر میں مدینہ پر حملہ کرنے کے مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔

آپ نے فرماتے ہی فوراً دو سو مہاجرین اور انصار کو ساتھ لیکے کوچ کر دیا جس وقت آپ اس مقام پہنچے تو دیکھا کہ ایک متنفس بھی نہیں ہے مگر پانچ سو اونٹوں کا ایک گلہ ایک چھوٹا سا بچہ چرا رہا ہے آپ نے اُن اونٹوں کو معہ اس لڑکے کے گرفتار کر لیا اور مدینہ کی طرف باگیں موڑ دیں راستے میں آپ نے شب کو ایک جگہ منزل کی علی الصباح جب مسلمان نماز پڑھنے لگے تو وہ لڑکا بھی اُن کے ساتھ از خود نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ نے عرض کیا کہ ہم سچے دل سے اس لڑکے کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں آپ نے اُس لڑکے کو جس کا نام یسار تھا خوشی سے قبول کر لیا اور اس کے بعد فوراً آزاد کر دیا (کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۳ واقدی صفحہ ۱۸۲۔ طبری صفحہ ۱۳۳۱۔ ہشامی صفحہ ۲۴۶) وہ اونٹ مدینہ میں پہنچ کے صحابہ میں تقسیم کر دئے گئے۔

اس کے ایک مہینے کے بعد غطفان نے پھر سر اٹھایا اور انہوں نے نجد میں ذی آمر مقام پر ایک بہت بڑی فوج جمع کرکے یہ چاہا کہ مدینہ پر حملہ کرکے اُسے تاخت و تاراج کر دیا جائے یہ خبر حضور انور کے گوش مبارک میں پہنچی کہ ساڑھے چار سو آدمی جن میں سوار و پیادے دونوں ہی ذی آمر میں جمع ہوئے ہیں آپ فوراً کچھ آدمی ساتھ لیکے اس مقام کی طرف روانہ ہوئے جب دشمن نے یہ سنا کہ حضور انور تشریف لا رہے ہیں تو وہ فوراً اُس مقام کو چھوڑ کے اپنے تمام کنبوں اور مویشیوں کو ساتھ لیکے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر چلے گئے صرف ایک شخص راستے میں ملا جو گرفتار ہونے کے بعد فوراً ایمان لے آیا اور اُس نے راستہ بتا دیا چنانچہ اس غزوہ میں آپ کے گیارہ روز صرف ہوئے اور پھر آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

اس کے چند روز کے بعد پھر یہ خبر آئی کہ بنی سلیم نے بہت سے لوگ اکٹھے کئے ہیں اور وہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے منتظر بیٹھے ہیں ناچار حضور انور کو پھر روانہ ہونا پڑا آپ پہلی جمادی الثانی ۳ھ کو بنی سلیم کے مقام بحران میں پہنچے مگر دشمن کا کہیں پتہ نہ پایا آپ چند روز مقام مذکور میں قیام فرما کے مدینہ واپس چلے آئے یہ چند مہینے نہایت کامیابی مگر ساتھ ہی اس کے سخت پریشانی کے مسلمانوں پر گزرے کیونکہ مخالف انہیں دم بھر چین نہ لینے دیتے تھے جہاں انہوں نے چند روز آرام لیا اور اُن پر حملہ کرنے کی دھمکی دینے لگے ناچار اپنی حفاظت خود اختیاری کی بنا پر اور مدینہ میں امن رکھنے کے خیال سے اپنا راحت و آرام چھوڑ

کے مخالفوں کی سرکوبی کی طرف رجوع کرتے تھے اور خداوند تعالےٰ محض ان کے مظلومیت کی وجہ سے ان کی مدد کرتا تھا۔

قریشوں کو یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ دریا کے کنارے کنارے شام میں تجارت کے لئے جانا اب دشوار ہو رہا ہے وہ سخت پریشان تھے کہ اس کی کیونکر تدبیر کریں۔ انھیں یہ بات معلوم تھی کہ وہ قبائل جو ینبوع کے راستے میں بستے ہیں ان کا عہد و پیمان تو مسلمانوں سے ہو چکا ہے وہ ہماری ہرگز مدد نہیں کرنے کے پھر کونسا راستہ اختیار کیا جائے جس سے ہماری تجارت میں کوئی فرق نہ آئے انہوں نے باہم مل کے ایک دوسرے سے یہ کہا کہ اگر ہم اسی طرح گھر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھے رہے تو ایک دن مکہ کی در و دیوار کو بھی توڑ کے کہا جائیں گے اگر ینبوع کا راستہ ہم پر بند ہو گیا ہے تو ہمیں عراق کے مشرقی راستے پر جانے سے کون مانع ہے چنانچہ انہوں نے ایک قافلہ وسطی صحرا میں سفر کرنے کے لئے تیار کیا اس قافلہ کا سالار صفوان بن امیہ مقرر ہوا اور وہ بہت سا قیمتی سامان لیکے شام کی طرف چلا رہنما ایک عرب فرات نامی ہوا اور وہ اسے ایک پوشیدہ راستہ سے لے کے روانہ ہوا اتفاق سے ایک عرب مدینہ کا یہودیوں سے ملنے آیا اس نے چپکے سے اس قافلہ کا حال ان سے بیان کیا چونکہ یہ بات کئی آدمیوں کے سامنے بیان کی گئی اس لئے اکثر لوگ اس کا چرچا کرنے لگے اور رفتہ رفتہ یہ خبر حضور انور کے گوش مبارک تک پہنچی آپ نے زید بن حارث کو حکم دیا کہ وہ فوراً سو سواروں کو ساتھ لیکے اس قافلے کے تعاقب میں روانہ ہو چنانچہ زید بہت تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے اور قافلہ کو آلیا قریش کے سردار مسلمانوں کے سوار دیکھ کے بھاگ گئے تمام مال مسلمانوں کے ہاتھ لگا ایک یا دو قیدی بھی بنائے گئے زید کل سامان اور قیدی لیکے مدینہ میں واپس چلے آئے کل سامان کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ درم کیا گیا پانچواں حصہ علحدہ کرنے کے بعد آٹھ سو درم ایک ایک سپاہی کے حصہ میں آئے فرات بطور جنگی قیدی کے حضور انور کی خدمت میں پیش کیا گیا اس نے رسول اللہ کے آگے آکے اسلام قبول کیا آپ نے فوراً بغیر فدیہ کئے اُسے آزاد کر دیا۔

کعب بن الاشرف کا قتل

جب مسلمانوں کو بدر کی لڑائی میں فتح حاصل ہوئی تو یہودیوں کو جو آنحضرت کے تلخ تر دشمنوں میں سے تھے بہت ہی رنج و ملال ہوا انہوں نے باہم مشورہ کرنا شروع کیا کہ مسلمانوں کی کیونکر بیخ کنی کرنی چاہئے کیونکہ بدر کی فتح کے بعد مسلمانوں پر غلبہ پانا بہت ہی کٹھن کام ہے چنانچہ ان میں سے ایک شخص کعب بن الاشرف

جو بنی نضیر کے قبیلے کا ایک یہودی تھا اپنے روحانی صدمہ کو جو مسلمانوں کی فتح سے اسے پہنچا تھا پہلے پہل
اور فوراً قریشیوں کو جوش دینے کے لئے مکہ روانہ ہوا اس نے جا کے اُن سے بیان کیا کہ تمہارے بہادر عزیز
کا کہ جو بدر کے کنوئیں میں خون آلودہ پڑے ہوئے ہیں کیوں نہیں انتقام لیتے اس نے کئی دردناک مرثیے لکھ کے
اُن کے آگے پیش کئے تاکہ انہیں جنگ پر تحریک ہو کعب کے مرثیے پڑھنے کا قریشیوں پر اس قدر اثر ہوا کہ
وہ زار و قطار رونے لگے اور انہوں نے ایک مہینہ کامل ماتم داری رکھی کعب نے واقعہ بدر سے پہلے بھی حضور
انور کی شان میں بہت سے ہجویہ اشعار موزوں کئے تھے جب اس یہودی نے قریشیوں کو پورے طور پر بھڑکا
دیا اور وہ اپنی اس حرکت میں کامیاب ہوا تو پھر مدینہ میں واپس چلا آیا اور پھر بھی وہ چین سے نہ بیٹھا اس
نے عورتوں سے مخاطب ہو کر ایک زہریلی اور پرجوش نظم موزوں کی اور اس سے یہودیوں کے قبائل
کو اُبھارا جب حضور انور کو کعب کی بیجا شرارت معلوم ہوئی اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ ایک بہت بڑی
خونریزی کرانا چاہتا ہے اور بنی نوع انسان کی بربادی پر کمربستہ ہے تو آپ کو سخت صدمہ ہوا اور اسی
صدمہ میں آپ نے فرمایا "اللھم اکفنی ابن الاشرف بما شئت فی علانہ الشرّ" یعنی یا اللہ تو مجھ کو بچا
ابن اشرف کے بیٹے سے جس صورت سے کہ تو اس کے شر سے نجات دینا پسند کرے۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب
سے خطاب کر کے فرمایا کہ جس شخص نے خواہ نخواہ مسلمانوں کی بربادی پر کمر باندھ لی ہے اور انہیں برابر
ایذا دینے کی تدبیریں کر رہا ہے کون شخص ہے جو اس آفت سے خدا کی مخلوق کو نجات دے سکتا ہے
یہ سنکے محمد بن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ اس کے شر کو مٹا دوں حضور
نے ارشاد کیا اچھی بات ہے میں نے تمہیں اجازت دی چنانچہ مسلمہ اپنے مکان پر چلے گئے اور انہوں
نے تین دن رات نہ کھایا نہ پیا۔ حضور انور کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے مسلمہ کو بلایا اور اس
فاقہ کشی کا سبب دریافت کیا۔ مسلمہ نے عرض کیا کہ میں نے حضور سے وعدہ تو کر لیا ہے مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ
اس وعدہ کا ایفا کروں گا یا نہیں۔ حضور نے ارشاد کیا کہ اپنی طاقت کے مطابق اس کام میں کوشش کرو تم پر
ایسا بار نہیں ڈالا جاتا کہ تم اسے برداشت نہ کر سکو۔ مسلمہ نے عرض کیا کہ جب تک میں دو چار آدمیوں کو اس کام میں
شریک نہ کروں گا مقصد حاصل نہیں ہونے کا اس بنا پر میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے ان ہی اشخاص کے آگے اس راز
کے افشا کرنے کی بھی اجازت مل جائے حضور انور نے مسلمہ کو رخصت دیدی کہ جس سے تم مناسب سمجھو یہ
بات کہدو۔ یہ سنکے مسلمہ پھر اپنے گھر واپس چلے آئے اور انہوں نے ابو نائلہ اور سلطان بن سلامہ کو جمع

کعب کے رضاعی بھائی تھے اور عباد بن بشر اور حارث بن معاذ اور ابو عیسے کو اپنے ساتھ شریک کر لیا۔
یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن سلمہ بھی کعب بن الاشرف کا رضاعی بھائی تھا۔ یہ سب آدمی ایک جگہ جمع
ہوئے اور انہوں نے مشورہ کر کے ابونائلہ کو کعب کے پاس بھیجا کعب اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا ابونائلہ
نے جا کے کہا کہ میں ایک خاص کام کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور وہ یہ کام ہے کہ میں تم سے کچھ
مدد چاہتا ہوں کیونکہ افلاس نے مجھے تنگ کیا ہے اور یہ افلاس محض راستوں کے بند ہونے اور باہمی
جھگڑے اور فساد کے باعث پیدا ہوا ہے میں اپنے بچوں کو کیا کھلاؤں جبکہ میرے کھانے کے لئے میرے
پاس کچھ نہیں ہے کعب نے کہا کہ میں نے تجھ سے پہلے ہی اس قسم کی باتیں کہی تھیں مگر تو نے نہ مانا اور
تو اپنی ہٹ پر قائم رہا اب بھی وقت نہیں گیا ہے ابونائلہ نے جواب دیا کہ عقیدے کے متعلق گفتگو کرنے کی
ضرورت نہیں ہے اور بھی بہت سے لوگ آنحضرت پر ایمان لے آئے ہیں اور میں بھی انہیں میں کا ایک
شخص ہوں میرا مطلب صرف یہ ہے کہ کچھ کھانے کی چیزیں بطور قرض کے تجھ سے لوں اور جو چیز مناسب
ہو وہ تیرے پاس بطور رہن کے رکھ دوں کعب نے کہا کہ خرموں سے بہتر تمام مدینہ میں خرمے نہیں
ہوتے اگر تم مجھ سے خرمے وغیرہ لینا چاہتے ہو تو اپنی عورتیں گروی رکھ دو ابونائلہ نے اس کا یہ جواب دیا
کہ یہ بات کیونکر ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو کہ جو تمام عرب میں زیادہ شرم اور عصمت والی ہیں تمہارے
پاس گروی رکھ دیں۔ کعب نے کہا اگر تم عورتیں گروی نہیں رکھ سکتے تو اپنے بچوں کو گروی رکھ دو۔
ابونائلہ نے کہا یہ بھی ممکن نہیں سخت شرم اور ندامت کا باعث ہے کہ ہم اپنے بچوں کو تمہارے سپرد کر دیں
ہاں اگر آپ ہمارے ہتھیار گروی رکھنا چاہیں تو ہم بوقت شب آپ کو لا کے دیدیں گے۔ کعب نے اس
درخواست کو قبول کر لیا اور کہا جب تمہارا جی چاہے ہتھیار لے آنا اور مجھ سے خرمے وغیرہ لے جانا یہ باتیں
کر کے ابونائلہ کعب کے گھر سے واپس چلے آئے اور اپنے دوستوں سے ساری کیفیت بیان کر دی رات
کے وقت ابونائلہ معہ چار آدمیوں کے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کعب کے مکان پر گئے اور آواز دی کعب
سنکر اٹھا اور باہر آنے لگا اس کی بیوی نے کہا تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ میرے بھائی ابوسلمہ
اور ابونائلہ آئے ہیں میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ میں تیرا جانا مناسب نہیں سمجھتی ان
لوگوں کی آواز میں مجھے خون کی آمیزش معلوم ہوتی ہے بہتر تو یہی ہے کہ تو اس وقت نہ جا اور انہیں ٹال
دے مگر کعب نے اس کا مذاق اڑا دیا ہر چند اس نے دامن بھی پکڑا اور اصرار بھی کیا مگر کعب نیچے اتر آیا

اور اپنے بھائیوں سے باتیں کرنے لگا اور جو گفتگو ابو نائلہ سے ہو چکی تھی وہ از سر نو ہم درمیان میں آگئی اور شروع سے ہونے لگی۔
اس کے بعد محمد بن مسلمہ اور اس کے رفیقوں نے کعب سے کہا کہ اگر آپ کو ناگوار نہ ہو اور دل چاہے تو ہمارے ساتھ آئے چاندنی کی سیر کریں اور راشعب عجوز میں چلیں اور باقی شب محادثہ میں گزار دیں کعب نے کہا اچھا میں چلتا ہوں چنانچہ وہ ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں ابو نائلہ نے کہا کہ کعب تمہارے بالوں سے بہت اچھی خوشبو آتی ہے کعب نے کہا میری بیوی نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی معاشرت کی ہے یہ ساری خوشبو اسی کی وجہ سے بالوں میں پیدا ہوئی ہے ابو نائلہ نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں اچھی طرح تمہارے بالوں کو سونگھوں کعب نے کہا مجھے کچھ عذر نہیں ہے چنانچہ ابو نائلہ کعب کی زلفیں پکڑ کے سونگھنے لگے اور اسی اثنا میں اپنے دوستوں سے کہا کہ تم بھی کعب کے بال سونگھو۔ ان میں سے کیا اچھی خوشبو آرہی ہے سب کعب کے بالوں کو سونگھنے لگے جب ابو نائلہ کے قبضہ میں کعب کی زلفیں اچھی طرح سے آگئیں تو اس نے اپنے دوستوں سے اشارہ کیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے چنانچہ تلواریں پڑنی شروع ہوئیں مگر عجیب بات ہے کہ ایک تلوار بھی کارگر نہ ہوئی محمد بن مسلمہ نے آخر کار اپنا خنجر کعب کی ناف میں کر دیا اس پر کعب نے اس قدر شور مچایا کہ اس کے حصار والے جاگ اٹھے اور انہوں نے آگ روشن کر کے دیکھنا چاہا کہ یہ کون چیخ رہا ہے مگر انہیں کچھ پتہ نہ لگا اور یہاں ابو نائلہ وغیرہ نے جس وقت کعب خنجر کھا کر گرا ہے اس کا سر اتار لیا اور کہا کہ خدا کی مخلوق کے دشمن کو کہ جو ہزاروں آدمیوں کا خون بہانا اپنا فرض منصبی سمجھے ۔۔ آج اس صورت سے قتل کیا گیا ہے۔
اپنا کام کر کے ابو نائلہ وغیرہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اگرچہ ان کا تعاقب کعب کے آدمیوں نے کیا لیکن وہ راستہ بھول گئے اور مسلمان نکل گئے۔ جس وقت کعب پر تلواریں پڑ رہی تھیں اتفاق سے ایک تلوار ایسی چھٹی کہ حارث بن اوس خود سخت زخمی ہو گئے کیونکہ تلوار چیخ کے ان کے لگ گئی تھی اور دو گہرے زخم پڑ گئے تھے راستے میں خون برابر جاری تھا مگر وہ چلے جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو انہوں نے تکبیر کی آواز بلند کی حضور انور سمجھ گئے کہ یہ لوگ کامیاب آئے ہیں آپ مسجد کے دروازے تک تشریف لائے اور انہیں فتح کی خوشی میں مبارکباد دی

انہوں نے کہا کہ ہم نے خدا اور رسول کے دشمن کو قتل کر ڈالا یہ کہہ کے انہوں نے خاک آلود سر کو حضور انور کے آگے رکھ دیا حضور انور نے خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور حارث بن اوس کو اس کے زخموں پر تسلی فرمائی۔ واقدی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنا لب اس کے زخموں پر لگا کر اسی وقت اسے اچھا کر دیا مگر اور مورخ اس معجزہ کے بیان سے خاموش ہیں سر ولیم میور متوفی اور دیگر عیسائی مورخ اس قتل پر بہت معترض ہیں اور ایسے سخت لفظ حضور انور کی شان اقدس و اطہر میں عیسائیوں نے استعمال کئے ہیں کہ ہم انہیں دوہرا نہیں سکتے اگر انصاف سے دیکھا جائے تو کسی انسان کا نفس قتل بُرا بھی ہے اور اچھا بھی ہے۔ بُرا تو یوں ہے کہ بلا وجہ اپنے ذاتی غصہ اور جوش میں یا کوئی ذاتی مقصد حاصل کرنے کے لئے کسی کو قتل کر ڈالا جائے اور اچھا یہ ہے کہ جب ایک شخص سے ہزاروں آدمیوں کے خون ہو جانے کا اندیشہ ہے اور امن میں خلل واقع ہوتا ہے اور ملک کا انتظام درہم برہم ہوتا ہے تو اس کا قتل کرنا قانون زمین اور آسمانی قانون کے مطابق ہر طرح بہتر اور احسن ہے اگر حضرت عیسےٰ اپنے میں قوت دیکھتے اور ان کے ساتھ جمعیت ہوتی تو وہ اس طرح سیکڑوں یہودیوں کے سر اڑا دیتے آپ زبان ہی سے اپنا جوش ظاہر کرتے تھے اور بدکار زناکار اور جہنمی وغیرہ کہہ کے اپنا دل ٹھنڈا کر لیتے تھے یہاں تک کہ ایک دفعہ آپ نے بہت ہی جوش میں آکے اپنے ایک مرید سے ایک یہودی کے کان اڑوا دے تھے اور حکم دیا تھا کہ بٹوے بیچ کر تلواریں خرید لو مگر جب آپ کی آنکھیں کھلیں اور آپ کو معلوم ہوا کہ یہ چند ذلیل مچھوے اگر متفق بھی ہو جائیں تو یہودیوں کے خلاف کچھ مدد نہیں دے سکتے ہیں ان کے بل پر کیوں اپنی جان خطرہ میں ڈالوں چنانچہ انہوں نے پھر گھبرا کے یہ کہدیا کہ جو تلوار چلاتا ہے وہ تلوار سے مارا جاتا ہے حالانکہ یہ کوئی مطلب خیز جملہ نہ تہا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ شمشیر زن تو تلوار ہی کے منہ پر جان دے گا ایسی کون سی نئی بات تھی مطلب اس سے حضرت عیسےٰ کا یہ تہا کہ یہ بیچارے مچھوے میرے آگے قتل نہ کر ڈالے جائیں۔

حضرت عیسےٰ کے بعد جب عیسائیوں میں تلوار کی قوت پیدا ہو گئی ہے تو انہوں نے صرف بارہ حواریوں کے نام پر ہزاروں آدمیوں کو زندہ جلوا دیا اور دیواروں میں چنوا دیا یہاں تو صرف ایک کعب کے قتل پر جس نے ہزاروں آدمیوں کے خون میں نہلانے کا سامان کر لیا تہا بہت بہڑک

رہے ہیں مگر حضرت مسیح کے جانشینوں کے قتل عام پر جو انہوں نے خدا کی بیگناہ مخلوق پر کیا ایک حرف
بھی زبان سے نہیں نکلا یہ انصاف ہے اور یہ تہذیب ہے اور یہ تمدن ہے اور یہ تحقیق ہے واقدی
نے ایک روایت اس کے متعلق اپنی کتاب میں نقل کی ہے اور اس روایت کو سرولیم میور نے
اپنی کتاب میں نقل کر کے فائدہ اٹھانا چاہا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ ہمارے خیال میں کامیاب نہیں ہوئے
وہ روایت یہ ہے کہ جس وقت مروان مدینہ کا گورنر تھا تو اس نے اپنے دربار میں ابن یامین سے جو
کعب کے قبیلہ کا ایک نوجوان تھا یہ دریافت کیا کہ کعب کیونکر قتل کیا گیا ہے ابن یامین اگرچہ مسلمان
تھا لیکن کعب کے قبیلہ میں ہونے سے اس کے ساتھ ایک حد تک ہمدردی بھی اور اس بات سے تو
انکار نہیں کیا جاتا کہ اس کا قتل حکمت عملی سے کیا گیا اگرچہ قتل حق پر تھا ابن یامین نے مروان کی بات کا
یہ جواب دیا کہ کعب فریب سے مارا گیا ہے اگرچہ ایک حد تک یہ بات ٹھیک تھی کہ میدان جنگ میں اسے
علانیہ لڑنے کے لئے نہیں بلایا گیا اور حکمت عملی سے اس کا قتل عمل میں آیا مروان تو یہ سنکر خاموش
ہو رہا مگر محمد بن مسلمہ جو بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور کعب کے قتل میں شریک بھی تھے اور اس وقت
دربار میں موجود بھی تھے سخت جوش میں آگئے اور انہوں نے مروان کو بہت کچھ دھتکارا اور کہا کہ ابن یامین
کی ایسی بات سن کر تو کیوں خاموش ہو گیا یہ تو رسول اللہ تک بات پہنچتی ہے اور اس ذات اقدس واطہر
کی توہین ہوتی ہے۔ پھر یامین کی طرف خطاب کر کے کہا کہ آیندہ اس چھت کے نیچے مجھے اور تجھے ساتھ
کوئی نہیں دیکھنے کا۔ اگر اسوقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا میں خدا سے دعا
کرتا ہوں سوائے مسجد کے میں اور تو کبھی ایک جگہ جمع نہ ہوں گے اے ابن یامین خدا کی طرف سے مجھ
پر واجب ہے کہ اگر تو مجھ سے اپنے کو چھوڑا کر بھاگے اور میں تجھے پکڑنے کی قوت رکھتا ہوں اور تیرے
ہاتھ میں تلوار بھی ہو تو میں تجھے قتل کروں مروان تو یہ سنکے سکتہ میں رہ گیا اور ابن یامین پر ایسا خوف
طاری ہوا کہ اس نے قبیلہ بنی قریظہ سے باہر نکلنا ہی چھوڑ دیا اور جب کبھی بہت سخت ضرورت سے وہ باہر
نکلنے کا ارادہ کرتا تو پہلے کسی شخص کو بھیج کے یہ دیکھوا لیتا کہ محمد بن مسلمہ کہاں ہیں اسی اثنا میں ایک دن
محمد بن مسلمہ ایک جنازہ کے ساتھ بقیع میں پہنچے اتفاق سے وہاں ابن یامین بھی موجود تھا اس کی صورت
دیکھتے ہی محمد بن مسلمہ کو غصہ آگیا اس وقت ان کے پاس نہ کوئی تلوار تھی اور نہ کوئی لکڑی تھی آپ جنازہ
کی طرف دوڑے جس کے ساتھ آئے تھے یہ جنازہ ایک عورت کا تھا جسپر رسم عرب کے مطابق سبزی

کی چھڑیاں رکھی ہوئی تھیں جنہیں عرب جریدہ سدرہ کہتے ہیں آپ نے بیری کی وہ شاخیں جنازہ پر سے
اٹھالیں اور ابن یامین کو ان شاخوں سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے بدن پر ساری چھڑیاں
ٹوٹ گئیں اور وہ لہولہان ہوگیا مگر کسی مسلمان نے اسے نہیں بچایا محض اسی وجہ سے کہ اس نے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی تھی مروان نے بھی بحیثیت گورنر مدینہ ہونے کے کوئی تعرض نہیں کیا
اس روایت سے سرولیم میور متوفی اور ان کے ہم خیالوں کا کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا ابن یامین
کا یہ کہنا کہ کعب فریب سے مارا گیا اگرچہ محمد بن سلمہ کے بھڑکانے کے لئے بہت کافی تھا مگر فی الواقع
اس میں کوئی بات ایسی نہیں تھی جس سے مسلمان ملزم ہٹیریں ہاں اگر ابن یامین یہ کہدیتا کہ کعب بے گناہ
مارا گیا تو ضرور سرولیم میور صاحب کا مدعا نکل آتا مگر فریب کے لفظ سے ان کا کوئی مقصد حاصل نہیں
ہوتا انہوں نے بے بنیاد اعتراض کر کے مفت میں اپنا عزیز وقت بھی کھویا اور انھیں خفت بھی اٹھانی
پڑی اسی قسم کی بے سروپا اعتراضات بہت سی علمای کتابوں میں اسلام کی نسبت دیکھے گئے ہیں
اور سب میں یہ بات عموماً پائی گئی ہے کہ اعتراض کرتے وقت اپنے پیشواؤں کے حالات یہ لوگ نظر
انداز کر جاتے ہیں اور بعض اوقات اپنے جوش میں ایسے اندھے ہوجاتے ہیں کہ حق و باطل میں تمیز کرنے کی
قوت جاتی رہتی ہے انصاف سے دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوگا کہ کعب کا قتل غیر واجب نہ تھا خدا کی
ہزارہا مخلوق کو بچانے کے لئے ہر انسان پر اس کا قتل کرنا فرض تھا۔

ابن سینہ کا قتل

کعب کے قتل کے بعد یہودیوں میں غیر معمولی جوش پھیل گیا اور اس جوش کی وجہ سے مسلمانوں
کو زیادہ اندیشہ ہونے لگا چنانچہ حضور انور کو مجبوراً حکم دینا پڑا کہ تم لوگ ہوشیار رہو اور پہلے اس
کے کہ تم پر کوئی یہودی وار کرے تم اسے قتل کر ڈالو مگر اس میں کسی کی خصوصیت نہیں تھی ہر یہودی
جو حملہ کرتا ہے اور جو مسلمانوں کا بدخواہ ہو قتل کر ڈالا جائے جب یہودیوں کو یہ معلوم ہوا کہ مسلمان
ہم سے چوکنے ہوگئے ہیں اور ہماری تمام شرارتوں کو انہوں نے سمجھ لیا ہے تو وہ سخت اندیشہ میں
ہوئے اور اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھ گئے۔
اسی اثنا میں ایک نو مسلم محیصہ نامی نے سینہ یہودی کو قتل کر ڈالا اس قتل پر حویصہ جو قاتل کا

بھائی تھا۔ اس سے کہنے لگا کہ تونے اس یہودی کو کیوں مار ڈالا محیصہ ایک بوڑھا شخص تھا حویصہ جو ایک جوان اور طاقتور یہودی تھا اسے مارنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ اے خدا کے دشمن تیرے پیٹ میں چربی بہت ہے اسی لئے تونے نہایت ہی بے پروائی سے سینہ کو قتل کر ڈالا محیصہ نے کہا مجھے مارنے سے کچھ فائدہ نہیں جس شخص نے مجھے اس کے قتل پر مامور کیا ہے وہ اگر تجھے قتل کرنے کا حکم دیتا تو میں تجھے بھی اسی آزادی سے قتل کر ڈالتا حویصہ پر اس امتثال امر اور اس اخلاص کا وہ اثر ہوا کہ وہ فوراً ایمان لے آیا۔

یہودیوں کی پریشانی برابر ترقی کرتی چلی گئی آخر ایک گروہ سرداران یہود کا حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابن الاشرف ہمارا ایک سردار تھا وہ شب کو اپنے گھر سے نکلا اور فریب و دغا سے مار ڈالا گیا ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے کیا جرم کیا تھا حضور انور نے ارشاد کیا کہ اگر وہ کوئی جرم نہ کرتا تو کیوں مارا جاتا اس نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہماری شان میں ہجو یہ اشعار کہے اور جوشیلی نظم کہہ کے مکہ بہا گا ہوا چلا گیا تاکہ ہمارے خلاف قریشیوں کو ابھارے وہ ہزار نا مخلوق خدا کو خون میں نہلانا چاہتا تھا اس پر کیا مقرر ہے جو شخص اس قسم کی حرکت کرے گا اسے یہی سزا دی جائے گی۔

اس کے بعد حضور انور نے نہایت صلح آمیز لہجہ میں یہ فرمایا کہ تم ایک نیا عہدنامہ ہمارے ساتھ کر لو تاکہ پھر آئندہ کسی قسم کا جھگڑا ٹنٹا نہ رہے یہودی اس بات پر راضی ہو گئے اور انہوں نے ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ کے ایک تحریر لکھی اور اس عہدنامہ پر طرفین کے دستخط ہوئے اور ایک ایک نقل دونوں کے پاس رہی۔ شعبان کا مہینہ بغیر کسی سیاسی مشہور واقع کے ختم ہو گیا صرف اس مہینہ میں حضور انور کا تیسرا نکاح بی بی حفصہ حضرت فاروق اعظم کی بیوہ صاحبزادی سے ہوا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال کے اختتام پر حضرت بی بی فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے ہوا اور رمضان کے وسط میں سال بھر کے اندر حسن علیہ السلام پیدا ہوئے اور پھر چھ مہینے کے بعد حسین علیہ السلام پیدا ہوئے مگر طبری لکھتا ہے کہ حسین علیہ السلام کی پیدائش حسنؑ سے گیارہ مہینے کے بعد ہوئی۔

آٹھواں باب

جنگ احد

شوال المکرم ۳ھ ہجری مطابق جنوری ۶۲۵ء

شعبان کے مہینے نے ایک جدید خوفناک خونریزی کا دروازہ مسلمانوں کے منہ پر کھول دیا۔ بدر کی لڑائی کو کامل بارہ مہینے گزر چکے تھے مگر ابھی تک انتقام کی صدائیں مکہ کی پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں گونج رہی تھیں اور جب سے کہ قریش شکست کھا کے گئے تھے انتقام لینے کا خیال ان کے دل سے منٹ بھر کے لئے بھی علحدہ نہیں ہوا تھا جب وہ شکست کھا کے مکہ گئے تو دار الندوی میں جمع ہوئے مکہ میں یہ وہ مقام تھا جہاں قوم مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوتی تھی اور جب ابوسفیان کا قافلہ شام سے مکہ پہنچ گیا تو اس نے بھی اسی مقام پر ڈنڈے ڈیرے ڈالے ابوسفیان نے نہایت حکمت عملی سے مشرکین قریش کو ندوی میں ٹھیرائے رکھا کہ اسی اثنا میں جب انتقام لینے کا جوش زیادہ پھیلا تو قریشوں کے بہت سے سردار ابی سفیان بن حرب کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اس قافلہ کو جو تو نے ندوی میں روک رکھا ہے اس میں اونٹ اور سارا سامان مکہ کے قریشوں کا ہے انہوں نے باہم صلاح کر کے یہ تجویز کی ہے کہ وہ یہ سارا سامان اس شرط پر تیرے حوالہ کر دیں کہ تو ایک زبردست لشکر تیار کر کے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر مدینہ میں حملہ کرے اس کہنے کی تو تجھے ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ کیسے کیسے لوگ بدر میں قتل ہوئے ہیں ہمارے باپ ہمارے بیٹے اور اقربا کی روحیں ہم سے فریاد کر رہی ہیں۔

ابوسفیان نے کہا کہ سب قریش کیا اس بات پر رضامند ہیں کہ مدینہ پر فوج کشی کی جائے قریشوں نے کہا ہاں سب کی یہی مرضی ہے اور ہم سب کی طرف سے وکیل بن کے تیرے پاس آئے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا اگر تم سب لوگ اس بات پر متفق ہو تو مجھے بھی انکار نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ بنی عبد مناف ضرور میرے ساتھ ہوں گے واللہ میں اپنے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے بالکل تیار ہوں کیونکہ میرا بیٹا حنظلہ اور میری قوم کے بڑے بڑے سردار قتل ہو چکے ہیں۔

اس کے بعد ابوسفیان کے سامنے قریشوں کا معاملہ ہونے لگا اور سب قبائل نے اپنا اپنا مال

اور اس نے بھائی نقع جنگ میں دیا یہاں تک کہ یتیموں اور بیواؤں نے بھی جن کا کوئی والی وارث نہ تھا
مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے دل کھول کے چندہ دیا پھر یہ مشورہ ہوا کہ تمام عرب میں پھر کے کل قبائل کو
آمادہ پیکار کیا جائے کہ وہ ہمارے ساتھ ملکے جنگ کریں منجملہ اور ڈیلیگیٹوں کے ایک شخص ابو عزہ نامی نے
انکار کیا کہ میں اس مشن میں شریک نہیں ہونے کا کیونکہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے روز بدر مجھ پر بڑا احسان
کیا ہے اور میں نے ان کے روبرو حلف اٹھایا ہے کہ تمہارے دشمن کو چڑھائی میں کبھی مدد نہیں دینے کا یہ کہہ
کر ابو عزہ گھر چلا گیا اس کے پیچھے پیچھے صفوان بن امیہ اس کے مکان پر پہنچا اور کہا کہ تو کیوں نہیں چلتا اس
نے وہی بات کہی جو پہلے کہہ چکا تھا صفوان نے کہا کہ اگر تو ہمارا کہنا مانے گا تو ہم تجھے اس قدر روپیہ دیں گے
کہ تو نہال ہو جائے گا اور اگر تو اس مشن کی کامیابی کے بعد جنگ میں قتل ہو جائیگا تو ہم تیرے بال بچوں کی پرورش کرینگے
اس پر بھی ابو عزہ نے انکار کیا صفوان مایوس ہو کر چلا آیا۔ دوسرے روز جبیر بن مطعم کو ساتھ لیکے پھر ابو عزہ کے پاس گیا
اور اس پر اسقدر زور دیا اور ایسا مجبور کیا کہ ابو عزہ مشن کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہو گیا اور اس نے چند اشعار لکھ کے عربی قبائل
کے آگے پڑھنے شروع کئے اِس کے عربی اشعار کا مطلب حسب ذیل ہے۔

اے اولاد عبد مناۃ تم بڑے بہادر ہو تم بھی مددگار ہو اور تمہارا باپ بھی مددگار تھا مجکو نہ چھوڑو کہ بلا حمایت
چھوڑنا حلال نہیں ہے اور اس سال کے بعد پھر ایسا ہو گا میرے لئے اپنی نصرت کا اعادہ نہ کرنا۔

ابو عزہ کی مشن عرب میں بہت کامیاب ہوئی کثرت سے اعراب ان کے ساتھ ساتھ ہو گئے اور سب نے
مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اتفاق کر لیا۔

اس کے بعد اس بات کی بحث ہوئی کہ آیا عورتوں کو بھی جنگ میں لے چلیں یا نہیں۔ بہت کو قریش
اس کے مخالف تھے وہ کہتے تھے کہ عورتوں کا جنگ میں لیجانا مناسب نہیں ہے مگر صفوان بن امیہ اس
بات پر اصرار کر رہا تھا کہ نہیں عورتوں کو لیجانا چاہئے اس نے یہ دلیل پیش کی کہ عورتوں کا لے چلنا ہمیں
اس لئے مفید ہے کہ ہمارے مردوں کو دردناک اشعار پڑھ کے یا گا کے وہ مقتولین بدر کی دردناک موت
یاد دلائیں گی اور نئے سرے جوانوں کے تن میں جوش کی روح پھونکیں گی ہم لوگ طالب موت
ہو کے جاتے ہیں ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ ہم زندہ گھر واپس آئیں گے کیا تو ہم بدلا لیں گے یا وہیں کٹ
کے مر جائیں گے ۔ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے یہ سنکے کہا کہ سب سے پہلے تیری رائے کو ماننے والا
میں ہوں اس پر عمرو بن العاص نے عکرمہ کی رائے کی تائید کی مگر نوفل بن معویہ نے مخالفت کی

اور بر سر جلسہ یہ گویا ہوا: اے گروہ قریش میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا کہ اپنی حرم کو دشمن کے حوالے کر دوں کیونکہ یہ بات کچھ یقینی نہیں ہے کہ فتحیاب ہی ہوں گے پس اس طرح جو کچھ تمہارے عورتوں کی فضیحت ہوگی اس کے بانی تم قرار دیے جاؤ گے صفوان بن امیہ نے کہا جو بات قرار پا چکی ہے اس کے خلاف ہم کبھی نہیں کرنے کے یہ سنکر نوفل سیدھا ابو سفیان کے پاس آیا اور عورتوں کے متعلق سارا تذکرہ کر دیا۔ وہاں ہند بنت عتبہ بیٹھی ہوئی تھی وہ سنتے ہی غل مچانے لگی کہ بدر کی لڑائی میں تو خوب بچا اور تجھے شرم نہیں آئی کہ پھر تو اپنی عورتوں کے پاس واپس چلا آیا ہم ضرور ساتھ چلینگی اور معرکہ قتال میں ساتھ رہیں گے پہلے اسی قسم کی ایک غلط فہمی ہو چکی ہے کہ بدر کے سفر میں جحفہ سے (یہ مقام مکہ اور مدینہ کے بیچ میں ہے) عورتیں واپس کر دی گئیں تھیں یہی وجہ بدر کی شکست کی ہوئی اگر عورتیں ہوتیں اور جوشیلے اشعار پڑھ کے مردوں کو آمادہ پیکار کرتیں تو کبھی بھی شکست نہیں ہوتی اور نہ اتنے نامور آدمی مارے جاتے ابو سفیان نے یہ ساری باتیں سنکے کہا کہ میں قریش کی مخالفت ہرگز نہیں کرنے کا کیونکہ میں بھی انھیں میں سے ہوں۔ غرض ابو سفیان نے اپنی دو بیویاں ایک ہند بنت عتبہ اور دوسری امیہ بنت سعد ساتھ لیں اسی طرح صفوان نے بھی اپنی دونوں بیویاں ساتھ لیں ایک برزہ بنت مسعود الثقفی تھی اور دوسری بغوم بنت المعذل غرض اسی طرح طلحہ بن ابی طلحہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام۔ عمرو بن العاص وغیرہ نے اپنی اپنی بیویاں ساتھ لے لیں۔

قریشوں نے نہ صرف بیویوں کے ساتھ چلنے پر اکتفا کیا بلکہ اپنی بیٹیوں کو بھی ساتھ لے لیا جیسے سفیان بن عویف نے اپنی دس بیٹیوں کو ساتھ لے لیا تھا۔ جب سارے انتظام پختہ ہو گئے اور سب ساز و سامان درست ہو گیا تو پھر فوج کی باقاعدہ ترتیب دی گئی کل فوج کو تین حصوں پر تقسیم کیا اور تین نشان بردار یا سپہ سالار قرار دیے گئے ان میں سے ایک سفیان بن عوف تھا اور ایک نشان بردار قبیلہ احابیش کا ایک سردار تھا اور ایک حصہ کا نشان بردار طلحہ بن ابی طلحہ تھا اس جمعیت میں سب تین ہزار آدمی تھے اور قبیلہ بنی ثقیف کے سو آدمی اسی فوج میں شامل تھے جن کے پاس بکثرت سامان حرب تھا فوج کے ساتھ دو سو کوتل گھوڑے تھے اور کل فوج میں سات سو زرہ پوش تھے اونٹوں کی تعداد کل تین ہزار تھی۔ جب یہ ساز و سامان تیار

ہوگیا اور قریشی فوج نقل و حرکت میں آئی تو عباس بن عبد المطلب یعنی حضور انور کے سگے چچا نے ایک خط بنی غفار کے ایک آدمی کے ہاتھ حضور انور کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا عباس نے اپنے خط پر مہر کردی تھی اور قاصد کو بہت کچھ روپیہ دیکر ایک پوشیدہ راستہ سے مدینہ روانہ کیا تھا اور یہ شرط کرلی تھی کہ وہ تین شبانہ روز میں حضور انور کی خدمت میں پہنچ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا قاصد اپنے وقت موعود پر پہنچ گیا خط کا مضمون یہ تھا کہ قریش کثیر جمعیت فراہم کرکے آپ سے جنگ کرنے کے لئے مدینہ آتے ہیں جو کچھ بندوبست آپ کرسکیں بہت جلدی کرلیجے گا۔ حملہ آور فوج کی تعداد تین ہزار ہے ان کے ہمراہ دو سو گھوڑے ہیں ان میں سات سو زرہ پوش ہیں اور تین سو اونٹ بطور کوتل علحدہ ہیں ہتھیاروں کا بھی ایک معقول ذخیرہ ان کے ساتھ ہے قاصد جس وقت مدینہ میں پہنچا ہے اس وقت حضور انور وہاں تشریف نہ رکھتے تھے وہ سخت پریشان ہوا اور گھبرا کر شہر سے باہر نکلا مگر یہ دیکھ کے خوش ہوا کہ مسجد قبا پر حضور کھڑے ہوئے ہیں اور گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے ہیں۔ غفاری نے فوراً آگے بڑھ کر خط پیش کیا۔ حضور نے ابی بن کعب کو وہ خط پڑھنے کے لئے دیا اس نے خط کھول کے حضور انور کو سنایا حضور نے خط سن کے ابی کو حکم دیا کہ تو اس خط کے مضمون کا کسی سے ذکر نہ کیجو اور آپ اسی وقت سوار ہوکے سعد بن ربیع کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس مکان میں اور تو کوئی شخص نہیں ہے۔ سعد نے عرض کیا یہاں کوئی نہیں ہے اس وقت آپ نے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے خط کا مضمون سعد کو سنایا سعد نے مضمون سنتے ہی بے ساختہ یہ کلمہ منہ سے نکالا۔ اس امر میں امید خیر ہے۔ حضور انور نے سعد سے یہ ارشاد کرکے کہا کہ تم اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا اور پھر آپ مدینہ واپس تشریف لے گئے حضور انور جس وقت سعد کے گھر سے نکلے تو سعد کی بیوی ایک کونے سے نکل کے اپنے شوہر کے پاس آئی اور کہا کہ رسول اللہ تجھ سے کیا باتیں کررہے تھے سعد نے کہا ان باتوں کے کہنے کا مجھے حکم نہیں ہے جورو نے کہا کہ میں ساری باتیں سن چکی ہوں پھر اس نے کل باتیں اپنے شوہر کے آگے بیان کردیں سعد کو یہ باتیں سنکر بہت رنج ہوا کہ میں نے تو رسول اللہ سے یہ کہا تھا کہ یہاں کوئی نہیں ہے اور وہاں میری جورو موجود نکلی حضور انور کو جب یہ خبر معلوم ہوجائے گی تو یہ خیال میری نسبت نہ ہو کہ میں نے جھوٹ بولا چنانچہ اسی وقت اس نے اپنی بیوی کی زلفیں پکڑلیں اور گھسیٹتا ہوا رسول اللہ کے پیچھے دوڑا حضور انور ابھی پل پر تھے کہ سعد نے آپ کو جالیا آپ یہ صورت دیکھ کے حیران ہوگئے اور ارشاد کیا کہ سعد یہ کیا بات ہے سعد نے سارا قصہ

حضور انور کی خدمت میں عرض کر دیا اور بیان کیا کہ یا رسول اللہ اگر یہ راز عام طور پر کھل جائے تو میں ملزم نہ گردانا جاؤں حضور نے ارشاد کیا تو اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور اس پر جبر نہ کر اگر اس نے سن لیا سن لینے دے سعد اپنی بیوی کو ساتھ لیکے اپنے گھر چلے آئے۔

تمام مدینہ میں قریشوں کے حملہ کی خبر پہنچ گئی کیونکہ اسی روز یا اس سے دوسرے دن عمرو بن سالم الخزاعی معہ چند آدمیوں کے مدینہ میں پہنچے یہ سب آدمی قبیلہ بنی خزاعہ میں سے تھے اور انہیں مکہ سے چلے ہوئے چار دن ہوئے تھے اور یہ قریش کی فوج سے اس وقت علحدہ ہوئے تھے جب وہ فوج طوی پر پہنچ چکی تھی چنانچہ یہ سب لوگ سیدھے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کر دی اور پھر فوراً مقام بطن رابع میں قریش سے جا ملے ابوسفیان کو ان لوگوں کے آنے اور جانے کی خبر ہو گئی ابوسفیان نے قسم کھا کے بیان کیا کہ عمرو بن سالم وغیرہ خزاعی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گئے تھے اور ہمارے آنے کی انہیں خبر کر آئے ہیں اور تعداد لشکر سے بھی انہوں نے اطلاع دے دی ہے اور اپنی گڑھیوں میں جا بیٹھے ہیں کچھ عجب نہیں کہ ہم کو ان سے ضرر پہنچے اس پر صفوان نے کہا کہ اگر وہ لوگ کھلم کھلا ہمارے شریک حال نہ ہوں تو ہم فوراً اوس اور خزرج کے نخلستان کو کاٹ ڈالیں گے اور پھر وہ نادار و مفلس ہو جائیں گے اور اگر وہ ہمارے پاس چلے آئے تو ہمیں پھر کچھ اندیشہ ان سے نہیں ہونے کا کیونکہ ایک تو ہماری تعداد ان سے زیادہ ہے دوسرے ہمارے پاس اُن سے بہتر ہتھیار اور گھوڑے ہیں اس قسم کی باہم گفت و شنید ہوتی رہی۔

سب سے پہلے بنی اوس یہودیوں کے ایک قبیلہ کے پچاس آدمی مدینہ سے آکے قریشوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ حالانکہ ان سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ ہم غیر کے حملہ کے وقت مسلمانوں کی مدد کریں گے مگر انہوں نے صریح طور پر خلاف معاہدہ کیا اور بجائے مدد دینے یا کم سے کم خاموش بیٹھنے کے علی الاعلان مخالفت کا اختیار کر لیا۔ ابو عامر یہودی نے اس حملہ میں بہت بڑا حصہ لیا تھا اس نے اپنی قوم کو اُبھارا کہ تم عہد توڑ کے اس قوم کی پناہ ڈھونڈو جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے کہیں زیادہ قوی اور تعداد میں زیادہ ہیں بدر کی لڑائی کا بانی اسی کو سمجھنا چاہیے۔ اگرچہ اس نے قریش کو ابھار کے آگے کر دیا تھا اور خود نہ گیا تھا مگر اب کے اس نے قریشوں سے وعدہ کیا کہ میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا میری عدم موجودگی سے بدر میں ناکامی ہوئی اب میں موجود ہوں دیکھیں کیسے شکست ہوتی ہے یہ پچاس آدمی جو میں لے آیا ہوں

کسی حالت میں بھی منتشر ہونے والے نہیں۔ ادھر تو ابو عامر کے پرجوش اور اشتعال دینے والے اشعار اور ادہر عورتوں کا مقتولین بدر کو یاد کرکر کے ماتمی اشعار پڑہنے اور واویلا مچانا۔ قریشیوں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکا رہا تھا۔

قریش جوش فتح کی سچی امید اور انتقام کے نشہ میں مخمور جارہے تھے جب کسی منزل پر پہنچتے تو اونٹ ذبح کئے جاتے۔ عورتیں گانے بیٹھ جاتیں اور خوب مزے سے کباب اور روٹی کھائی جاتی۔ اسی شوق اور ذوق میں سرمست ہو کے قریش مقام ابواء پر پہنچے۔ یہاں کے آدمیوں نے جب دیکھا کہ قریش کے ساتھ اُن کی عورتیں بھی ہیں تو انہوں یہ رائے دی کہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ تم عورتوں کو ساتھ لے آئے۔ اگر جنگ میں تمہیں چشم زخم پہنچی تو تمہاری عورتوں کی سخت توہین ہوگی۔ مگر اس کا دفعیہ اس طرح تو ہو سکتا ہے کہ تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ماں آمنہ کی قبر اکھیڑ کے ہڈیاں اپنے پاس رکھو جب تمہاری عورتوں کے متعلق مسلمان تمہیں خبر لائیں گے تو تم آمنہ کی ہڈیاں دکھا دینا کہ تمہارے نبی کی ماں یہ موجود ہیں۔ تم ہمیں کیا چڑاتے ہو پہلے اس کو تو نظر کرو۔ اس سے تمہاری عورتیں بے آبروئی سے بچ جائیں گی۔ اور ساتھ ہی تمہیں یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بوجہ اپنی ماں کے نیکوکار ہے تو ہزاروں روپیہ تمہیں دے کے اپنی ماں کی ہڈیاں تم سے لیگا۔

جب یہ بات سنی تو ابوسفیان بن حرب نے قریش کے سرداروں سے اس امر میں مشورہ کیا انہوں نے یک زبان ہو کے یہ کہا کہ ایسا ذکر نہ کرو اگر ہم ایسا فعل کریں گے تو بنو بکر اور بنو خزاعہ ہمارے سب مردوں کی قبریں کھود کے پھینک دیں گے اس پر یہ خیال جاتا رہا اور کسی نے حضرت بی بی آمنہ کی قبر کھودنے کی جرأت نہ کی۔

قریش کی فوج جس دن مکہ سے روانہ ہوئی تھی اُس کے دسویں روز صبح کو مقام ذوالحلیفہ میں پہنچی اور یہ جمعرات کا دن تہا اور ماہ شوال کی پانچویں تاریخ تھی اور ہجرت کا بتیسواں مہینہ گزر رہا تھا جب قریش مقام مذکور میں داخل ہوئے تو قبیلہ فرسان نے ان کی مہمانداری کی ادہر حضور انور نے اسی شب فضالہ کے دو بیٹوں کو بطور جاسوس کے قریشیوں کے کیمپ کی طرف روانہ کیا یہ دونوں نوجوان شخص مقام عقیق سے قریشیوں میں شامل ہوگئے اور مقام بالوط تک ان کے ساتھ رہے۔ جب ساری باتیں اچھی طرح سے دیکھ بھال لیں تو حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان

کردی۔ قریشوں نے اس مقام پر اپنا کیمپ ڈال کے اپنے اونٹوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور
انہوں نے مسلمانوں کی کل کھیتی کو برباد کردیا۔ حضورانور نے مزید خبریں لینے کے لئے پھر دوبارہ حباب
بن المنذر بن الجموع کو قریشوں کے کیمپ کی طرف روانہ کیا تاکہ ہتھیاروں اور آدمیوں کا پورا اندازہ
کرکے لائے اور حضور انور نے یہ بھی ارشاد کردیا کہ کسی شخص کو سوائے میرے وہاں کی کیفیت نہ بتائی
جائے حباب ساری خبریں لیکر کامیابی کے ساتھ واپس چلے آئے اور حضور میں یہ عرض کیا کہ قریشوں
کی تعداد کم وبیش تین ہزار ہوگی ان کے ساتھ دو سو گھوڑے ہیں اور میں نے زرہیں بھی رکھی ہوئی
دیکھیں مگر وہ سات سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی نہیں حضور نے ارشاد کیا کیا تو نے وہاں عورتوں کو
بھی دیکھا حباب نے عرض کیا کہ ہاں عورتوں کو بھی دیکھا عورتوں کے پاس دف۔ باجے اور ڈھول وغیرہ
تھے اس پر حضور انور نے بڑے پرجوش لہجہ میں یہ فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل یعنی حق تعالیٰ ہم کو
کفایت کرتا ہے اور وہ بہترین کفیل ہے۔ پھر آپ نے یہ فرمایا اللھم بک احول وبک اصول یعنی
اے پروردگار تیری اعانت سے میری توانائی ہے اور تیری مدد سے میں اپنے مقصد کو پہنچوں گا۔
اسی اثنا میں جمعہ کو سلمہ بن سلامہ بن وقش اپنی کھیتی میں جانے کے لئے باہر نکلے کہ یکایک قریشوں کے
دس سوار نمودار ہوئے انہوں نے سلمہ کو دیکھتے ہی ان کے پیچھے گھوڑے ڈالدئے سلمہ فوراً ایک سنگلاخ
ٹیلہ پر چڑھ گئے اور انہوں نے اس ٹیلہ پر سے ان قریشی سواروں کو تیر بھی مارے اور ان کی طرف پتھر
بھی پھینکے سواروں پر جب برابر تیر اور پتھر پڑنے لگے تو وہ سب ہٹ گئے جب یہ سوار بہت دور نکل
گئے تو سلمہ اپنے کھیت پر آئے اور اپنی ایک تلوار اور لوہے کی زرہ جو انہوں نے کھیت کے کسی کونہ
میں دفن کردی تھی کھود کے نکالی اور وہیں کھڑے کھڑے زرہ کو پہن لیا اور تلوار کو ہاتھ میں لے کر بنی
عبدالاشہل کے ہاں آئے اور ساری کیفیت اپنے احباب اور قوم کے لوگوں سے بیان کردی چنانچہ
اوس وخزرج کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ اور ان کے علاوہ دو
چند آدمی مسلح ہوکے رات ہی کو مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور قریشوں کے شبخون کے مارے مسجد ہی
میں رات بسر کی اور تمام شب مدینہ کی حراست کرتے رہے اسی شب حضور انور نے ایک خواب دیکھا
تھا اور صبح کو مسجد میں آکے مسلمانوں کے آگے وہ خواب بیان کیا آپ نے فرمایا کہ میں ایک زرہ پہنے
ہوئے ہوں اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار ذوالفقار نامی نوک کے پاس سے ٹوٹ گئی اور میں نے

ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔ مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ زرہ تو مدینہ ہے تم لوگ یہاں قیام رکھو اور تلوار کی نوک ٹوٹنے سے ایک مصیبت کی خبر ہے جو خاص میری ذات تک محدود رہیگی اور گائے کا ذبح ہونا یہ دلالت کرتا ہے کہ میرے اصحاب میں سے بعض مقتول ہوں گے پھر آپ نے خواب کا ایک اور حصہ بیان کیا جس کی تعبیر یہ تھی کہ مشرکین کے سردار قتل کئے جائیں گے۔ پھر حضور انور نے اپنے اصحاب سے اس کے متعلق رائے دریافت کی اس پر عبداللہ بن ابی پہلے کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ ایام جاہلیت میں جب کسی دشمن سے لڑتے تھے اور وہ دشمن ہمیں گھیر لیتا تھا تو عورتوں اور لڑکوں کو مدینہ کے قلعے میں بٹھا دیتے تھے اور ان کے پاس بہت سے پتھر رکھ دیتے تھے خدا کی قسم وہ عورتیں اور لڑکے مہینہ مہینہ بھر تک ان پتھروں سے دشمن کو پاس نہیں آنے دیتے تھے اور ہم لوگ شہر کے گرد مٹی کے ایسے ٹیلے بنا دیتے تھے کہ دشمن اندر نہ آسکتا تھا پس یہ شہر مثل قلعہ کے ہوجاتا تھا کہ ٹیلوں پر سے تو عورتیں اور لڑکے پتھر مارتے تھے اور ہم تلوار سے شاہراہوں میں دشمن کا مقابلہ کرتے تھے یا رسول اللہ ہمارا یہ شہر مدینہ ابھی تک مثل کنواری لڑکی کے ہے جس تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچا۔ ہر غنیم نے جس نے مدینہ کا محاصرہ کیا شکست کھائی اور کوئی سر سبز ہو کے یہاں سے نہیں گیا یا رسول اللہ اس باب میں میری عرض پذیرا فرمائے اور یقین جانئے کہ میں اس رائے اور تدبیر کا وارث ہوں اور مجھے یہ تدبیر میرے اکابر قوم سے بطور میراث کے پہنچی ہے وہ لوگ اہل رائے بھی تھے۔ اہل حرب بھی تھے اور اہل تجربہ بھی تھے حضور کو یہ رائے پسند آئی آپ نے حکم دیا کہ مدینہ میں قیام گزیں رہو اور عورتوں اور بچوں کو ٹیلوں پر چڑھا دو کیونکہ اگر قریشیوں نے ہم پر حملہ کیا تو ہم مدینہ کی شاہراہوں میں ان سے مقابلہ کریں گے اور چونکہ ہم مدینہ کے کوچوں اور بازاروں سے اُن سے زیادہ واقف ہیں اس لئے ہم ہر حالت میں ان پر قابو پالینگے مگر نوجوانوں کا دوسرا گروہ تھا جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوا تھا اور اب قریشیوں کے حملہ سے ان میں سخت جوش پیدا ہو رہا تھا انہوں نے عبداللہ بن ابی کی رائے سے مخالفت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ حضور اجازت دیں کہ ہم قریشیوں پر مدینہ سے نکل کے حملہ کریں اس نوجوان گروہ کی طرف سے حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب سعد بن عبادہ۔ نعمان بن مالک بن ثعلبہ وغیرہ تھے اور بہت سے آدمی اوس اور خزرج کے بھی یہی کہہ رہے تھے کہ ہمیں ضرور باہر نکل کے حملہ کرنا چاہئے۔ ان کا بیان تھا کہ اگر ہم مدینہ سے باہر نکل کے مقابلہ

نہ کریں گے تو قریشیوں کو جرأت ہوگی اور وہ یہ سمجھیں گے کہ ہم ان سے ڈر گئے حالانکہ ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ جنگ بدر میں حالانکہ ہماری تعداد تین سو سے زیادہ نہ تھی خدا کے فضل سے ہم نے قریشیوں کو شکست دی تھی ہم تو خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ ہمارے دشمنوں کو ہماری زد پر لے آ چنانچہ وہ دن ہم نے دیکھ لیا اور ہماری دعا قبول ہوئی۔ اب ہم کسی طرح بھی گھر میں بیٹھ کے محصور ہو جانا مناسب نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ سب ہتھیار بند تھے مارے جوش کے وہ حضور انور کی خدمت میں بڑھے چلے جاتے تھے اور اپنی تلواریں آگے کر کر کے حضور سے اجازت چاہتے تھے مگر حضور انور نے سوائے سکوت کے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اس وقت مالک بن سنان نے آگے بڑھ کے حضور انور سے عرض کیا کہ اس وقت ہم لوگ دو خوبیوں کے بیچ میں ہیں ایک فتح اور ایک شہادت اگر ہماری فتح ہوئی تو ہماری دلی مرادیں بر آئیں گی اور اگر ہمیں شہادت نصیب ہوئی تو ہم اس پر بھی اپنی مراد کو پہنچیں گے کیونکہ شہادت میں ہمیں خیر و خوبی دکھائی دیتی ہے یا رسول اللہ ہم اس کی پروا نہیں کرتے کہ دونوں میں سے ہمیں کون سی چیز ملے گی۔ حضور انور اسی طرح خاموش کھڑے ہوئے تھے اس کے بعد حمزہ بن عبد المطلب آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی جس نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے میں ہرگز کھانا نہیں کھانے کا جب تک مدینہ کے باہر نکل کے قریشیوں کے ساتھ جنگ نہ کروں۔ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جمعہ کے روز حضرت امیر حمزہ نے روزہ رکھا تھا اور ہفتہ کو بھی آپ روزہ سے رہے اور آپ نے یہ عہد کر لیا تھا کہ روزہ اس وقت کھولوں گا جب مدینہ کے باہر جا کے قریشیوں سے لڑوں گا۔

حمزہ کے بعد نعمان بن مالک بن ثعلبہ نے نہایت پر جوش لہجہ میں یہ عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے گائے کے ذبح ہونے کی جو یہ تعبیر بیان فرمائی کہ میرے اصحاب میں سے بعض شہید ہوں گے تو ان شہیدوں میں حضور مجھے بھی تصور فرمالیں پھر جنت سے حضور مجھے کیوں محروم رکھتے ہیں قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یقیناً وہ مجھے جنت میں داخل کرے گا حضور نے ارشاد کیا کہ میں تمہیں کیوں محروم کرنے لگا اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے گا اور تمہیں جنت نصیب ہوگی اسی طرح ہر شخص بہت جوش سے حضور انور سے جنگ کی پروانگی مانگتا تھا۔ اور آپ بالکل خاموش تھے۔ اس سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک گروہ کی تو یہ رائے تھی کہ محصور ہو کے جنگ کرنی چاہئے اور دوسرے گروہ کی

یہ رائے بھی کہ مدینہ سے باہر نکلکے جنگ کیجائے۔ یہ وقت فی الحقیقت بہت ہی نازک تھا۔ قریشیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ دوسرے اُن میں ماہرین جنگ بہت تھے تیسرے انتقام کے جوش سے اُن کی قوت جو کچھ بڑھ گئی تھی اُن کے خلاف مسلمانوں کی حالت بہت ہی کمزور تھی۔ اور بڑی کمزوری یہ بھی کہ مدینہ ہی میں یہودی آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے اور قبائل عرب کا بڑا حصہ حضور انور کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ادہر ہتھیاروں گھوڑوں اور اونٹوں کی تعداد بھی بہت کم تھی حقیقت میں یہ سخت وقت تھا اور اسپر سنجیدگی اور استقلال سے نظر کرنا یہ حضور انور جیسے اولوالعزم پیغمبر ہی کے لئے کچھ زیادہ مناسب تھا۔

اس جوش کی کہ ہم مدینہ سے باہر جا کے حملہ آوروں سے جنگ کریں گے ایسی شدت ہوئی اور اُن لوگوں نے اس سختی سے اس پر اصرار کیا کہ اخیر حضور انور نے ایک خطبہ پڑھ کے انہیں اس امر کی رخصت دیدی حضور نے فرمایا کہ اگر تم لوگ صبر اور استقامت سے کام لوگے تو یقیناً تمہاری فتح ہوگی اب بھی تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم حسب منشار مدینہ سے باہر جنگ کرو وہ گروہ جو مدینہ میں محصور ہو کے لڑنے کا موئید تھا کسیقدر شکستہ دل ہوا مگر تو بھی اس نے حضور انور کی بہت زور سے متابعت کی۔ اس بات کے فیصلہ ہونے کے بعد یک لخت حضور انور نے جنگ کی تیاری کا حکم دیدیا پھر حضور انور نے مسلمانوں کو عصر کی نماز پڑہائی اس وقت بلندی مدینہ کے رہنے والے بھی حاضر ہوئے۔ عورتیں؛ ونچے اونچے ٹیلوں پر پڑھ گئیں۔ بنو عمرو بن عوف اور جو لوگ اُن کے شریک تھے قبیلہ نبیت اور اُن کے شرکا کو باریابی کا شرف حاصل ہوا اُس وقت حضور انور کے ساتھ صرف حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ تھے۔ آپ مسجد سے اپنی دولت سرائے پر تشریف فرما ہوئے اُس وقت بھی دونوں جلیل القدر صحابہ آپ کے ہمرکاب تھے جب آپ مکان پر تشریف لائے تو حضرت فاروق اور حضرت صدیق نے سر پر عمامہ باندھا اور پورا لباس پہنایا حجرہ منورہ سے مسجد تک برابر مسلمان صف بستہ حاضر تھے کہ حضور باہر برآمد ہوں تو پھر حملہ کی غرض سے آگے بڑہا جائے یہ لوگ حضور انور کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر اور اُسید بن نضیر آپہنچے اور انہوں نے ان لوگوں سے یہ کہا کہ جو کچھ جنگ کے متعلق گفتگو ہو چکی ہے وہ تو ہو چکی اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی رائے کو مطلق دخل نہ دو جو

کچھ حضور انور ارشاد کریں اور جو کچھ حضور کی مرضی ہو اسی کی پیروی کرو پھر لوگوں میں گفتگو شروع ہو گئی بعض نے کہا بیشک سعد سچ کہتا ہے بعض نے کہا کہ آزادانہ طور پر رائے دینا کوئی جرم نہیں ہے ہم جو کچھ کہتے ہیں اپنے علم اور یقین سے اپنے لئے اور حضور انور کے لئے بہتر سمجھتے ہیں باہم یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضور صدیق اور فاروق کے ساتھ حجرہ منورہ سے برآمد ہوئے آپ کے گلے میں تلوار پڑی ہوئی تھی جو اس بات کی علامت تھی کہ حضور جنگ کے لئے آمادہ ہیں جب حضور کو ایسا تیار دیکھا تو جو لوگ مدینہ میں محصور ہو کے جنگ کرنا چاہتے تھے اور اسی پر زور دے رہے تھے۔ وہ بہت ہی شرمندہ ہوئے اور انہوں نے دست بستہ حضور کی خدمت میں التماس کیا کہ ہم نے صرف اس بناء پر رائے دی تھی کہ گویا جنگ کے متعلق حضور نے ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ حضور کی رائے مدینہ سے باہر نکل کے جنگ کرنے کی ہے تو ہم کبھی بھی یہ رائے نہ دیتے ہم بہت ذلیل اور شرمندہ ہیں اور ہم پشیمان ہیں کہ ہمیں کیا ہو گیا تھا کہ ہم اپنی رائے پر اتنا اصرار کر رہے تھے حضور ہماری خطا معاف فرمائیں جو کچھ حضور کی رائے ہو گی وہی ہماری ہے حضور انور نے ارشاد کیا کہ میں نے زرہ پہن لی ہے تم جانتے ہو کہ نبی جہاد سے فسخ عظیمت نہیں کیا کرتا جب حق تعالیٰ نے اس کے اور اس کے اعدا کے درمیان مناسب حکم کر دیا ہے وہ حکم کسی صورت سے ٹل نہیں سکتا پھر حضور نے ارشاد کیا کہ جس بات کا میں تم کو حکم کرتا ہوں اس کی اطاعت کرو اور اسے مانو اور بسم اللہ کہہ کے کھڑے ہو جاؤ چنانچہ یہ سنتے ہی تمام حاضرین میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور سب اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے آمادہ پیکار ہو گئے رسول خدا نے پہلے فوج کی ترتیب دی آپ نے فوج کو تین حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ فوج کا سپہ سالار اسید بن حضیر بنایا یہ حصہ فوج قبیلہ اوس کے آدمیوں کا تھا اور ایک حصہ فوج پر حباب بن المنذر جھنڈا بردار کیا گیا اور یہ مہاجرین کی فوج کا سپہ سالار مصعب بن عمیر کو بنایا گیا۔ بعضوں نے حضرت علی کا نام لکھا ہے مگر کثرت رائے مصعب کی طرف ہے۔ پھر حضور نے اپنے لئے گھوڑا طلب فرمایا اور آپ اس پر سوار ہوئے گھوڑے پیٹھ کے دوش مبارک پر کمان لگائی اور نیزہ ہاتھ میں لیا آپ کے نیزہ کی نوک برنجی تھی۔ کل مسلمان ہتھیار بند تھے زرہ پوشوں کی قطار باقاعدہ الگ کھڑی کی تھی کل سو زرہ پوش تھے۔ اسی طرح گھوڑوں کی علیحدہ۔ حضور انور نے کل فوج کو ترتیب دیکے

گھوڑے کی باگیں اٹھائیں جس وقت حضور انور کا گھوڑا چلا تو سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ دونوں گھوڑے کے آگے آگے دوڑتے ہوئے چلے یہ دونوں زرہ پوش تھے اور کل آدمی حضور کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دوڑتے ہوئے جا رہے تھے پہلے حضور انور نے مقام بدائع میں منزل کی پھر وہاں سے زقاق حسنی اور وہاں سے شیخین میں پہنچے (شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے) پھر یہاں سے ثنیہ میں پہنچے ابھی آپ کو چند لمحے یہاں پہنچ کر گزرے تھے کہ سامنے گرد اڑتی ہوئی معلوم ہوئی اور کچھ شور بھی سنائی دیا حضور نے ارشاد کیا کہ یہ کیسا شور ہے اور کون ہتھیار بند آ رہے ہیں عرض کیا گیا کہ یہودیوں کا گروہ ہماری مدد کو آیا ہے حضور نے ارشاد کیا کہ مشرکوں کے مقابلہ میں ہم مشرکوں سے مدد لینا نہیں چاہتے۔ پھر آپ نے مقام شیخین میں مراجعت فرمائی اور شب کو یہیں قیام کیا مغرب کے وقت بلال نے اذان دی آپ نے نہایت استقامت سے اپنے صحابہ کو مغرب کی نماز پڑھائی پھر عشا کی نماز بھی اسی استقامت سے ادا کی گئی پھر حضور نے فوج کا ریویو کیا اور محمد بن مسلمہ کو پچاس آدمیوں کے ساتھ شب کے وقت نگرانی کے لئے مقرر کیا قریشیوں کی فوج بھی مقابلہ میں پڑی ہوئی تھی بیچ میں ایک ہی پشتہ حائل تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل قریشیوں کی فوج کا پہرہ دے رہا تھا قریشیوں کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں مسلمانوں کے کانوں میں پہنچ رہی تھیں اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب حملہ ہوا اب حملہ ہوا مگر ٹیلے کی وجہ سے کوئی حملہ نہ ہو سکا۔

وہ یہودی جو حضور انور کو مدد دینے کے لئے آئے تھے عبداللہ بن ابی کے قبیلہ کے تھے جب انھیں یہ جواب دیا گیا کہ مشرکوں کے مقابلہ میں ہم مشرکوں کی مدد نہیں چاہتے تو عبداللہ کو یہ بات ناگوار گزری وہ حضور انور کا کمپ چھوڑ کے یہودیوں کے پاس جا کے شب باش ہوا۔ علی الصباح حضور انور نے نماز پڑھائی اور پھر کوچ کیا اور احد میں پہنچ کے آپ نے دوسری زرہ اوپر پہنی اخیر آپ موج قنطر میں قیام فرما ہوئے کیونکہ یہاں سے مشرکوں کی صفیں صاف صاف نظر آ رہی تھیں نماز بہت دھوم سے ادا کی گئی بلال نے بلندی پر چڑھ کر بہت زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا عبداللہ بن ابی نے سخت دھوکہ دے کے حضور انور سے علحدگی اختیار کی اور جس قدر اس کے قبیلہ کے آدمی تھے انھیں ساتھ لے کے لشکر سے علحدہ ہو گیا عبداللہ کے آدمیوں کی تعداد پوری تین سو تھی ایسی نازک حالت میں اتنی بڑی تعداد کا علحدہ ہو جانا واقعی سخت خطرناک امر تھا مگر حضور انور نے مطلق پروا نہیں کی کیونکہ جو لوگ اس وقت

موجود تھے وہ انتہا درجہ قوی۔ زبردست اور مستقل مزاج تھے حضور انور کو ان پر پورا بھروسہ تھا تو بھی
یہ نظارہ ایک رنج دہ ہے۔ اُبی کا بیٹا شتر مرغ کی طرح سر اونچا کیے ہوئے اپنے آدمیوں کے آگے
آگے جا رہا تھا۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام سے نہ رہا گیا وہ اس کے پیچھے دوڑے اور کہا کہ یہ غداری
ٹھیک نہیں ہے ایسے موقع پر تجھے حضور انور سے علحدہ ہونا نہیں چاہیے تھا۔ اُبی والے نے جواب
دیا تم عجب بیوقوف ہو ہمارا وعدہ حضور انور سے مدد دینے کا ہے نہ کہ مدینہ کے باہر جتنے عقلمند اور ہوشیار
ہیں وہ سب مدینہ واپس چلے گئے۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ہماری مخالفت آج نہیں کرنی چاہیے
تھی ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم مدینہ کے باہر نہ نکلو مگر انہوں نے نہ مانا اور وہ باہر نکل آئے مجھے تو اس
بات سے زیادہ غصہ ہے کہ انہوں نے ہمارے مقابلہ پر چھوکروں کا کہنا تو مان لیا مگر ہماری بات پر کان
نہیں رکھا یہ چھوکرے جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ابھار کے جہاد کے لئے لائے ہیں محض ناتجربہ کار
اور بے عقل ہیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو حقیقت کھل جائے گی کہ کہنا نہ ماننا کیسا ہوتا ہے ابوجابر
یہ سن کے بہت خفا ہوئے اور انہوں نے ابن اُبی پر لعنت بھیجی اور کہا کہ دیکھ لیجو مومنین کی اور پیغمبر
کی تو فتح ہوگی اور تم پر ہمیشہ لعنت پڑی گی۔

غرض حضور انور نے جنگ کی تیاری شروع کی اور اپنے صحابہ کی باقاعدہ صف بندی کی پچاس صحابہ
کو مقام عینین پر کھڑا کیا اور عبداللہ بن جبیر کو ان کا افسر مقرر کیا۔ حضور نے اپنی فوج کو اس طرح
کھڑا کیا کہ احد پشت پر رہا اور مدینہ منورہ کے سامنے اور عینین بائیں طرف مشرکین نے اپنے لشکر کی
ترتیب اس سے بالکل برعکس دی۔

احد کی پہاڑی مدینہ سے تین میل دور تھی یہ پہاڑوں کا ایک طولانی سلسلہ ہے جس سے تین یا چار میل
جانب شرق میدان شروع ہوگیا ہے یہاں ایک ندی بہتی تھی جس پر سے آنحضرت نے عبور کیا تھا
اور یہ ندی بعض وقت برسات میں اُبل پڑتی تھی اور اس کے اُبلنے سے پہاڑ کا نشیبی حصہ آب برد
ہو جاتا تھا۔ حضور انور نے اس پہاڑی سلسلہ اور نشیب و فراز کی مناسبت سے اپنے لشکر
کی ترتیب دی تھی آپ نے قریشیوں کا ایک دستہ اپنے بازو پر متعین کیا اور اُسے سخت حکم دیدیا
کہ تم عقب کی حفاظت کرنے کے لئے یہاں کھڑے کئے گئے ہو ہرگز ایک قدم نہ سرکانا اگر تم دیکھو کہ ہم
دشمن کا تعاقب کر رہے ہیں اور اسے لوٹ رہے ہیں اس حالت میں بھی تم ہمارے ساتھ نہ آؤ اور اگر

دیکھو ہم ... ہوئے اور دشمن ہمارا تعاقب کر رہے ہیں تو بھی تم ہماری مدد کے لیے یہاں تو
نہ ٹھیرو یہ کہہ کر حضور انور مدینہ کی طرف رخ کئے ہوئے اپنی لین میں تشریف لے آئے۔ مصعب بن عمیر
کا سپہ سالار ... دستہ کو لیکے قلب میں کھڑا ہوا اور اوس اور خزرج والے یمین و یسار قائم ہو گئے
حضور انور نے تمام فوج سے یہ ارشاد کر دیا کہ جب تک میں حکم نہ دوں تم جنگ شروع نہ کرنا یہ سارے
احکام دے کے حضور انور اپنی جگہہ پر آ کھڑے ہوئے اور اب مخالف کی فوج کی نقل و حرکت ملاحظہ
فرمانے لگے۔ اتنے میں ابوسفیان کی ماتحتی میں مکہ کا لشکر حرکت میں آیا اور نہایت فوجی شان کے
ساتھ احد کی طرف رخ کرتا ہوا آگے بڑھا طلحہ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور خالد بازوئے راست کی کمان
کر رہا تھا اور بازوئے چپ کی کمان عکرمہ ابوجہل کے ہاتھ میں تھی لشکر نے جب تک حرکت نہیں کی
تھی تو عورتیں ... کی طرف تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور جوشیلے اشعار پڑھ کے سپاہیوں کو گدگدا
رہی تھیں ... جب اپنی فوج حرکت میں آئی کل عورتیں پیچھے رہ گئیں۔
مشرکوں کی طرف سے جنگ کا آغاز یوں ہوا سب سے پہلے جو شخص میدان میں آیا وہ ابوعامر تھا پچاس آدمی
اوس ... قبیلہ کے اس کے ساتھ تھے یہ سمجھا کہ جس وقت میں صف میں جا کے پکاروں گا تو میرے
قبیلہ کے لوگ میرے ساتھ ہو جائیں گے۔ اس خیال سے جب اس نے غل مچا کے کہا کہ میں ہوں
ابوعامر تم میرے پاس چلے آؤ مسلمانوں نے اس کا یہ جواب دیا دور ہو اے فاسق ہمیں تجھ سے کچھ
تعلق نہیں ہے وہ چاہتا تھا کہ اپنے پچاس آدمیوں کو لیکے ان پر حملہ کرے کہ مسلمانوں نے پتھر مارنے
شروع کئے ادھر سے انہوں نے پتھر مارے۔ دونوں طرف سے خوب پتھراؤ ہوا آخر ابوعامر کے آدمی
بھاگ گئے طلحہ نے جب دیکھا کہ یہ پچاس سوار بھاگے چلے جاتے ہیں تو اس نے غل مچا کے کہا کہ تمہاری
کمزوری پر لعنت ہے ... گویہ کیا غضب کرتے ہو آخر مرد ہو جم کے لڑو انہوں نے جواب دیا کہ ہم
غلام لوگ ہیں غلام کبھی نہیں لڑا کرتے آخر طلحہ نے بطور پاسبانوں کے انہیں مقرر کر دیا۔ اس
کے بعد طلحہ بڑے جوش سے آگے بڑھا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آ کے للکارا کہ کوئی شخص مجھ سے
جنگ کرنے کے لئے نکلے یہ سنتے ہی حضرت علی صف سے نکل کے باہر آئے اور جھپٹ کے ایک ایسا
تلوار کا ہاتھ مارا کہ اس کی گردن پیروں میں آ پڑی حضور انور نہایت توجہ اور اضطرابی سے اس
لڑائی کو ملاحظہ فرما رہے تھے جس وقت آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ طلحہ کی گردن کس طرح اڑ کے زمین

پہاڑی آپ نے بہت جوش سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ نکلا ہی تھا کہ
رُ تمام صحابہ نے نہایت بلند آوازی اور جوش کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ مارا جس سے تمام پہاڑی گونج
اٹھی طلحہ کے بھائی عثمان نے جس کے سپرد عورتیں تھیں جب اپنے بھائی کا یہ خونی نظارہ دیکھا اور علم
کو سرنگوں پایا تو وہ فوراً جھپٹا اور اُس نے اپنے مقتول بھائی کے ہاتھ سے جھنڈا لے لیا ادھر
عورتوں نے دف بجا کے یہ گانا شروع کیا۔

ہم شجاعان دہر کی لڑکیاں ہیں ہم غالیچوں پر نہایت نزاکت سے قدم رکھتی ہیں تم تندی اور جوش
سے آگے بڑھو ہم تمہیں اپنے گلے سے لگائیں گے اور اگر تم نے جنگ سے پیٹھ پھیری تو ہم تمہارے منہ
پر تھوک دیں گے اور تمہیں سخت ذلیل کریں گے

حضرت حمزہ نے جب عثمان طلحہ کے بھائی کو آتے ہوئے دیکھا تو آپ شیر غراں کی طرح صف
سے نکلے اور اُس کے مقابل ہوئے دو تین ہاتھ ہونے پائے تھے کہ حضرت حمزہ نے ایک ایسا ہاتھ
مارا کہ عثمان زمین پر آ رہا اور اُس کی گردن بھٹا سی اُڑ کے دُور جا پڑی۔

پھر حضرت امیر حمزہ نہایت جوش اور خوشی سے یہ کہتے ہوئے واپس پھرے کہ میں اس شخص کا بیٹا ہوں
جو حاجیوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ طلحہ کے دو بھائیوں اور تین بیٹوں نے یکے بعد دیگرے فوج کا جھنڈا
ہاتھ میں لیا اور مردانگی کی داد دے کے میدان جنگ میں قتل ہو گئے۔

علم برداروں کے پے در پے مارے جانے سے قریش میں ایک پریشانی سی پیدا ہو گئی اخیر عام جنگ
کا آغاز ہوا مسلمانوں نے نہایت جوش اور مردانگی سے قریشیوں پر حملہ کیا اور ایسی تلواریں ماریں کہ ان
کی صفیں پراگندہ ہو گئیں اور وہ پیچھے قدم ہٹانے لگے قریشی سواروں نے کئی کئی بار حضور انور کے بائیں
بازو کے چپ پر حملہ کیا مگر اس مٹھی بھر جماعت کے تیروں سے جو بلندی پر قائم کی گئی تھی وہ ہر بار پسپا
ہو گئے اور جس طرح جنگ بدر میں ان پر بدحواسی چھا گئی تھی اسی طرح یہاں بھی ان پر بدحواسی کا
آغاز ہوا اگرچہ عورتوں نے دف بجا بجا کے اور جوشیلے اشعار پڑھ پڑھ کے انھیں بھاگنے سے روکنا
چاہا مگر ممکن نہ ہوا گھبراہٹ بڑھتی گئی یہاں تک کہ عورتیں بھی پریشان ہو گئیں اور وہ بھی اسی طرح مردوں
کے ساتھ بدحواس ہو کے بھاگیں۔

حضرت امیر حمزہ جو شتر مرغ کے پروں سے پہچانے جاتے تھے اور حضرت علی اور حضرت زبیر جو سفید

اور زرد عماموں سے شناخت ہوتے تھے جس پریشان پیرے کی طرف حملہ کرتے تھے وہاں اور بھاگڑ پڑ جاتی تھی۔ اسلامی فوج قریشیوں کو دباتی چلی جاتی تھی مگر اس تعاقب نے سلمانوں میں بے ترتیبی پیدا کر دی فوج کا ایک حصہ قریشیوں کے کیمپ پر سامان کو لوٹنے کے لئے آمادہ ہو گیا اور وہ دستہ فوج کا جو حضور انور نے چوٹی پر کھڑا کیا تھا جب اس نے یہ دیکھا کہ دشمن بھاگا جاتا ہے اپنے غلطی سے اپنی جگہہ کو چھوڑ دیا اور لوٹ میں پڑ گیا۔ خالد جو باگیں اٹھائے ہوئے سخ کی طرف جانا چاہتا تھا اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے بازوئے چپ سے قریشی سواروں کو جمع کر کے سلمانوں کی بائیں جانب حملہ آور ہوا اس نے چند تیراندازوں کو جو ابھی تک چوٹی پر قائم تھے مار کے ہٹا دیا اور یکایک مسلمانوں کے عقب میں نمودار ہو گیا۔ اس کا نمودار ہونا تھا کہ سخت پریشانی مسلمانوں میں پیدا ہو گئی۔ مہاجرین کا جھنڈا بردار مصعب میدان میں شہید ہوا ایک حبشی جس کا نام وحشی تھا حضرت امیر حمزہ پر جو بالکل بے خبری میں کھڑے تھے جھپٹا اور انہیں فوراً شہید کر دیا اب قریشیوں نے اپنے بتوں کے نام لیلے کے قتل مچانا شروع کیا سلمانوں کے سارے پیرے پراگندہ ہو گئے اور ان کے قدم پیچھے ہٹنے لگے اور جب تک انہوں نے احد کی بلندیوں پر پناہ نہ لے لی وہ برابر پیچھے ہٹے چلے گئے اور قریشیوں نے بہت سختی سے دبانا شروع کیا۔

اس وقت حضور انور کی حالت بہت ہی نازک تھی آپ نے جو انتظام کیا تھا وہ بالکل درہم برہم ہو چکا تھا۔ جب خالد کا رسالہ سلمانوں کو پیچھے ہٹاتا ہوا آگے بڑھا تو آپ نے اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لیکے ایک مقام پر قیام کیا سب سے پہلے جس شخص نے آپ پر حملہ کیا تھا اسے آپ کے ساتھیوں نے تیروں سے زخمی کر دیا مگر بعد ازاں وہ قتل کر دیا گیا۔ اب بھی مسلمان برابر دبے چلے جاتے تھے آپ نے چاہا مسلمانوں کو پیچھے نہ ہٹنے دیں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر دشمن خود حضور انور پر حملہ آور ہوا اگر آپ کے صحابہ آپ کے گرد حلقہ نہ کر لیتے اور نہایت شجاعت سے دشمن کے حملہ کو نہ روک لیتے تو فی الواقع سخت مشکل درپیش آجاتی صرف چودہ آدمی حضور انور کے ساتھ تھے جن میں سات مہاجرین اور سات انصار شمار ہوئے ہیں۔ مخالفوں نے قریب آ کے حضور کی طرف پتھر پھینکنے شروع کئے ایک پتھر آپ کے لب مبارک میں لگا جس سے ایک دانت شہید ہو گیا۔ ایک پتھر آپ کے خود پر پڑا جس سے آپ کی مقدس پیشانی لہولہان ہو گئی۔ ایک شخص نے آپ

پر طلحہ ڈھال بن گئے مگر طلحہ ... پشت ... نے اپنا ہاتھ اس تلوار کے آگے کر دیا جس سے حضور انور تو
بچ گئے مگر طلحہ کی انگلیاں اڑ گئیں آپ زمین پر گر پڑے حملہ آور یہ سمجھا کہ آنحضرت شہید ہوگئے۔ اُحد کی
ساری پہاڑی میں غل پڑ گیا کہ حضور انور شہید کر دئے گئے جب یہ آواز مسلمانوں کے کانوں میں پڑی
تو وہ سخت پریشان ہوگئے آپ کی تلاش کرنے لگے طلحہ جو کہ خود سخت مجروح ہوئے تھے آگے بڑھے اور
نہایت آہستگی سے حضور انور کو اٹھایا اور دو تین آدمیوں کی مدد سے آپ کو ایک چٹان پر چڑھا دیا
جہاں مسلمانوں کی فوج کا ایک حصہ دشمن کے تعاقب سے پناہ گزین ہوا تھا جس وقت مسلمانوں
نے حضور انور کو دیکھا مارے خوشی کے باغ باغ ہوگئے۔ کعب نے اس خوشی کی خبر کو عام طور پر
پھیلانا چاہا مگر حضور انور نے کعب کو روکا کہ ابھی خاموشی مناسب ہے مگر جب آپ نے کل مسلمانوں
کے ساتھ ایک پشتہ کے پیچھے پناہ لی اور آپ کو یہ اطمینان ہوگیا کہ اب ہم سب خطرے سے نکل آئے
ہیں تو مسلمانوں نے آپ کے خود کو آپ کے سر سے اٹھایا اس خود نے آپ کے تمام چہرے کو ڈھانک
لیا تھا اس خود کی دو کڑیاں آپ کے رخسارے میں اس طرح گڑ گئی تھیں کہ جب ابو عبیدہ نے
ان کڑیوں کو کھینچا ہے تو آپ کے دو دانت ان کے ساتھ باہر نکل آئے اور اب بہت شدت
سے خون بہنا شروع ہوا۔ حضرت علی ایک طرف چٹان کے اندر دوڑے ہوئے گئے اور اپنی ڈھال
میں تھوڑا سا پانی لائے حضور انور نے اس پانی کو پیا نہیں صرف اپنے زخموں کو اس پانی سے دھو لیا
جب خون دھل گیا تو حضور نے نہایت ہی درد سے یہ ارشاد فرمایا وہ لوگ کیونکر سرسبز ہونگے جنہوں
نے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے وہ پیغمبر جو انہیں خدا کی پرستش کیطرف بلاتا ہے اسکے بعد آپ نے
کعب کا زرہ خود پہن لیا اور اپنا ٹوٹا ہوا خود اوتار کے رکھدیا اور پھر قریشوں کی نقل و حرکت کی نگرانی
فرمانے لگے۔ بہت سے جنگ جو جو اس جنگ میں تھک گئے تھے وہ اطمینان سے سو گئے اور انہیں ایسی
گہری نیند آئی کہ وہ دوپہر تک سوتے رہے اس جنگ اور نیند کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے چنانچہ
حسب ذیل بیان ہوا ہے۔

تمام شد